پیر حاضر شاہ

محمد مُونس خان عظیمی

پیر حاضر شاہ

محمد مونس خان عظیمی

www.ksars.org

فہرست

پیش لفظ 5

آغاز 7

پیر حاضر شاہ 10

وحدانیت 18

پنڈت ہری رام 31

موتی رام 44

ساوتری 55

دیوانی 68

پنڈت کی واپسی 81

جن کی موت 94

تربیت 106

محبت 119

اختر کی واپسی 133

دوشیزہ قید میں 145

www.ksars.org

قرآن میں تفکر 158
شادی کا وعدہ 171
پراسرار عورت 184
حالات میں تبدیلی 197
کوشیلا 211
لکشمی دیوی 224
اندھی عقیدت 237
جھوٹی پیش گوئی 250
ساوتری سے ملاقات 264
ہیرے کی تلاش 276
کنوتھ 288
پنڈت کی کامیابی 303
بسنتی کا قتل 317
خون کی بھینٹ 331
انجام 346

www.ksars.org

www.ksars.org

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی کسی تخلیق پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ہر تخلیق مذکر اور مونث دو رخوں کے انجذاب کا نتیجہ ہے۔ جب دو رخ ایک دوسرے سے یکجان ہوتے ہیں تو تیسرا رخ وجود میں آتا ہے۔ یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ زمین اور زمین کے ماحول کا قیام اس عمل پر ہے کہ ایک رخ ظاہر ہوتا ہے دوسرا چھپ جاتا ہے۔ چھپنے والا رخ جب ظاہر ہوتا ہے تو ظاہر رخ چھپ جاتا ہے۔ عمل دراصل مخفی اور مظہر رد عمل ہے۔ ہر عمل نفی اثبات کی بساط پر مسلسل جاری و ساری ایک سسٹم ہے۔ یہ سسٹم کڑی در کڑی ایک زنجیر ہے۔ ایک کڑی بھی نکل جائے تو زنجیر ٹوٹ جائے گی۔ سسٹم تباہ ہو جائے گا، ماضی کا تذکرہ نہیں ہو گا اور ارتقاء رک جائے گا۔

دنیا میں ظاہر ہونے والی ہر شئے پہلے پردے میں ہوتی ہے اور ظاہر ہونے کے بعد پس پردہ چلی جاتی ہے لیکن پس پردہ بھی اسے قیام نہیں ہے۔ میرا ظاہری وجود میاں مشتاق احمد عظیمی ہے۔ اور جب میں پردے کے پیچھے ہوں تو میرا نام کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا نام بھی وہی ہے جو سب کا ہے۔ میں انفرادی خول کے بجائے اجتماعی روپ ہوں۔

یہ کہانی ازل سے شروع ہوئی اور ابد تک جاری رہے گی۔ کہانی ایک ہے۔ کردار مختلف ہیں۔ یہ کردار کبھی عورت اور کبھی مرد بن جاتا ہے آج کی ہر عورت جنت کی اماں حوا ہے۔ آج کا ہر مرد جنت میں رہنے والا آدم ہے۔ عورت اور مرد کے دو روپ ہیں۔ ایک مادی اور دوسرا روحانی۔ مادی جسم مفروضہ حواس کی ایسی فلم ہے جو قید و بند کی اسکرین پر چل رہی ہے۔ روحانی جسم ایسے حواس کا مجموعہ ہے جہاں زمین، آسمان، عرش اور سارے کہکشانی نظام ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہیں۔ میرے پیر بھائی محمد مونس عظیمی نے اس رشتے کو اجاگر کرنے کے لئے قلم کا سہارا لیا اور کرداروں کے تعین سے ہمیں بتایا کہ مادیت کے خول میں بند انسان کی آتما بے چین و بیقرار رہتی ہے۔ اس کے برعکس مادیت کے خول سے آزاد انسان بڑے بڑے پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

www.ksars.org

ساوتری ایک عورت ہے جو مادی وجود کے ساتھ ساتھ اپنے روحانی وجود سے بھی واقف ہے۔ اپنی ذات سے واقفیت نے اسے بڑے بڑے جی دار اور نامور مردوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ اس کہانی سے یہ تاثر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ عورت کسی بھی شعبے میں مرد سے کم تر نہیں ہے۔ جس طرح کوئی نظام مرد کے بغیر نہیں چل سکتا اسی طرح عورت کے بغیر بھی ہر نظام نامکمل رہتا ہے۔

محمد مونس خان عظیمی اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نے اپنی خداداد صلاحیت سے عورت کے پُر عظمت مقام کی نہایت احسن طریقے سے نشاندہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ خواتین کو اپنا مقام جاننے اور پہچاننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

میاں مشتاق احمد عظیمی

روحانی فرزند

مرشد کریم الشیخ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

www.ksars.org

آغاز

مادے اور روحانیت کا ازل سے جھگڑا ہے۔

مادے نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔

مادے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔

مادے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے وطن کرایا۔

حتیٰ کہ

مادے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی تک پہنچا دیا۔

اس کے باوجود شکست ہمیشہ مادے کو ہوتی ہے............کیونکہ

............جہاں کہیں بھی............جب بھی مادہ انسانی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا روحانیت نے نہ صرف راہ دکھائی بلکہ مسائل کا حل بھی پیش کیا۔

اسلام نے ڈیڑھ ہزار سال قبل مادہ کی حقیقت ظاہر کی اور مادہ پر آخری اور بھرپور ضرب لگائی............اسلام آج بھی مادہ پرست لوگوں کے سامنے سینہ سپر ہے۔

اسلام نے مادے کی حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ یہ اسلام ہی ہے جس نے مادے کی افادیت ظاہر کر کے اس پر تصرف کرنے کا طریقہ بتایا۔ قرآن پاک میں زمین پر بکھری ہوئی اشیاء فضا میں پھیلی ہوئی کہکشانوں کے بارے میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی کائنات کے رازوں پر سے پردہ بھی ہٹایا گیا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پاک میں غور و فکر کرتے ہیں۔ دنیا والے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو مادہ کی مادی توجیہہ پیش کرتے ہیں............ایسے محققین کو "سائنسدان"

www.ksars.org

فلاسفر اور موجد قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کائنات اتنی پر اسرار اور پیچیدہ ہے کہ بہت سے مسائل آج تک انسانی فہم سے بالا ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ لیکن ان کے مشن کو جاری رکھنے اور فرائض کی بجا آوری کے لئے اولیاء کرام کو مقرر کر دیا گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن پاک میں تفکر کرتے ہیں، ہدایات ربانی کو سمجھتے ہیں اور انسانی مسائل کو ان کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔

"ایسے ہی لوگوں کو 'مومن' کہا جاتا ہے۔"

یہ وہ حضرات ہیں جو انسانوں کی بھلائی کی خاطر "اسرار الٰہی" کو آسان اور سہل زبان میں بیان کرتے ہیں۔ اب یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ ان کے الفاظ کے مطلب و معنی کو سمجھیں اور مستفیض ہوں۔

روحانی ڈائجسٹ نے افہام و تفہیم کا ایک سلسلہ جاری کیا۔ اس سلسلہ کی تمام کڑیاں میرے روحانی باپ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی ترتیب دی ہوئی ہیں............ جن کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ خداوند قدوس ہمیشہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے کسی خاص بندہ کو بھیجتا رہتا ہے............ یہ وہ عظیم ہستی ہے جن کے فیض و برکات سے نہ صرف برصغیر، ایشیاء مستفیض ہو رہا ہے بلکہ اہل یورپ بھی اس چشمہ روحانی سے اپنی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے اس روحانی چشمہ تک پہنچا دیا۔ اس مشفق و محترم ہستی نے جہاں بے شمار گتھیوں کو سلجھایا ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ "عورت" صنف نازک ہونے کی وجہ سے لطیف احساسات کا مجموعہ ہے اور اگر اس کے سینہ میں "عشق طریقت" کی آگ بھڑک اٹھے تو............ مرد جہاں برسوں کی ریاضت کے بعد "قرب الٰہی" حاصل کرتا ہے۔ عورت زیادہ جلدی منزل رسیدہ ہو جاتی ہے............ لیکن............ لیکن مرد نے اپنی جبلت کے پیش نظر "تصوف کی دنیا" میں بھی عورت کی برتری کو تسلیم نہیں کیا............ یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم میں حضرت رابعہ بصری کے بعد کسی عورت کا قابل تذکرہ نام نہیں ملتا۔ اور جو خواتین اس منصب تک پہنچی بھی ہیں تو انہیں مرد کی انا پرستی نے زمانے کے دھول کے ساتھ اڑا دیا ہے............ لیکن یہ کب تک ہوتا رہے گا بالآخر ایک دن مرد عورت کی اس عظمت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ عورت میں روحانی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں مندرجہ ذیل کہانی

www.ksars.org

ماضی میں تقسیم ہند سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام قیام پاکستان کے بعد ہوتا ہے............ یہ ایک دوشیزہ کی کہانی ہے جو "تصوف کی دنیا" کی ملکہ تھی لیکن مردنے اسے اپنی انا کی خاطر حواس باختہ پاگل اور "دیوانی" قرار دیا یہ کہانی اسرار الٰہی اور تسخیر کائنات کے فارمولوں کو افشاں کرنے والی جلیل القدر ہستی میرے روحانی باپ کے بتائے ہوئے نظریہ رنگ ونور کی عکاسی کرتی ہے۔ میں نیاز مند محمد مونس خان عظیمی اظہار تشکر کے ساتھ پیش کررہاہوں۔

اس کے ساتھ میں کتاب روحانی نماز میں سے انتساب بھی قارئین کی نظر کرتاہوں۔ ان خواتین کے نام جو بیسویں صدی کی آخری دہائی ختم ہونے سے پہلے پوری دنیا کے اقتدار اعلیٰ پر فائز ہوکر نور اول، باعث تخلیق کائنات، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی پیش رفت میں انقلاب برپا کریں گی۔

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ

اس کہانی کے آغاز ہندوستان کی ایک چھوٹی سی ریاست کے چھوٹے سے شہر سے ہوتا ہے۔ اس شہر کے ایک محلے میں خان صاحب رہا کرتے تھے۔ شہر کے باہر آموں، انار، امرود، چیکو کے باغات تھے جو معقول آمدنی کا ذریعہ تھے۔ ان کی ایک بڑی سی حویلی تھی۔ جس میں وہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ رہتے تھے۔

خان صاحب کی شادی کو کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ اور اللہ نے انہیں چار بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ہر کسی کے دل میں اولاد نرینہ کی خواہش ہوتی ہے۔ ان کے دل میں بھی شروع ہی سے یہ خواہش تھی..........بیٹے کی خاطر انہوں نے منتیں مانیں بڑی بڑی درگاہوں پر گئے۔ لیکن ہر بار اللہ نے انہیں ''بیٹی'' ہی عطا کی..........اور اب وہ تھک ہار کر بیٹھ رہے تھے۔

☆××××××××××☆

اس ریاست کے نواب صاحب سے ان کے دیرینہ مراسم تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خان بہادر کے باپ دادا نے نواب صاحب کے باپ دادا کا دشمنوں کے خلاف وفاداری سے ساتھ دیا تھا۔ اور اس ہی پر ان کی وفاداری کے صلہ میں نواب صاحب نے نہ صرف انہیں خان صاحب اور خان بہادر کا خطاب عطا کیا تھا۔ بلکہ پھلوں کے باغات بھی بطور جاگیر عطا کئے تھے۔

نواب صاحب انگریزوں کے باجگزار تھے اور بے چین دل و دماغ کو سکون پہنچانے کی خاطر کچھ زیادہ ہی عیاشی کرنے لگے تھے۔ ان کی آمدنی کا زیادہ حصہ انگریز دوستوں کے ساتھ غیر ممالک میں سیر و تفریح میں خرچ ہوتا تھا..........اور کبھی کبھی وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شکار کھیلنے کی غرض سے اس چھوٹی سی بستی کی طرف بھی آنکلتے تھے۔ اور جب کبھی بھی ایسا ہوتا تھا۔ تو خان بہادر کو ان کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ اور پھر جب تک نواب

www.ksars.org

صاحب رہتے۔ اس شہر میں بڑی ہی چہل پہل اور رونق رہتی۔ پھر جب نواب صاحب رخصت ہو جاتے تو خان بہادر شکار کیا ہوا گوشت تحفتاً اپنے دوستوں کو بھیجتے۔

☆×××××××××××☆

خان بہادر کے یوں تو بہت سے دوست تھے۔ لیکن ان تمام دوستوں میں صرف دو ایسے شخص تھے جن سے ان کی خوب گاڑھی چھنتی تھی۔ یہ دونوں دوست ان کے بچپن کے ساتھی تھی۔

دیوان موتی رام سنہار کا کام کرتے تھے۔ شہر میں ان کے زیورات کی دوکان تھی..........ان کا مکان بھی زیادہ دور نہیں تھا..........بس یہی دو چار گلیاں چھوڑ کر دیوان موتی رام کا بڑا سا مکان تھا۔ دیوان موتی رام کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ لہٰذا خان بہادر کی بچیوں سے وہ بے انتہا پیار کرتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خان بہادر کی بچیاں موتی رام کے آنگن میں پلی بڑھیں۔ ان بچیوں کی وجہ سے ان دونوں گھرانوں کے افراد بھی ایک دوسرے سے اپنوں جیسی محبت کرتے تھے۔ ان دونوں کا خلوص محبت اور دوستی سارے محلے میں مشہور تھی۔ یہ دونوں دوست ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوا کرتے تھے..........کوئی اسلامی تہوار آتا تو موتی رام اس میں حصہ ضرور لیتے، اس ہی طرح کوئی ہندوانہ تہوار آتا تو خان بہادر پیش پیش رہتے۔ ہندو مذہب میں شکار کرنا منع ہے اس کے باوجود موتی رام شکار کا گوشت بڑے ہی شوق سے کھایا کرتے، انہوں نے کبھی بھی خان بہادر کے تحفہ کو واپس نہیں کیا۔

خان بہادر کے دوسرے بچپن کے دوست اور پرانے ساتھی "پیر حاضر شاہ" تھے۔

☆×××××××××××☆

سر پر کپڑے کی گول ٹوپی۔ جس کے کنارے قدرے اوپر کو اٹھے ہوئے۔ سر کے بال گدی کی جانب سے خم کھائے ہوئے سفید چھوٹے پائنچوں کا پاجامہ اور ویسی ہی سفید بے داغ قمیض..........گلے میں سبز رنگ کا بڑا سا رومال جو کہ پیچھے کی جانب شانوں پر پھیلا رہتا ہے اور سامنے سینہ پر کونے جھولتے رہتے گلے میں سنگ سرخ کے دانوں کی

www.ksars.org

بڑی سی تسبیح تین لڑیوں کی صورت میں پڑی رہتی۔ ہمیشہ سیدھے ہاتھ میں موٹا سا بید رکھتے۔ جس کی موڑی ہوئی گردن ہاتھی دانت کی بنی ہوئی تھی۔ عمر کے لحاظ سے نہ جوان، نہ بوڑھے۔

سینہ نہایت ہی کشادہ اور شانے بھرے ہوئے............آنکھیں بڑی بڑی جن میں ہر وقت ہلکے سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے، بات کرنے کا انداز قدرے تیکھا۔ لیکن لہجہ نہایت شیریں، مسکراتے تو ہونٹ بھینچ کر، ہنستے تو منہ کھول کر جس سے دانت موتیوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے۔ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پنجوں کے بل چل رہے ہیں، چہرے پر سیاہ داڑھی بھی تھی جو کہ نہایت ہی سلیقہ سے تراشی ہوئی تھی۔ داڑھی کے کناروں سے رخساروں کی چمک صاف دکھائی دیتی تھی۔

☆××××××××××☆

مسجد سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ان کا دو کمروں کا کچا سا مکان تھا۔ جس میں وہ اپنے ایک جواں سال خادم یا مرید کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ ان کے دادا یا اور کوئی۔ کسی غیر ملکی بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

دادا نے سپاہ گری کی............باپ نے سوداگری کی اور اب یہ جو اپنے خاندان کے آخری چشم و چراغ رہ گئے تھے۔ پیر بن بیٹھے تھے۔

وہ واقعی پیر تھے یا نہیں............روحانیت میں انہیں دسترس حاصل تھی یا نہیں............وہ عشق طریقت کی منزل پر فائز تھے یا نہیں............انہیں مکافات عمل میں دخل تھا یا نہیں یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال تو لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ وہ خود ساختہ پیر ہیں۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے بس لوگوں پر رعب جمانے اور دنیا کمانے کی خاطر پیر بنے بیٹھے ہیں۔

www.ksars.org

ان کے دروازے سے ذراہٹ کر پیپل کا ایک ہت ہی پرانا اور بڑا سا درخت تھا۔ جس کی شاخوں سے جڑیں نکل نکل کر زمین کو چھو رہی تھیں۔ اس درخت کے نیچے ایک قبر تھی وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ ان کی اپنی قبر ہے...........اور جب لوگ پوچھتے کہ حضرت آپ قبر کے باہر کیسے ہیں۔ تو وہ نہایت ہی رازداری سے کہتے:

''بھئی ہم پیر ہیں۔''

قبر کے اندر رہیں یا باہر کوئی فرق نہیں پڑتا...........اس ہی وجہ سے تو ہم ''حاضر'' ہیں۔ لوگ ان کی منطقی و غیر منطقی باتوں پر غور کرنے کی بجائے طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے...........اور وہ پیر حاضر شاہ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ یہ نام ان پر کچھ اس طرح سے چسپاں ہوا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ ان کا اصلی نام بھی بھول گئے تھے۔

☆×××××××××××☆

محلے چند بڑے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ یہ بڑی ہی منتوں اور دعائوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والدین نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر دعا مانگی تھی۔

شیر خواری سے گزر کر جب انہوں نے بچپن میں قدم رکھا جب ہی سے یہ ناقابل فہم اور بے تکی سی باتیں کرنے لگے تھے۔ ان کے والدین علاج کرانے کی غرض سے بڑے بڑے شہروں میں گھومتے رہے۔ پیروں فقیروں کے پاس جاتے رہے۔ لیکن ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا...........کسی کوٹھری کے کونے میں سر جھکائے گھنٹوں گم سم سے بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی گردن اٹھا کر کوئی ایسی بات کہہ دیتے جسے کوئی بھی آسانی سے نہیں سمجھ پاتا۔

ان کے گھر کے سامنے تھوڑے ہی فاصلہ پر مسجد تھی۔ جہاں یہ بچپن ہی سے پانچوں وقت اذان دیا کرتے تھے۔ ان کے گلے میں بلا کا سوز تھا...........اور صبح فجر کی اذان دیتے ہوئے جب وہ ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہتے تو بے خبر سونے والے بھی تڑپ کے جاگ پڑتے تھے۔

www.ksars.org

دن کو سورج نکلنے کے بعد وہ مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے اور اس دوران وہ کسی سے بھی ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔

☆××××××××××☆

عشاء کی نماز کے بعد وہ پیپل کے موٹے سے تنے کے ساتھ بنے ہوئے چبوترہ پر ضرور آکر بیٹھا کرتے تھے۔ آندھی ہو یا بارش..........سخت گرمی ہو یا سردی۔ یہ ان کا برسوں کا معمول تھا۔ وہ جونہی چبوترہ پر آکر بیٹھتے تھے ان کا خاص ملازم گھر کے اندر سے لالٹین اٹھائے نمودار ہوتا اور نہایت ہی ادب سے ان کے پیچھے آکر کھڑا ہو جاتا..........پھر وہ دونوں ہی آہستہ آہستہ "درود شریف" پڑھنے لگتے۔ اس دوران اگر کوئی آجاتا اور بات کرنا چاہتا تو پیر حاضر شاہ جواب نہیں دیتے۔ پورے ایک ہزار بار درود شریف پڑھنے کے بعد وہ آنکھیں کھولتے اور بات کرتے۔

لوگ ہنس ہنس کر طنزیہ انداز میں ان سے پیری فقیری کے بارے میں باتیں کرتے۔ تصوف کے رموز پوچھتے اور بعض دفعہ فلسفہ، روحانیت و وحدانیت پر بحث و مباحثہ بھی شروع کر دیتے۔ پیر حاضر شاہ نہایت ہی خندہ پیشانی سے باتیں سنتے اور خوش اخلاقی سے جواب دیتے۔ لوگ ان سے مذاق میں پوچھتے کہ آپ پیر کیسے بن گئے؟ تو وہ نہایت ہی تمکنت سے کہتے کہ بھئی ہم تو پیدائشی پیر ہیں..........اور اپنی مرضی کے مالک ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

لوگ ان کی یہ بات سن کر طنزیہ فقرے کستے..........لو بھئی ان کی سنو..........یہ اپنی مرضی کے مالک ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرا دل جلا کہتا۔ خدا کو ان کے علاوہ اور کوئی ملا ہی نہیں جسے وہ مرضی کا مالک بنا دیتا۔ بڑے میاں سٹھیا گئے ہیں..........کفر بکتے ہیں..........وغیرہ وغیرہ۔ لوگ اس ہی طرح کی باتیں کرتے۔ لیکن ان کی پیشانی پر بل تک نہیں آتا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

شمشو...........جو ان کا خاص خادم تھا...........لوگوں کی گستاخانہ باتیں سن کر ان کی طرف اس طرح غصہ سے گھورتا جیسے اس کا بس چلے تو ان سب کو کچا ہی چبا جائے۔ وہ جب بھی اس طرح لوگوں کو گھور کر دیکھتا پیر حاضر شاہ کو فوراً ہی معلوم ہو جاتا اور وہ اسے سخت لہجہ میں ڈانٹ کر کہتے۔ اے شمشو! اپنی نظریں نیچی رکھا کر...........اور شمشو فوراً ہی سہم کر اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیتا۔ اس کی آنکھیں واقعی بہت خوفناک تھیں۔ بڑی بڑی قدرے گول چمکدار آنکھیں جن کے کناروں پر گہری سرخی تھی۔ وہ جس کی طرف ایک بار نظر اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ وہ ایک بار تو خوف سے کپکپا کر رہ جاتا تھا۔

شمشو کے بارے میں لوگوں کو صرف اس قدر ہی معلوم تھا کہ پچھلے برسوں نجانے کونسی بیماری کے سلسلہ میں ان کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے اسے پڑھا ہوا پانی دیا۔ اور وہ پانی پی کر دو چار دن ہی میں تندرست ہو گیا تھا اور پھر بجائے واپس جانے کے ان ہی کا ہو رہا۔ شمشو نہ صرف جسمانی لحاظ سے تندرست و توانا تھا بلکہ اس کی چند حرکتیں بھی عام لوگوں سے مختلف تھیں...........وہ اس وقت تک جب تک کہ پیر حاضر شاہ اٹھ نہیں جاتے لالٹین ہاتھ میں تھامے پتھر کے بے جان مجسمہ کی مانند کھڑا رہتا۔ بات وہ تو کرتا ہی نہیں تھا اگر پیر حاضر شاہ کوئی حکم دیتے تو پلک جھپکتے میں بجا لاتا۔ اس کی چال نہایت تیز تھی۔ اگر وہ کوئی بات پوچھتے تو "ہوں" "ہاں" میں جواب دیتا۔ اسے بولتے تو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن ایک دو آدمیوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے شمشو کی آواز سنی ہے۔ اس کی آواز بالکل اس طرح کی ہے جیسے دور کہیں بادل گرج رہے ہوں۔

☆xxxxxxxxxxx☆

اس بار جب نواب صاحب شکار کھیل کر چلے گئے تو خان بہادر نے حسب دستور شکار کئے ہوئے جانوروں کا گوشت اپنے دوستوں میں تقسیم کر ایا۔ اور کچھ گوشت ایک تھال میں لے کر پیر حاضر شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب خان بہادر ان کے گھر پہنچے تو کافی دن چڑھ آیا تھا اور پیر حاضر شاہ شمشو کے ہمراہ مسجد میں بچوں کو قرآن پاک

www.ksars.org

پڑھانے جا رہے تھے.........خان بہادر کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ کچھ لائے ہیں۔ لہٰذا دروازہ کے درمیان روک کر پوچھا.......... کہو بھئی ہمارے لئے کچھ لائے ہو کیا؟

ہاں! گوشت لایا ہوں..........خان بہادر نے جواب دیا۔ آج صبح نواب صاحب محل چلے گئے۔ لہٰذا سوچا کہ سب سے پہلے آپ کو حصہ پہنچا دوں۔

یہ کہہ کر انہوں نے تھال آگے بڑھا دیا۔ پیر حاضر شاہ نے تھال پر پڑا ہوا کپڑا چٹکی سے پکڑ کر ذرا سا ہٹا کر دیکھا اور پھر نہایت ہی سپاٹ لہجہ میں کہا۔ یہ تو حرام ہے۔

خان بہادر یہ سنتے ہی چونک پڑے۔ پیر حاضر شاہ ہرن کے گوشت کو حرام کہہ رہے تھے۔ ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور وہ کسی قدر ناگواری سے بولے۔ یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟

ہاں بھئی ہمیں کیا معلوم..........انہوں نے بھولے پن سے کہا۔ یہ شمشو کہتا ہے۔

شمشو کا نام سن کر خان بہادر نے اس کی طرف دیکھا اور چڑ کر کہا۔ اسے کیا معلوم..........یہ کیا جانتا ہے؟..........پیر حاضر شاہ نے قدرے تعجب سے کہا۔ اسے تو سب کچھ معلوم ہے۔

یہ بھی تمہاری طرح پیر ہے کیا؟..........خان بہادر نے اس ہی انداز میں طنز کیا۔

پیر نہ سہی..........پیر حاضر شاہ نے سپاٹ لہجہ میں جواب دیا۔ پیر کی صحبت میں تو رہتا ہے اور تم تو جانتے ہو کہ پارس سے چھو کر تانبا سونا بن جاتا ہے۔

یہ تو ٹھیک ہے۔ خان بہادر نے جواب دیا۔ لیکن اس کی یہ حرام و حلال والی بات اپنی سمجھ میں نہیں آئی۔ تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ پیر حاضر شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ بس شمشو نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ اس کے ساتھ

www.ksars.org

ہی انہوں نے جانے کے لئے قدم بڑھایا۔ خان بہادر نے روکتے ہوئے کہا۔ واہ............ یہ کیا بات ہوئی۔ تمہارا خادم جو کہہ دے گا سچ مان لو گے۔

یہ جھوٹ نہیں بول سکتا............ پیر حاضر شاہ نے رازداری سے کہا۔

اس کے سچ بولنے کا ثبوت کیا ہے؟ خان بہادر نے جھنجھلا کر پوچھا۔

پیر حاضر شاہ نے ایک نظر شمشو کی طرف دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے پیچھے ہی کھڑا تھا............ پھر انہوں نے خان بہادر کی طرف جھک کر سرگوشی سے کہا۔ اس کی آنکھیں دیکھتے ہو؟............ یہ سات پردوں کے پیچھے تک دیکھ لیتا ہے۔

www.ksars.org

وحدانیت

چھوڑو یار............خان بہادر نے بے تکلفی سے کہا............ اپنی پیری اور شمشو کا رعب کسی اور پر جمانا۔ مجھ پر یہ جادو نہیں چلے گا۔

اچھا بھئی............اگر تم نہیں مانتے ہو تو ابھی تصدیق ہو جاتی ہے۔ پیر حاضر شاہ نے تمکنت سے جواب دیا اور پھر شمشو سے بولے............جا۔ اس ملازم کو لے آ جس نے اسے ذبح کیا تھا۔

پیر حاضر شاہ کا حکم سنتے ہی شمشو نے تعمیل حکم میں گردن جھکائی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر کی طرف چل دیا۔ اسے اس طرح جاتا دیکھ کر خان بہادر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولے............پیر حاضر شاہ تمہارے اس ملازم کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ انسان نہیں، جن ہے۔ یہ بات سن کر پیر حاضر شاہ کھکھلا کر ہنس دیئے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔ چلو............باہر چلتے ہیں۔

ابھی ان دونوں کو باہر آئے ہوئے چند منٹ گزرے تھے کہ............شمشو پیپل کے درخت کے پیچھے سے خان بہادر کے ایک ملازم کے ساتھ نمودار ہوا۔ ملازم کو اتنی جلدی سامنے دیکھ کر خان بہادر کو تعجب ہوا۔ لیکن انہوں نے اس پر توجہ دینے کے بجائے اپنے ملازم کو ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔ کیوں بے............گولی لگنے کے بعد تو نے یہ ہرن کو ذبح کیا تھا؟

کیا تو تھا حضور! ملازم نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ لیکن مجھ سے بھول ہو گئی ہے۔ ہرن کی گردن پر چھری چلاتے وقت تکبیر کہنا بھول گیا تھا۔

ابے نالائق۔ مردود یہ تو نے کیا کیا۔ خان بہادر غصہ سے چیخے............تو نے سارا گوشت حرام کر دیا، لے جا اسے۔ انہوں نے برتن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے حقارت سے کہا۔ پھر وہ پیر حاضر شاہ سے معذرت کرتے

www.ksars.org

ہوئے بولے۔ آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ بدبخت نے تمام گوشت خراب کر دیا۔ پھر وہ پیر پٹختے ہوئے اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔

☆×××××××××××☆

کبھی کبھار پیر حاضر شاہ کے پاس مریض بھی آتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوتے تھے جو کہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف سے لاعلاج قرار دے دیئے جاتے تھے۔ یہ مایوس لوگ بھولے بھٹکے پیر حاضر شاہ کی طرف آنکلتے تھے۔ پیپل کے درخت کی ایک شاخ سے جو کہ قدرے نیچے کو جھکی ہوئی تھی۔ سرکنڈوں کی ایک بوسیدہ سی ٹوکری لٹکی رہا کرتی تھی۔ جس میں سے شمشو ہاتھ بڑھا کر وہی پھل نکالتا تھا۔ جس کا نام پیر حاضر شاہ لیتے تھے مثلاً اگر وہ کہتے کہ بھئی سیب دینا تو وہ سیب نکالتا۔ موسمی، انگور، غرضیکہ جس پھل کا بھی نام لیتے۔ شمشو اس ٹوکری میں ہاتھ ڈالتا اور پھر وہی مطلوبہ پھل اس کے ہاتھ میں ہو۔

پیر حاضر شاہ پھل پر پھونک مار کر مریض کو دیتے اور اسے تاکید کرتے کہ صبح ہی صبح نہار منہ کھا لینا۔ اللہ شفادے گا۔ اور واقعی مریض کو شفا ہو جاتی تھی۔ صحت یاب ہونے کے بعد وہ لوگ نذرانہ لے کر آتے لیکن پیر حاضر شاہ کچھ بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے کہتے کہ ایک ہزار بار درود شریف پڑھ کر میرے محبوب شافی محشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دینا۔ ان کا کہنا تھا کہ بہت سی انسانی بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے پھلوں میں رکھا ہے۔ اور صاحب بصیرت ہی سمجھ سکتا ہے کہ کونسا پھل کسی بیماری کے لئے تریاق ہے۔

بعض دفعہ محلے کی خواتین اپنے بچوں کی نظر وغیرہ اتروانے آتی تھیں۔ وہ دل ہی دل میں کچھ پڑھ کر بچہ کے چہرہ پر پھونک مارتے اور دوسرے ہی لمحہ روتا ہوا بچہ خاموش ہو جاتا اور کھیلنے لگتا۔

☆×××××××××××☆

www.ksars.org

اس واقعہ کے بعد خان بہادر پیر حاضر شاہ سے متاثر ہو چکے تھے۔ لیکن ان کے دل میں شک و شبہ بھی رہتا تھا۔

پیر حاضر شاہ واقعی کچھ ہیں یا نہیں۔ یہ جاننے کی خاطر اکثر خان بہادر بھی نماز عشاء کے بعد ان کے پاس آنے لگے اور کبھی کبھی ہنسی ہنسی میں بحث و مباحثہ بھی شروع کر دیتے۔ جس میں دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے۔ اس نوک جھونک میں نوجوان بھی ہوتے اور جہاندیدہ بوڑھے بھی۔ رفتہ رفتہ یہ ایک ایسی مجلس بن گئی جس میں ہر طرز فکر کے لوگ شامل ہونے لگے۔ ہر شخص کو بولنے کی اجازت تھی، ہر شخص کو اظہار خیال کا حق حاصل تھا۔ تصوف کے بارے میں نہایت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز باتیں ہوتی تھیں۔ نفسیات اور مابعد النفسیات کے بارے میں منفی اور مثبت بحث ہوتی تھی اور جب کبھی دو متضاد ذہن آپس میں الجھ جاتے تو پیر حاضر شاہ درمیان میں بول کر انہیں سلجھا دیتے۔

ان کی مجلس میں کبھی بھی ناشائستگی نہیں پیدا ہوئی۔ جب کبھی بھی انہیں کسی کی ناراضگی یا دل شکنی کا شبہ ہوتا تو وہ گفتگو کا موضوع نہایت ہی موثر انداز میں کسی اور جانب موڑ دیتے۔

اس ہی طرح ایک دن عشاء کی نماز کے بعد پیر حاضر شاہ کی محفل پیپل کے درخت کے نیچے جمی ہوئی تھی۔ خان بہادر بھی اس محفل میں موجود تھے۔ موضوع گفتگو "وحدانیت" تھا جو کہ دو نوجوانوں اور تین بزرگ قسم کے اشخاص کے درمیان زیر بحث تھا۔

اچانک ایک نوجوان نے اپنے مقابل بزرگ سے سوال کیا.......... اگر اللہ ہے تو کہاں ہے ؟

اللہ ہے.......... اور ہر جگہ موجود ہے۔ ان بزرگ نے تیز و تند لہجہ میں جواب دیا۔

اگر اللہ ہے اور ہر جگہ موجود ہے تو پھر عرش معلیٰ پر کیا ہے؟ اس ہی نوجوان نے پھر پوچھا۔

وہاں بھی خدا ہے.......... انہی بزرگ نے دوبارہ جواب دیا۔

www.ksars.org

واہ..........یہ کس طرح ممکن ہے..........ایک دوسرا نوجوان بولا۔ عرش پر بھی خدا ہے اور فرش پر بھی خدا ہے۔ گویا خدا کا ایک وجود بیک وقت دو مقام پر موجود ہے۔

ہاں..........خدا اس ہی طرح ہے۔ ان بزرگ نے اطمینان سے جواب دیا۔

عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ نوجوان نے کہا۔ ایک وجود دو مقام پر کس طرح ہو سکتا ہے؟

تمہاری عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ ایک اور بزرگ نے چڑ کر کہا۔ باری تعالیٰ تو وہ ہستی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور یہ بدعقلے..........دوسرے بزرگ نے چڑ کر کہا۔ باری تعالیٰ کو عرش اور فرش پر ڈھونڈ رہے ہیں۔

ناراض نہ ہوں..........پہلے والے نوجوان نے تحمل سے کہا۔ ہم صرف اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں ہم کئی دنوں سے آ رہے ہیں۔ دوسرے نوجوان نے کہا۔ ہم نے اس مجلس میں مختلف موضوعات پر گفتگو سن کر یہ اندازہ لگایا کہ ہمیں اپنے سوالوں کا جواب یہیں سے ملے گا۔ اور آج کی محفل میں ہم نے اس ہی وجہ سے یہ موضوع چھیڑا ہے۔ پہلے والے نوجوان نے اپنے ساتھی کی تائید میں کہا اگر ہماری اس گفتگو سے آپ حضرات کی دل شکنی ہوئی ہے تو ہم چلے جاتے ہیں۔

نہیں..........پیر حاضر شاہ نے ان کے اٹھنے سے پہلے ہی کہا۔ اس محفل میں ہر کسی کو اظہار خیال کی آزادی ہے۔ پھر انہوں نے معنی خیز نظروں سے ان بزرگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر اس محفل میں کسی کو تسلی بخش جواب نہیں دیا جا سکتا تو بھی ہمارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ سوال کرنے والے کو رنجیدہ نہ کریں۔ پھر وہ نوجوان سے براہ

www.ksars.org

راست مخاطب ہوئے۔ صاحبزادوں! تم نے اپنے شعور کے مطابق وجود باری تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کا اطمینان بخش جواب نہیں ملا۔

دونوں نوجوانوں نے یہ سن کر تائیدی انداز میں گردن ہلا دی۔ اور ان میں سے ایک نے کہا۔

حضرت آپ کی اس محفل میں ہم بڑی امیدیں لے کر آئے ہیں۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے ذہنوں میں جو تجسس ہے اس کا تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

میں جانتا ہوں..........میں جانتا ہوں..........پیر حاضر شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اگر ان بزرگ کی اس بات کو مان لیا جائے کہ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ دوسرے نوجوان نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا..........تو دو باتوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ عرش معلیٰ پر نہیں ہے..........دوئم یہ کہ اللہ واحد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے کئی وجود ہیں اور اس کے یہی وجود ہر انسان کی شہ رگ کے قریب ہیں..........یہ بات سن کر وہ بزرگ جنہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ سوالیہ انداز میں اپنے دوسرے بزرگ ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ ان بزرگ کو لاجواب پا کر پیر حاضر شاہ نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عرش اور فرش کی باتیں تو بعد کی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس ذات کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیئے۔ جو زیر بحث موضوع کا مرکز ہے۔

بالکل..........بالکل..........نوجوان خوشی سے بولا۔ آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی..........ہمارا اصل مقصد تو یہی تھا..........ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا واقعی اللہ کا وجود ہے یا یہ سب مفروضہ ہے۔ اوہام کی ایجاد ہے۔

یہ تو کفر ہے..........ایک عمر رسیدہ بزرگ نے غصہ سے کہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود سے انکار کرنے والا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

www.ksars.org

اس ذات اقدس کے بارے میں تو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ایک دوسرے بزرگ بولے۔ آج کل کے نوجوانوں کے دماغ میں شیطان بس گیا ہے اور وہ باری تعالیٰ کے بارے میں بھی شک کرنے لگے۔

توبہ............توبہ............ایسی محفل میں بیٹھنا بھی گناہ ہے۔ تیسرے عمر رسیدہ بزرگ نے نہایت ہی نفرت و غصہ سے کہا اور جانے کے لئے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

پیر حاضر شاہ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے نہایت ہی ملائم لہجہ میں کہا۔ بیٹھئے! حضرت............بیٹھئے۔ کیا کریں گے بیٹھ کر............ان بزرگ نے جھنجھلا کر کہا۔ آپ پیر بنے بیٹھے ہیں اور اپنی صحبت میں ایسے لوگوں کو بھی بیٹھنے دیتے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے۔

ہم ایسے ہی لوگوں کے لئے تو بیٹھے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے ہنس کر کہا۔ ہم ایسے ہی لوگوں کے تو پیر ہیں۔ پھر وہ ہاتھ سے دوبارہ اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ آپ بیٹھ تو جائیں اور ذرا میری بات سن لیں۔

اتنی بات سن کر وہ بزرگ اظہار بیزارگی کرتے ہوئے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے............معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ان کے کاندھوں پر زور دے کر بٹھایا ہے۔

☆×××××××××××☆

پیر حاضر شاہ نے حاضرین محفل پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر یوں بولے۔ آج ان نوجوانوں نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ پوچھا ہے۔ مجھے اس پر حیرت بھی ہے اور خوشی بھی............پھر انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ حیرت اس وجہ سے کہ مسلمان ہو کر بھی ان نوجوانوں کو وجود باری تعالیٰ پر شک ہے اور خوشی اس وجہ سے ہے کہ ان نوجوانوں کے ذہنوں میں وجود باری تعالیٰ کے بارے میں جو شک و شبہ تھا، انہوں نے بے دھڑک بیان کر دیا۔ انہیں شرم آنی چاہئے............ایک بزرگ نے غصہ سے کہا............یہ بے ایمان ہیں۔

www.ksars.org

یہ سن کر ان دونوں نوجوان لڑکوں نے پیشانی پر بل ڈال کر ناگواری سے ان بزرگ کی طرف دیکھا۔ اور ان میں سے ایک نے نہایت ہی سخت لہجہ میں پوچھا............ایمان............ایمان کیا ہوتا ہے؟

ایمان............ایمان............ہوتا ہے۔ بزرگ نے سٹپٹا کر جواب دیا۔

وہ دونوں نوجوان بزرگ کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کچھ اور کہنا ہی چاہتے تھے کہ پیر حاضر شاہ نے بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ہمیں ان نوجوانوں کی بات پر ناراض ہونے یا فتویٰ صادر کرنے کی بجائے جواب دینا چاہئے۔ تا کہ ان کا ذہن صاف ہو جائے اور اگر ہم ایسا نہیں کر سکے تو............انہوں نے ایک لمحہ رک کر کہا۔ تو ہم خود بے ایمان ہیں۔

وہ کیسے؟............ایک شخص نے بے ساختہ پوچھا۔

اس لئے............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ کہ ہم وجود الٰہی پر جس طرح ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم "اس ہی زاویہ سے" ان نوجوانوں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین دلانے میں ناکام رہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا ایمان بھی ناقص ہے اور اس طرح ہم بھی "بے ایمان" ہیں لیکن یہ لوگ ہماری بات سمجھیں بھی تو............ایک اور شخص بولا۔ ان کی سمجھ میں تو کوئی بات آتی ہی نہیں۔

دراصل............یہ سوال اتنا پیچیدہ اور اشتعال انگیز ہے کہ اسے سننے کے بعد ہر شخص جذباتی ہو جاتا ہے اور وہ عقل و شعور سے جواب دینے کی بجائے جذبات میں بے معنی دلائل دینے لگتا ہے۔ پیر حاضر شاہ نے کہا............اور شیطان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ انسان کو اس معاملہ میں کچھ سوچنے نہ دے لیکن یاد رکھئے............انہوں نے تنبیہہ کے انداز میں کہا............اگر ہم نے ان نوجوانوں کے شک و شبہ کو دور نہیں کیا۔ تو سارا گناہ ہمارے ذمہ ہو گا اور قیامت کے دن ہم سے جواب طلبی ہو گی............اور اگر ہم انہیں وجود الٰہی کا یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے............تو سمجھئے نجات پا گئے۔

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ کی بات سن کر وہ لوگ جن کے دلوں میں ان نوجوانوں کے خلاف ہو چلی تھی یہ سوچنے لگے.......... کہ واقعی اگر ہم نے ان مشتبہ ذہن کے نوجوانوں کو "وحدانیت" کا یقین نہیں دلایا تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟

اب ہر شخص اپنی جگہ پر دلائل سوچنے لگا۔ اور محفل میں کچھ دیر کے لئے سکوت چھا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک بزرگ نے اس خاموشی کو یہ کہہ کر توڑا۔ بھئی دیکھئے۔ وجود الٰہی روشنی کی مانند ہے۔

روشنی.......... کو دیکھ تو سکتے ہیں.......... ایک نوجوان نے جواب دیا۔ "اللہ" تو نظر ہی نہیں آتا۔ اللہ کو دیکھنے کے لئے دل کی آنکھ چاہئے۔ ان بزرگ نے بھنویں چڑھا کر کہا۔

آپ نجانے کیسی بات کہہ رہے ہیں۔ اس ہی نوجوان نے بیزاری سے کہا۔ ہمارے پاس جو آنکھیں ہیں جو ذریعہ بصارت ہیں۔ ہم اس ہی ذریعہ سے "اللہ" کو دیکھ سکتے ہیں۔

تو گویا تم "اللہ" کے وجود پر اعتبار کرتے ہو۔ ایک دوسرے بزرگ نے فاتحانہ لہجہ میں کہا۔

جی نہیں.......... نوجوان نے سپاٹ لہجہ میں جواب دیا۔ میں تو صرف ان کی بات کا جواب دے رہا تھا جو کہ "اللہ" کو دیکھنے کی خاطر "دل کی آنکھ" کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ دل کی آنکھ کونسی ہوتی ہے.......... دوسرے نوجوان نے بڑی ہی تمسخر سے پوچھا؟

یہ سن کر وہ بزرگ جنہوں نے یہ بات کہی تھی کچھ جھینپ سے گئے۔ ان کی جھینپ مٹانے کی خاطر ایک اور بزرگ بولے۔ ارے میاں.......... تم اتنی سی بات نہیں سمجھ پا رہے ہو کہ اس دنیا کو بنانے والا کوئی تو ہے.......... اور جس نے یہ دنیا بنائی ہے۔ بس وہی اللہ ہے۔

لیکن.......... میں نے جب ہوش سنبھالا ہے۔ اس دنیا کو ایسا ہی دیکھ رہا ہوں.......... نوجوان نے جواب دیا۔ میں یہ کیسے مان لوں کہ اسے بنانے والا بھی کوئی تھا.......... اور اسے "اللہ" کہتے ہیں۔

www.ksars.org

نوجوان............حاضر شاہ بولے............تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تم نے اس دنیا میں وجود پایا ہے میں نے کہاں وجود پایا............مجھے اس کا علم نہیں۔ نوجوان نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

البتہ جب میں شعور کی منزل میں داخل ہوا تو مجھے اپنے ارد گرد کے ماحول کا احساس ہوا۔ مجھے پتہ چلا کہ اس ماحول کو "دنیا" کہتے ہیں۔

لیکن شعور کی منزل میں داخل ہونے سے قبل تم کہاں تھے۔ پیر حاضر شاہ نے پوچھا۔ نوجوان یہ سوال سن کر جواب طلب نظروں سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

تم اس سے قبل بھی دنیا میں موجود تھے۔ پیر حاضر شاہ نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا۔ لیکن شعور سے نابلد ہونے کی وجہ سے تمہیں کچھ علم نہیں تھا۔ تم اپنی ماں کی آغوش میں ایک مفلوج انسان کی مانند رہتے تھے اور اس سے قبل............وہ اپنے الفاظ پر زور دے کر بولے۔ جب تم بطن مادر میں تھے تو بھی اس ہی دنیا میں موجود تھے............تمہاری ماں............تمہارا بوجھ اٹھائے اس ہی دنیا میں پھرتی تھی۔ اور اس طرح تم بالواسطہ اس ہی دنیا میں موجود تھے............تم اپنی پیدائش کے پہلے مرحلہ سے لے کر اس وقت تک اس دنیا سے وابستہ ہو۔

دونوں نے اس انداز میں سر ہلایا۔ جیسے بات ان کی سمجھ میں آ رہی ہو............ محفل میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی پیر حاضر شاہ کو توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ تم اپنی ارتقاء کی تینوں منزلوں میں سے صرف دو منزلوں کے ماحول سے ناآشنا ہو............پیر حاضر شاہ نے کہا............اول جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے............دوئم جب تم نے اس دنیا میں آنکھیں کھولیں۔ البتہ جب تم اپنے وجود کی تیسری ارتقاء میں داخل ہوئے تو تمہارا شعور بیدار ہوا............اور پھر ہر چیز تمہارے سامنے موجود تھی۔

جی ہاں............دونوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

www.ksars.org

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی شئے کی پہچان اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک شعور بیدار نہ ہو۔ پیر حاضر شاہ نے جیسے پوچھا۔

دونوں نے ایک ساتھ اقرار کے انداز میں گردن ہلائی۔

اور............شعور اس ہی شئے کو پہچانتا ہے جس کا اس دنیا میں وجود ہو۔ پیر حاضر شاہ نے بتایا۔ یا جس کا اس دنیا سے واسطہ ہو............اور کسی بھی شئے کی پہچان اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس شئے کا نام نہ ہو۔ اور نام اس شئے کے معنی بتاتا ہے۔ تو نام کا مطلب معنی ہوئے اور مطلب ''موجودگی'' کے ہوئے۔ اس کے بعد پیر حاضر شاہ نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ اصل بات یہ ہوئی کہ کوئی بھی شئے اس وقت تک وجود میں نہیں آتی جب تک کہ اس کا نام نہیں ہوتا............یعنی ''معنی پہلے وجود میں آتے ہیں اور الفاظ بعد میں وضع کئے جاتے ہیں'' ....یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ وہ امور جن کا وجود نہیں ہوتا ان کے لئے الفاظ متعین نہیں کئے جاسکتے۔

یہ صحیح ہے۔ ایک نوجوان نے جواب دیا۔

تم نے میری بات کی تصدیق لفظ ''صحیح'' کہہ کر کی ہے۔ پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر کہا۔ حالانکہ صحیح کی شکل و صورت سے تم قطعی نابلد ہو............لیکن لفظ صحیح نمائندگی کرتا ہے سچ کی۔ اور اس لفظ کے ساتھ ہی تمہارے شعور میں اس کے معنی بھی آجاتے ہیں۔ لہٰذا............اب شعور کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

وہ کیسے؟............دونوں نوجوانوں نے تعجب سے پوچھا۔

شعور کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پیر حاضر شاہ نے ویسے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔ بلکہ الفاظ اہمیت رکھتے ہیں۔ جب تک بجلی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس کا کوئی نام نہیں تھا۔ کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ لیکن آج............اس نام کے ساتھ ہی شعور میں اس کی موجودگی کا احساس ہو جاتا ہے۔

ان کی یہ بات سن کر دونوں پھٹی پھٹی نظروں سے پیر حاضر شاہ کو دیکھنے لگے۔

www.ksars.org

اس کے علاوہ............ پیر حاضر شاہ نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ کئی ایسے مظاہر قدرت بھی ہیں جنہیں انسان ہزاروں اور لاکھوں سال سے دیکھ رہا ہے۔ ان کے لئے جو الفاظ مقرر ہیں۔ انہیں ہزار ہا سال گزرنے کے باوجود بدلا نہیں جا سکا۔ چاند کو چاند............ سورج کو سورج، پہاڑ کو پہاڑ............ اور مٹی کو مٹی ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی شئے اپنے معنی کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ لہٰذا اب جبکہ لفظ "اللہ" وجود میں آیا ہے تو یقیناً اپنے معنی کے ساتھ آیا ہے اور اس کے معنی وہی ہیں جو کہ ہر ذی روح کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ کہ ایک ایسی ہستی جس نے سب کو بنایا۔ لیکن خود نہیں بنا۔ اتنا کہہ کر پیر حاضر شاہ ایک دم شمشو سے مخاطب ہوئے۔ کیوں............ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟

شمشو نے جواب میں تائیدی انداز سے گردن ہلائی۔

دونوں نوجوانوں کے چہروں سے اطمینان نمایاں ہو رہا تھا۔ پیر حاضر شاہ کی اس منطقی دلیل سے غالباً ان کے ذہن کھل گئے تھے۔ وہ پیر حاضر شاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے محفل سے اٹھ گئے۔

☆××××××××××☆

ان دونوں نوجوانوں میں سے ایک کا نام "ہری رام" تھا اور وہ اس ہی بستی کے کناروں پر واقع شیو بھگوان کے مندر میں مقیم تھا۔ اس بستی میں صرف اس کا یہی ایک دوست تھا۔ جس کے ہمراہ وہ پیر حاضر شاہ کی محفل میں شریک ہوا تھا۔

ہری رام ایک پڑھا لکھا نوجوان تھا۔ اس کا انداز گفتگو نہایت ہی جارحانہ تھا۔ لیکن لہجہ نہایت ہی مہذبانہ اس کے ماں باپ کون تھے۔ اس کا خاندان کیا تھا۔ اور وہ کس شہر سے آیا تھا۔ کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔

اسے ماورائی علوم سیکھنے کا شوق تھا اور شیو بھگوان کے مندر میں پنڈت جی سے تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ پنڈت جی کی عمر سو سال سے زیادہ تھی اور ایام گوشہ نشینی میں زندگی گزار رہے تھے۔

www.ksars.org

ہندوستان جس کو دیوی اور دیوتائوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ شیو دیوتا کو بھی ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ کئی ہزار سال سے یہ روایت چلتی آ رہی ہے کہ شیو بھگوان نیک اور خدمت گزار منش ہی کے چرنوں میں رہ سکتا ہے۔

شیو بھگوان کی مورتی جس جگہ نصب تھی۔ اس کے عین پیروں کے نیچے ایک تہہ خانہ تھا۔ اس تہہ خانہ میں ہی کوئی ماورائی علوم کی تعلیم حاصل کر سکتا تھا۔ اور پھر اس کے مرنے سے قبل ہی شیو دیوتا نئے پجاری کو اپنی لافانی طاقتوں سے نواز دیا کرتے تھے۔

مرنے والے کے کریا کرم کے ساتھ ہی شیو دیوتا کے نے پجاری کو مرگ چھالے پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ اس سگھاسن پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اس شخص کو تمام مرئی اور غیر مرئی طاقتوں کا بادشاہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ جس کا کام نہ صرف انسانیت کی خدمت کرنا اور دکھی لوگوں کی مصیبتوں کو دور کرنا ہوتا تھا۔ بلکہ اسے شیو دیوتا کی خدمت کے لئے خاص داسیوں اور چھوٹے پجاریوں کی بھی نگرانی کرنا ہوتی تھی۔

کہتے ہیں کہ جب تک شیو دیوتا اپنا نیامہان پجاری تیار نہ کر لیں ان کے پرانے پجاری کو موت نہیں آتی تھی............اس انتخاب میں کامیاب ہونے کے بعد منتخب شخص کو سخت عبادت و ریاضت سے گزرنا ہوتا تھا اور ہری رام اس ہی امتحان سے گزر رہا تھا۔

☆××××××××××☆

اس شہر میں آنے کے کچھ ہی دن بعد اس نے پیر حاضر شاہ کے بارے میں اڑتی اڑتی خبریں سنیں تھیں۔ کچھ دن تک رات کو دور سے انہیں پیپل کے درخت کے نیچے چند لوگوں کے ہمراہ بیٹھے دیکھتا رہا............اور پھر ایک دن............وہ ہمت کر کے ان کی محفل میں پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ غیر مذہب کا یہ اچھوت خالی خولی لوگوں پر رعب جمانے کی خاطر پیر بنا بیٹھا ہے۔ لیکن اس پہلی ملاقات ہی میں اس کے اندازے غلط ثابت ہو چکے تھے۔

www.ksars.org

اس نے پیر حاضر شاہ سے ''وحدانیت'' کے متعلق جتنے بھی سوالات کئے تھے۔ ایک مسلمان کے انداز میں کئے تھے۔ ابھی اس کی وضع قطع سادھوئوں یا پنڈتوں جیسی نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر پیر حاضر شاہ سے اپنا ظاہر چھپانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یا پھر............ پیر حاضر شاہ نے مصلحتاً اس کی ذات کو ظاہر نہیں کیا تھا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام

شیو دیوتا کے مہان پجاری کے عہدہ پر فائز ہونے سے قبل اس کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر اس کے ذہن میں دھرتی کے بارے میں کوئی بھی سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ جس ذریعہ سے بھی چاہے تسلی کر سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ روحانی علوم پر دسترس انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کے ذہن میں ''تجسس'' کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ مظاہر قدرت کے بارے میں ''کیوں اور کیسے'' کے الجھاؤ میں وہ حقیقی راہ پا لیتے ہیں۔ ان کی نگاہوں کے سامنے سے حجاب اٹھتے چلے جاتے ہیں.......... غور و فکر کے بے کراں سمندر میں غوطہ زن رہنے والے بالآخر ''نقطہ حقیقت'' کو پا لیتے ہیں.......... اور پھر ان کے لئے کوئی راز راز نہیں رہتا ''غیب غیب'' نہیں ہوتا لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہی ممکن ہے جبکہ غور و فکر کرنے والے ذہن کو صحیح راہنمائی بھی مل جائے۔ مظاہر قدرت کی گتھیوں کو سلجھانے والا بذات خود ان گتھیوں کو سمجھ چکا ہو۔

ہری رام ماورائی علوم کے ابتدائی درس حاصل کر رہا تھا۔ اس کا وسیلہ شیو دیوتا اور اس کا مہان پجاری تھا.......... وہ اعلیٰ ذہن کا نوجوان تھا اور کائنات کو اپنے مذہبی نظریہ سے سمجھتا تھا۔ وہ اپنے علم میں اضافہ کرنے کی خاطر ہی پیر حاضر شاہ کے پاس آیا تھا۔ وہ اس معاملے میں انتہا پسند قسم کا متعصب نہیں تھا۔ لیکن جبلی طور سے مذہبی عناد ضرور رکھتا تھا.......... وہ اس مقولہ پر کاربند تھا کہ اگر اپنے علم میں اضافہ چاہتے ہو تو جاہلوں کی صحبت میں بیٹھو۔

پیر حاضر شاہ سے پہلی ملاقات میں وہ جان گیا تھا کہ اس کی ملاقات کسی غیر معمولی شخص سے ہوئی ہے اس کے باوجود اس کی نظر میں پیر حاضر شاہ کی کوئی قدر و منزلت نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ وہ چاہتا تھا کہ پیر حاضر شاہ سے ان عالمی معاملات پر بھی گفتگو کر لے جو اکثر روحانی اور مذہبی و غیر مذہبی لوگوں کے زیر بحث رہتے ہیں.......... اور ہر طرز

www.ksars.org

فکر کے لوگ اس بارے میں اپنے نظریات پیش کرتے رہتے ہیں۔اس کائنات کی فنا اور بقا کے بارے میں اپنے اس تجسس کا جواب اس کے پاس موجود تھا۔ پھر بھی وہ مزید تسلی کے لئے پیر حاضر شاہ کے نظریات جاننا چاہتا تھا۔ اور اس مقصد کی خاطر وہ ایک ماہ بعد پھر ان کی محفل میں پہنچ گیا۔

☆××××××××××☆

پیر حاضر شاہ حسب دستور پیپل کے نیچے بیٹھے حاضرین مجلس سے مصروف گفتگو تھے۔ موضوع سخن بھی اس دنیا ہی کے بارے میں تھا۔ وہ بڑے ہی فلسفیانہ انداز میں کہہ رہے تھے۔ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے، جس انداز سے جس جاندار کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب "لوح و قلم" کا مظہر یا وجود ہے۔ اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ "وجود" صرف علم ہے اور علم صفات کا عکس ہے تو پھر صفات کا عکس ہی علم ہوا۔

وہ کس طرح .... ہری رام نے اچانک سوال کیا۔

فرد کی زندگی سے متعلق علم کی تمام تجلیاں اس کی روح اعظم میں فکر کی تجلیاں روح انسانی میں اور علم کے تمام نقوش روح حیوانی میں ریکارڈ ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ عام حالات میں ہماری نظر اس طرف کبھی نہیں جاتی کہ موجودات کے تمام اجسام اور افراد میں ایک مخفی رشتہ ہے۔

لیکن .... وہ خفیہ رشتہ ہے کونسا .... ہری رام نے پوچھا۔

اس رشتہ کی تلاش سوائے اہل روحانیت کے اور کسی قسم کے اہل علم اور اہل فن نہیں کر سکتے۔ پیر حاضر شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ حالانکہ اس ہی رشتہ پر کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔ یہی رشتہ تمام آسمانی اجرام اور اجرام کے بسنے والے ذی روح اور غیر ذی روح افراد میں ایک دوسرے کا تعارف ہے۔

جناب میں اس ہی رشتہ کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں .... ہری رام نے اصرار کے انداز میں کہا۔

www.ksars.org

اس کی مثال یوں سمجھ لو............پیر حاضر شاہ نے پہلو بدل کر کہا۔ ہماری نگاہ جب کسی ستارے پر پڑتی ہے تو ہم اپنی نگاہ کے ذریعے ستارے کو محسوس کرتے ہیں۔ ستارہ کبھی ہماری نگاہ کو اپنے نظارہ سے نہیں روکتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ اگر کوئی مخفی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی نظارہ ہماری زندگی کو قبول کرنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ یہی وہ مخفی رشتہ ہے۔

آپ کی اس بات سے............ہری رام نے سوچتے ہوئے جواب دیا............اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ تمام کائنات ایک ہی ہستی کی ملکیت ہے۔

تم نے بالکل صحیح سمجھا ہے............پیر حاضر شاہ نے خندہ پیشانی سے کہا۔ اگر کائنات کے اجسام مختلف ہستیوں کی ملکیت ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے میں تصادم ہو جاتا کیونکہ ایک ہستی کی ملکیت دوسری ہستی کی ملکیت سے متعارف ہونا ہرگز پسند نہیں کرتی۔

تو پھر............یہ کائنات فنا کس طرح ہوگی۔ ہری رام نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

انسان اور دوسری تمام موجودات کی طرح یہ دنیا بھی جسم واحد ہے۔ پیر حاضر شاہ نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا۔ اور جس طرح انسان بقا پانے کے بعد فنا کی طرف دوڑ رہا ہے اس ہی طرح مادی کائنات کی طبعی عمر بھی روز بروز گھٹتی جا رہی ہے اور............جب وہ زندگی کی آخری حد پر پہنچ جائے گی تو فنا ہو جائے گی۔

لیکن پیر صاحب............ہری رام نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ سائنس تو اس بات کو نہیں مانتی۔

سائنس اور مذہب............پیر حاضر شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں سامنے کر کے جواب دیا۔

www.ksars.org

حقیقت تک پہنچنے کے لئے دو مختلف ذرائع ہیں۔ سائنس کا کام مادیت کے پر پیچ راستوں کے ذریعہ حق و صداقت تک پہنچانا ہے۔ اور مذہب کا کام بھی یہی ہے............ جبکہ سائنس میں نظریات ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔

پیر حاضر شاہ کا جواب سن کر ہری رام خاموش ہو گیا............ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک پکی عمر کے پڑھے لکھے شخص نے جو کہ اس ہی محلے کے رہنے والے تھے۔ اور ایک دوسرے شہر کے انگریزی اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہ چکے تھے............ لوگ انہیں مرزا جی کے نام سے جانتے تھے............ برجستہ اعتراض کیا۔

صاحب! آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ سائنسی نظریات کو غلط ثابت کرنے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔

میں دعویٰ کر سکتا ہوں۔ پیر حاضر شاہ نے اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہا............ ان کے چہرہ پر ایک دم جلال سا چھا گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ انہوں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند کر لیں جیسے غیر شائستگی میں کوئی غیر مانوس سی بات کہہ دی ہو............ اب ان کا چہرہ پھر پہلے ہی کی طرح پر سکون تھا۔ انہوں نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔ سائنس کا یہ اصول ہے کہ جب بھی نئے مفروضات بنتے ہیں، پرانے نظریات کو رد کر دیا جاتا ہے۔ آج کتنے لوگ ہیں جو ڈارون ڈی ورتیر اور مورگن کے نظریات کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔ ان کے بعد جو مفکر آئے اور انہوں نے جو بھی نظریہ پیش کیا۔ اس نے پرانے نظریہ کی ہمیشہ نفی کی ہے۔ لیکن............ مذہب کا کوئی اصول کوئی نظریہ کبھی نہیں بدلتا۔

ہری رام نے موقع کی مناسبت سے کہا............ لیکن سائنس زمانے کے لحاظ سے کوئی نظریہ پیش تو کرتی ہے۔ جبکہ مذہب پرانے نظریات کو سینہ سے لگائے رکھتا ہے۔

یہ غلط ہے............ پیر حاضر شاہ نے حسب عادت مسکرا کر جواب دیا۔ دراصل سائنس کا کوئی نظریہ ہے ہی نہیں۔ جو کچھ ہے............ وہ مذہب کا نظریہ ہے اور سائنس صرف ان اشاروں کنائیوں کی تحقیق و تشریح کرتی ہے

www.ksars.org

جو کہ قطعی طور سے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں.........جبکہ اہل ایمان کا زاویہ فکر وحدانیت پر قائم ہے۔

وہ کس طرح.........مرزا جی نے تعجب سے پوچھا۔

پہلے اس بات کو اچھی طرح سے جان لو.........پیر حاضر شاہ نے سنجیدگی سے کہا کہ علم انسانی نے صرف وہ حقائق اور قوانین معلوم کئے ہیں جن سے یہ کائنات بنی ہے مثلاً پانی کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ اس میں حیات ہے۔ اب انسان نے یہ اشارہ پا کر پانی کی افادیت کی جستجو کی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ پانی دو اجزاء ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مرکب ہے.........لیکن انسان کا علم پھر بھی اتنا ناقص ہے کہ وہ نہ تو ان دونوں اجزا کو بنا سکتا ہے اور نہ ہی.........ان اجزا کو ملا کر زمین پر موجود پانی کی طرح پانی بنا سکتا ہے۔

یہ کام تو کوئی بھی نہیں کر سکتا.........خان بہادر دیر سے خاموش تھے۔ ایک دم بول اٹھے.........پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ تصوف کی دنیا کے باسی علم الدنی کے طالبعلم جانتے ہیں کہ پانی کن مقداروں سے بنتا ہے۔

ناممکن.........قطعی ناممکن.........مرزا جی نے پرزور الفاظ میں تردید کی۔

شاید تم نے.........اللہ کے برگزیدہ بندوں کے وہ کارنامے نہیں سنے.........پیر حاضر شاہ نے یاددہانی کرانے والے لہجہ میں کہا۔ جن کو اس دنیا کے لوگ کرامات کہتے ہیں۔ تاریخ انسانی اس قسم کے محققین اور سائنسدانوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ اور جن کو لوگ صوفیاء اور اولیاء اللہ کے نام سے پکارتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ان لوگوں کے لئے ہے جن کو حقیقت کی تلاش ہو۔ پر وہ قدرے طنزیہ مسکراہٹ سے بولے۔ جن لوگوں نے اس کائنات کی حقیقت جاننے کی خاطر دنیاوی علوم کی لاتعداد کتابیں پڑھ ڈالیں۔ انہیں بھی بالآخر حقیقت حال جاننے کی خاطر ان ہی لوگوں کے پاس جانا پڑا۔ جن کی باطنی نگاہ سے اس کائنات کا کوئی راز پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اتنا کہہ کر پیر حاضر شاہ نے اچانک شمشو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کیوں بھئی.........میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟

www.ksars.org

شمشو نے یہ سن کر فوراً منفی انداز میں زور زور سے تین بار گردن ہلا دی۔

☆×××××××××××☆

اس دن کے بعد............ہری رام پیر حاضر شاہ کی محفل میں نظر نہیں آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تمام تفکرات کو ختم کر کے گیان دھیان میں مصروف ہو چکا ہے۔ اسے لوگوں نے مندر کے باہر بھی بہت کم دیکھا۔ لیکن پیر حاضر شاہ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ حسب دستور عشاء کی نماز کے بعد پیپل کے درخت کے نیچے آکر بیٹھے تھے۔ اور درود شریف ختم کر کے جو لوگ آجاتے تھے ان سے مصروف گفتگو ہو جاتے تھے۔

ایک دن حسب معمول پیر حاضر شاہ نے جونہی درود شریف کاورد ختم کیا۔ ان کی نظر اپنے دوست خان بہادر پر پڑی۔ اس وقت نجانے پیر حاضر شاہ کو کیا سوجھی کہ خان بہادر سے بڑی ہی خوش دلی سے بولے۔

خان صاحب...........اس وقت جو چاہو مانگ لو۔ مل جائے گا۔

خان بہادر پیر حاضر شاہ کی یہ غیر متوقع بات سن کر ایک دم چونک پڑے۔

میرے دوست...........پیر حاضر شاہ نے انہیں دوبارہ مخاطب کیا۔ اس وقت تم جو چاہو مل جائے گا۔ جو بھی مانگنا ہے مانگ لے یار۔

خان بہادر یہ سن کر شش و پنج میں پڑ گئے۔ انہوں نے سوچا۔ کہیں پیر حاضر شاہ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں کیونکہ اس وقت ان کے پاس دو تین آدمی اور بھی بیٹھے ہوئے تھے لیکن پیر حاضر شاہ صرف ان ہی سے مانگنے کا اصرار کر رہے تھے۔

مانگ لے یار...........مانگ لے یار...........پیر حاضر شاہ نے بڑی ہی ترنگ میں سر گھما کر کہا۔ جو دل چاہے مانگ لے۔ اس وقت در مصطفیٰ ﷺ کھلا ہوا ہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ متوجہ ہیں۔

www.ksars.org

مجھے جو بھی مانگنا ہے اپنے خدا "رب العالمین سے مانگوں گا۔ خان بہادر نے کہا۔ وہ ابھی تک سمجھ رہے تھے کہ پیر حاضر شاہ ان سے مذاق کر رہے ہیں۔

ارے دوست............ پیر حاضر شاہ نے اس ہی طرح ترنگ میں کہا۔ رب العالمین سے وملنے میں دیر لگے گی۔ رحمت اللعالمین ﷺ سے جلدی مل جائے گا۔

خان بہادر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں............ پیر حاضر شاہ کا اصرار بڑھتا جارہا تھا۔ اور ان کے دل میں بھی اپنی دیرینہ خواہش بیدار ہوتی جارہی تھی۔ لیکن اتنے آدمیوں کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے شرمارہے تھے۔ ابھی وہ فیصلہ بھی نہیں کرپائے تھے کہ پیر حاضر شاہ تیوری پر بل ڈالے۔

پھر سنبھل کر بولے............ یہ وقت............ یہ ساعت............ پھر نہیں آئے گی۔ تمہارے دل میں جو تمنا ہے۔ جو خواہش ہے۔ ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مانگ لو............ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنا دائیں ہاتھ مصافحہ کے انداز میں ان کی طرف بڑھادیا۔

ان کی یہ بات سن کر دوسرے لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ان کے خیال کے مطابق پیر حاضر شاہ نے بالکل ہی احمقانہ بات کی تھی............ مرزا جی نے اس سلسلہ میں کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ایک دوسرے شخص نے خان بہادر کے کان میں سرگوشی کی۔ تمہیں تو عرصہ سے اولاد نرینہ کی خواہش ہے۔ اپنی اس ہی خواہش کا اظہار کر دو۔

ہاں............ ہاں............ ایک دوسرے شخص نے بھی اس ہی انداز میں تاکید کی۔ جب وہ تم سے بار بار اصرار کر رہے ہیں تو اپنے لئے بیٹا مانگ لو............ پھر اس نے قدرے نفرت سے کہا۔ پتہ چل جائے گا کتنا بڑا پیر ہے۔

یہ باتیں سن کر خانہ بہادر کی ہمت بڑھی۔ اور انہوں نے جھجھکتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر کہا، دعا کر کہ خدا مجھے بیٹا دے دے۔

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ نے خان بہادر کا ہاتھ تھامے ہوئے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ سن لیا حضور............سن لیا حضور، سن لیا حضور............پھر انہوں نے ایک جھٹکے سے خان بہادر کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور شمشو سے بولے۔ لا بھئی دو پتے تو توڑ دے۔

خان بہادر کی اس اظہار خواہش پر دور بیٹھے ہوئے دو تین آدمیوں نے گردن اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ اور ہنسنے لگے............خان بہادر اب عمر کے اس حصہ میں داخل ہو چکے تھے جہاں اولاد کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

شمشو نے پیر حاضر شاہ کا حکم سنتے ہی اپنے سر کے اوپر ہاتھ بڑھا کر ایک شخ سے دو پتے توڑ کر پیر حاضر شاہ کی طرف بڑھا دیئے۔ پیر حاضر شاہ نے پتوں پر کچھ پڑھا اور پھر خان بہادر سے مخاطب ہوئے............یہ لو............اور فوراً گھر چلے جائو۔ ایک پتہ خود کھالینا اور ایک اپنی بیوی کو کھلا دینا۔ خیال رہے کہ سوکھنے نہ پائیں۔

خان بہادر نے بادل نخواستہ پتے ہاتھ میں لئے اور حسب ہدایت فوراً ہی گھر کی طرف چل دیئے۔ ابھی وہ دور نہیں گئے تھے کہ مرزا جی کی آواز سنائی دی۔ وہ پیر حاضر شاہ سے کہہ رہے تھے۔ پیر صاحب............آپ تو ہمیشہ حاجتمندوں کو پھل وغیرہ کھانے کو دیتے ہیں۔ لیکن آج خلاف توقع اپنے خان بہادر کو پتے کیوں کھانے کو دیدیئے۔

لو............پیر حاضر شاہ نے زور سے ہنس کر جواب دیا۔ گھوڑا گھاس نہیں کھائے گا تو کیا کھائے گا۔ پھر وہ شمشو سے بولے۔ کیوں بھئی۔ میں جھوٹ تو نہیں کہہ رہا ہوں؟............اور شمشو نے حسب معمول منفی انداز میں گردن ہلا دی۔

خان بہادر یہ گفتگو سنتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

خان بہادر ابھی گھر سے دور تھے............ انہوں نے یونہی ایک پتے کو دانتوں میں دبا کر توڑنا چاہا۔ لیکن وہ پورا پتہ ہی منہ میں چلا گیا۔ خان بہادر نے تھوڑا سا پتے کو چبایا۔ اس کا تو ذائقہ ہی کچھ اور تھا............ وہ کبھی تو ہاتھ میں تھمے ہوئے پتے کو دیکھنے لگے اور کبھی............ پیر حاضر شاہ کی طرف دیکھتے............ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ان کا دوست واقعی پیر ہے یا نہیں۔ وہ اس ہی سوچ میں گم حویلی میں داخل ہو کر بستر پر لیٹ گئے۔ ان کی بیوی بچیوں کو کھانا کھلانے سے فارغ ہونے کے بعد باورچی خانہ میں مصروف تھیں۔ خان بہادر کو بستر لیٹے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے............ اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ پورے پسینے میں نہا گئے۔ انہوں نے گھبرا کر بیوی کو آواز دی۔ پسینہ ان کے جسم سے پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جسم کے تمام مسام کھل گئے۔ ان کی بیوی نے تین چار بار پسینہ جسم سے پونچھا۔ پھر انہیں اپنا جسم بالکل ہی ہلکا محسوس ہوا............ وہ آرام سے بستر پر لیٹ گئے اور آہستہ آہستہ ان کے جسم میں گرمی آتی چلی گئی............ انہوں نے درزیدہ نگاہوں سے اپنی بیوی کو دیکھا۔ بیوی کو ان کی اس غیر معمولی حرکت پر تعجب بھی تھا اور خوشی بھی۔ خان بہادر نے انہیں ساری بات بتا دی۔ پھر پیر حاضر شاہ کا دیا ہوا پتا اسے بھی کھلا دیا۔ کچھ دیر بعد............ بیوی کے جسم سے بھی پسینہ بہہ نکلا۔ اب خان بہادر اس کا پسینہ پونچھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کا لباس بن گئے اور کچھ دیر بعد میٹھی نیند سو گئے۔

☆××××××××××☆

اب خان بہادر تقریباً ہر روز ہی پیر حاضر شاہ کی محفل میں شریک ہونے لگے تھے۔ ان کی اور ان کی بیوی کے جسمانی تغیر نے انہیں پیر حاضر شاہ کا معتقد بنا دیا تھا۔ لیکن پیر حاضر شاہ نے اس سلسلہ میں انہیں سختی سے اپنی زبان بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔ شاید پیر حاضر شاہ اس سلسلہ میں اپنی پبلسٹی نہیں چاہتے تھے۔

پیر حاضر شاہ ہر روز ہی حاضرین مجلس کو "وحدانیت، حقانیت، شریعت اور طریقت" کے باریک نقطوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن............ جبکہ ابھی دو تین ہی آدمی آ کر بیٹھے تھے اور ابھی انہوں نے درود شریف کا ورد ختم ہی کیا تھا کہ مرزا جی بول اٹھے۔

www.ksars.org

حضرت اس دن آپ نے خان بہادر صاحب سے اپنی خواہش کے مطابق مانگنے کا اصرار کیا تھا اور ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ اس وقت رحمتہ اللعالمین ﷺ متوجہ ہیں جو بھی مانگنا ہے مانگ لو۔

ہاں............ہاں............ کہا تھا............ پیر حاضر شاہ نے ایسے انداز میں جواب دیا جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی ہو۔

میں اس سلسلہ میں وضاحت چاہوں گا............ مرزا جی نے کہا۔

کس سلسلہ میں............ پیر حاضر شاہ نے چونک کر پوچھا۔

یہی کہ آپ نے رحمت اللعالمین ﷺ سے مانگنے کو کہا تھا۔ مرزا جی نے جواب دیا۔ جبکہ دینے والا تو صرف اور صرف "رب" ہے جو کہ سارے جہانوں کا مالک و مختار ہے۔

مجھے بھلا اس سے کب انکار ہے۔ پیر حاضر شاہ نے مختصر سا جواب دیا۔

جب سارے جہانوں کا مختار کل رب ہے تو پھر کسی اور سے مانگنے کا کیا مطلب؟............ مرزا جی نے تشریح طلب کی۔

ہاں............ یہ بات ہے............ پیر حاضر شاہ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ پھر قدرے مسکرا کر بولے۔ اس بات کو مختظر طور سے اس طرح سمجھ لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کو بیان کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں............ خداوند قدوس کی جتنی بھی صفات انسانی شعور میں آسکتی ہیں............ وہی تمام کی تمام صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں آئی ہیں۔

کیا مطلب............ مرزا جی نے اچنبھے سے پوچھا۔

www.ksars.org

مطلب یہ.......... پیر حاضر شاہ نے جواب دیا کہ اگر "رب" رحیم ہے تو میرا پیارا محبوب جس کا میں غلام ہوں رحمت اللعالمین ﷺ ہے۔ اگر رب کریم ہے تو میرا آقا کریم العالمین ﷺ ہے۔ غرض کہ جو بھی صفت رب میں ہے وہی صفت میرے آقا میں بھی ہے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند قدوس کی ذات ایک ہوئی۔ مرزا جی نے پوچھا۔

یہ تو اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے.......... پیر حاضر شاہ نے ہنس کر جواب دیا۔ جو جس طرح چاہے حضور اکرم ﷺ کی ذات کو سمجھ لے۔ لیکن.......... انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو اٹھا کر کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس در سے کبھی کوئی خالی نہیں گیا۔ جس نے جو بھی مانگا مل گیا۔

رب بھی تو اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔ مرزا جی نے سوالیہ لہجہ میں کہا۔

ہاں.......... لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ رب العالمین ہے اور اس ہی نے حضور کو رحمت اللعالمین ﷺ بنایا ہے۔ پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر جواب دیا.......... پھر اس سے مانگنے کے طریقے ہیں۔ قوانین ہیں۔

پیر صاحب! آپ کی کوئی بھی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

اچھا بھئی۔ تو لو آسانی سے سمجھ لو.......... پیر حاضر شاہ نے قدرے سنبھل کر کہا۔ دینے والی ذات تو صرف اللہ ہے لیکن جس طرح نماز میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کو پڑھنا ضروری قرار دیا ہے اس ہی طرح مانگنے کے طریقے "دعا" میں بھی درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ بس ظاہر ہے کہ عبادت اور دعا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے بغیر مکمل نہیں۔ تو اب.......... یہ کہہ کر وہ ایک دم اپنی نشست سے اٹھے اور بید ہاتھ میں پکڑ کر گھر کی طرف جاتے ہوئے بولے۔ کوئی کیا کرے ذات الٰہی خود یہ چاہتی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بھی درود و سلام پڑھتا ہے۔

www.ksars.org

اتنا کہہ کر انہوں نے شمشو کی طرف دیکھا۔ جیسے پوچھ رہے ہوں کہ میں جھوٹ تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے۔

خان صاحب..........کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ ان کی برسوں کی تمنا آج پوری ہو گئی تھی..........اللہ کی اس عنایت پر انہوں نے شکرانہ کے نفل ادا کئے اور اپنے بچپن کے دوست دیوان موتی رام کے گھر سب سے پہلے اطلاع کرائی۔ خان صاحب کے گھر لڑکا ہونے کی خوشخبری سن کر دیوان موتی رام کو خوشی ہوئی اور حیرت بھی..........وہ جانتے تھے کہ خان بہادر پہلے ہی سے چار بیٹیوں کے باپ تھے..........لیکن جب ان کی تمنا پوری نہ ہوئی تو تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ اب ایکا ایکی خدا نے انہیں چاند سا بیٹا دے دیا تھا۔ ان کی دیرینہ خواہش پوری ہو چکی تھی۔ لیکن دیوان موتی رام کو افسوس اس بات کا تھا کہ انہوں نے اس بات کی کانوں کان کسی کو خبر تک نہ ہونے دی..........دیوان موتی رام لڑکے کی پیدائش کی خبر ملنے کے تھوڑی دیر بعد ہی ان کے گھر مبارک باد دینے اور گلے شکوے کرنے پہنچ گئے۔ خان صاحب کے گھر کے دروازہ پر فقیر اور بھانڈ کھڑے اپنا انعام وصول کر رہے تھے..........اندر سے عورتوں کے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دیوان موتی رام نے انہیں مبارکباد دی۔ خان بہادر نے خوشی سے بے قابو ہو کر انہیں دو تین بار سینہ سے چمٹایا۔ دیوان موتی رام نے مبارک باد دینے کے بعد نہایت رنجیدہ خاطر ہو کر کہا۔

میں نہ صرف آپ کو اپنا دوست سمجھتا ہوں بلکہ بھائیوں کی طرح چاہتا بھی ہوں۔ لیکن مجھے افسوس..........آئو..........آئو خان بہادر ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولے۔

تمہارا شکوہ صحیح ہے..........لیکن میری بات بھی سنو۔

اس کے بعد وہ دونوں ہی بیٹھک میں پہنچ کر سرکنڈوں کے بنے ہوئے مونڈھوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی ایک ملازم اندر داخل ہوا۔ خان بہادر نے اسے چائے اور مٹھائی لانے کو کہا۔

www.ksars.org

ملازم کے جانے کے بعد خان بہادر دیوان موتی رام سے بولے............یار............میں جانتا تھا کہ جب تمہیں بھتیجا ہونے کی خوشخبری ملے گی تو تم ضرور مجھ سے شکوہ کرو گے کہ میں نے تم سے اس بات کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔

ہاں............یہ بات تو ہے............دیوان موتی رام نے شکوہ سے کہا۔

لیکن............میں............مجبور تھا............خان بہادر نے جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔

ایسی بھی کیا مجبوری تھی............دیوان موتی رام نے اس ہی انداز سے پوچھا۔

یار............مجھے پیر صاحب نے منع کر دیا تھا............خان بہادر نے بے دھڑک کہا۔

پیر صاحب نے منع کر دیا تھا............دیوان موتی رام نے اچنبھے سے پوچھا۔ پھر بے تابی سے بولے تو کیا یہ سب کسی پیر کا کرشمہ ہے؟

اور نہیں تو کیا............خان بہادر نے ہنس کر جواب دیا۔

ہونہہ............دیوان موتی رام آنکھیں گھما کر بولے۔ جب ہی تو میں بھی کہوں کہ بھگوان نے اچانک ہی میرے دوست کو کیسے نواز دیا۔ پھر انہوں نے رازداری سے پوچھا۔ لیکن یہ سب کچھ ہوا کیسے؟

www.ksars.org

موتی رام

بھئی مجھے خود کچھ نہیں معلوم۔ خان بہادر نے خوش دلی سے جواب دیا۔ بس پیر صاحب کا حکم تھا کہ جب تک ولادت نہ ہو جائے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دوں۔

اور اس ہی وجہ سے تم نے مجھے بھی کچھ نہیں بتایا۔ دیوان موتی رام نے ایک بار پھر شکوہ کیا۔ اور پھر سر گوشی سے بولے۔ یہ پیر تو کوئی مہان گیانی معلوم ہوتا ہے جس نے تمہاری برسوں کی خواہش اس عمر میں پوری کر دی۔

بھئی پیر تو ایسا ہی ہے............خان بہادر نے کہا............جب تمہاری بھابھی کا پیر بھاری ہوا تھا۔ تب ہی سے مجھے کچھ کچھ یقین سا ہو چلا تھا............اور اب............بیٹا ہونے کے بعد مجھے پکا یقین ہو گیا ہے کہ یہ پیر کامل اور سچا ہے۔

یار............یہ ہے کون؟............دیوان موتی رام نے بڑے ہی اشتیاق سے پوچھا۔

ارے۔ اپنے ہی محلے کے پیر حاضر شاہ۔ خان بہادر نے مسکرا کر بتایا۔

پیر حاضر شاہ............دیوان موتی رام نے چونک کر پوچھا............وہ پیپل والے۔

ہاں............ہاں............وہی............خان بہادر نے جتایا۔

یار............وہ تو بچپن سے پیر بنا ہوا ہے............دیوان موتی رام نے لاپروائی سے کہا۔ تمہیں تو یاد ہو گا کہ جب ہم دونوں اسکول جایا کرتے تھے تو یہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیا کرتا تھا۔

ہاں۔ بات تو یہی ہے۔ خان بہادر نے جواب دیا۔

www.ksars.org

ان کے بارے میں تو سنا ہے کہ اب بھی بے تکی باتیں کرتے ہیں...........دیوان موتی رام نے کہا...........شام کو سورج ڈھلنے کے بعد پیپل کے درخت کے نیچے آکر بیٹھ جاتے ہیں اور گپیں لگاتے رہتے ہیں۔

در حقیقت بات یہ نہیں ہے...........خان بہادر نے سوچتے ہوئے کہا۔ پہلے میں بھی انہیں ایسا ویسا ہی سمجھتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ سے میں نے شام کا وقت گزارنے کی خاطر ان کے پاس جانا شروع کر دیا تھا...........اور وہاں مجھے معلوم ہوا کہ انہیں نہ صرف قدیم و جدید علوم آتے ہیں بلکہ وہ کئی مخفی علوم کے بھی ماہر ہیں۔ دربار رسالت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں بھی ان کی رسائی ہے۔

کیا مطلب...........دیوان موتی رام نے تجسس سے پوچھا۔

ان کے پاس طرح طرح کے لوگ آتے ہیں...........خان بہادر نے سنبھل کر کہا...........ایک سے ایک قابل۔ اور وہ ایسے ایسے ٹیڑھے سوال کرتے ہیں۔ جنہیں سن کر عقل چکرا جاتی ہے۔ لیکن پیر حاضر شاہ ایسا ترت جواب دیتے ہیں کہ نہ صرف سوال کرنے والا حیران رہ جاتا ہے بلکہ جس تجسس کی بنا پر وہ سوال کرتا ہے۔ اس سے بھی مطمئن ہو جاتا ہے۔

یہ تو تم عجیب نے عجیب بات بتائی ہے۔ دیوان موتی رام نے تعجب سے کہا۔

میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آتا...........خان بہادر نے تعریف کرتے ہوئے کہا...........کونسا ایسا علم ہے؟ کونسا ایسا مضمون ہے جس کے بارے میں پیر حاضر شاہ کو معلوم نہ ہو۔ نفسیات، اسلامیات، اقتصادیات، فلکیات، روحانیات غرضیکہ کسی بھی علم کے تعلق سے سوال کرو۔ ایسا مدلل جواب دیں گے کہ پھر مزید سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔

لیکن وہ پڑھے لکھے تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ دیوان موتی رام نے تعجب و تجسس سے پوچھا۔

www.ksars.org

میں تو خود اس بات پر حیران ہوں۔ خان بہادر نے جواب دیا کہ الف سے ب تک تو پڑھی نہیں۔ لیکن بات کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ علم کا دریا بہہ رہا ہے۔ ایسے ایسے نقطوں کی وضاحت کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ہو نہ ہو............ دیوان موتی رام نے گہری سانس لے کر کہا............ سنا ہے کہ کوئی ان کا چیلا یعنی مرید بھی ہے۔

نہیں۔ خان بہادر نے برجستہ کہا۔ ان کا مرید تو کوئی بھی نہیں۔ البتہ ایک لڑکا ملازم ہے شمشو اس کا نام ہے۔

وہ کیا کرتا ہے؟............ دیوان موتی رام نے پوچھا۔

بس کرتا کیا ہے۔ خان بہادر نے جواب دیا۔ کچھ عجیب سا لڑکا ہے۔ عشاء کے بعد جب پیر حاضر شاہ پیپل کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں تو لالٹین ہاتھ میں لئے کھڑا رہتا ہے۔

سنا ہے............ اس کی آنکھیں بڑی ہی ڈرائونی ہیں۔ دیوان موتی رام نے قدرے خوف سے کہا۔

ہاں............ سنا تو میں نے بھی یہی ہے............ خان بہادر نے مسکرا کر جواب دیا۔ لیکن وہ تو سارا وقت نظریں نیچے کئے کھڑا رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ملازم ایک ٹرے میں چائے اور مٹھائی لے کر آگیا۔ پھر اس نے ان دونوں کے درمیان بچھی ہوئی چھوٹی سی میز پر ٹرے رکھ دی اور واپس چلا گیا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

ملازم کے کمرہ میں آ جانے سے سلسلہ کلام منقطع ہو گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دیوان موتی رام نے نہایت رازداری سے پوچھا۔ لیکن بھیا............ یہ تو بتائو کہ تمہاری مراد کیسے پوری ہوئی؟

یہ بھی کچھ عجیب ساواقعہ ہے۔ خان بہادر نے کیتلی سے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے بتایا۔ آج سے دس ماہ پہلے کی بات ہے کہ میں شام کو ان کے پاس بیٹھا تھا کہ وہ ترنگ میں بولے۔ خان بہادر اس وقت جو مانگنا ہے مانگ لو۔ اتنا کہہ کر خان بہادر چائے کی پیالی دیوان موتی رام کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ میری اکثر ان سے نوک جھونک اور ہنسی مذاق ہو تا رہتا تھا............ اس وقت بھی میں یہی سمجھا کہ شاید وہ مذاق کر رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے بات ٹالنا چاہی۔ لیکن وہ بار بار اصرار کرتے رہے کہ میں جو چاہوں مانگ لوں۔ آج میرے لئے رحمت العالمین ﷺ کا در کھلا ہوا ہے............ میرے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے دو آدمیوں نے مشورہ دیا کہ آج پیر صاحب کو آزما کر دیکھ لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی سب سے بڑی خواہش کا اظہار کر دیا............ اتنا کہہ کر خان بہادر نے چائے کا ایک گھونٹ پیا۔ اور دوبارہ بولے۔ بس بھئی............ میری خواہش سن کر انہوں نے اپنے ملازم سے کہا۔ پیپل کے دو پتے توڑ دے۔ اور مجھے پتے دے کر بولے۔ کہ ابھی گھر چلا جائوں۔ ایک پتہ خود کھالوں اور ایک پتہ اپنی بیوی کو دے دوں۔ میں نے ایسا ہی کیا............ پھر انہوں نے چائے کی چسکی لے کر شوخی سے کہا............ پتے کھا کر ہم دونوں کو خوب پسینہ آیا۔ اور آدھی رات گزرے کے بعد تو یوں محسوس ہوا جیسے پھر سے جوان ہو گئے ہیں۔

سچ............ دیوان موتی رام کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور نہیں تو کیا............ خان بہادر نے اس ہی انداز سے کہا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مہینہ بھر بعد تمہاری بھابھی کا پیر بھاری ہو گیا اور میری خوشی کا ٹھکانہ ہی نہیں رہا۔

ہاں بھیا............ دیوان موتی رام نے بڑی ہی عاجزی سے کہا۔ بھگوان کی لیلا ہے۔

www.ksars.org

میں یہ خوشخبری سنانے فوراً ہی پیر حاضر شاہ کے پاس پہنچا۔ خان بہادر دوبارہ بولے۔ میری بات سنتے ہی وہ حسب عادت مسکرا کر بولے۔ خبر دار! اس بات کا ذکر بچہ کی پیدائش تک کسی سے نہ کرنا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے تمہیں بھی کچھ نہیں بتایا۔

لیکن یار یہ بات سمجھ میں نہیں آئی...........دیوان موتی رام نے سوچتے ہوئے کہا.........کہ پیپل کے پتے کھانے سے اولاد نرینہ کا کیا تعلق ہے؟

بھئی یہ بات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ خان بہادر نے جواب دیا۔ لیکن دیکھ لو۔ آج میں ایک بیٹے کا باپ ہوں۔

دیوان موتی رام نے گھگیا کر کہا۔ تم تو جانتے ہو کہ اولاد کے غم سے میں وقت سے پہلے بوڑھا ہو گیا ہوں۔ پیر صاحب سے میری سفارش بھی کر دو۔

میں جانتا ہوں...........خان بہادر نے ہمدردی سے کہا۔ تمہارا دکھ مجھے معلوم ہے لیکن میں تم سے کچھ کہتے ہوئے اس وجہ سے ڈرتا ہوں کہ معلوم نہیں تم ہمارے مذہب کے پیروں فقیروں کو مانو گے بھی یا نہیں۔ اور پھر اگر وہ کچھ کھانے پینے کو دیں۔ تو یہ نہ کہہ دو کہ دوستی میں دھرم بھشٹ کر دیا۔

ارے یار...........دیوان موتی رام نے سرگوشی میں کہا۔ اولاد کی خاطر تو میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ بس بھگوان میری پتنی کو گود بھر دے۔

سوچ لو۔ خان بہادر نے یقین دہانی والے لہجہ میں کہا۔

تم تو جانتے ہی ہو اولاد کے کارن میں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ دیوان موتی رام نے اداس لہجہ میں کہا۔

www.ksars.org

کاشی یاترا کے ساتھ ساتھ کونسا مندر ہو گا جس پر میں نے بھینٹ نہ چڑھائی ہو۔ اپنے دروازے آئے ہوئے ہر پنڈت اور سادھو کا مان رکھا۔

ہاں۔ یہ تو میں جانتا ہوں۔ خان بہادر نے سوچ کر جواب دیا۔ کسی دن پیر حاضر شاہ سے ذکر کروں گا۔ دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔

اگر پیر حاضر شاہ نے میری تمنا پوری کر دی۔ پنڈت ہری رام نے خوشی کے جذبہ سے کہا۔ تو مٹھائی سے منہ بھر دوں گا۔ مسجد کے گنبد پر سونے کا پتر منڈھوا دونگا۔

بس بس..........خان بہادر نے ہنس کر کہا۔ پہلے مجھے ان سے بات تو کر لینے دو۔ پھر جو دل چاہے کرنا۔

☆××××××××××☆

شام کو خان بہادر مٹھائی کا ٹوکرا ایک ملازم کے سر پر رکھوا کر پیر حاضر شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ پیر حاضر شاہ حسب معمول عشاء کے بعد پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

خان بہادر نے ان کے آگے مٹھائی کا ٹوکرا رکھ دیا۔ پیر حاضر شاہ نے ایک نظر ٹوکرے پر ڈالی اور مسکرا کر بولے۔

"اتنی ڈھیر ساری مٹھائی کھائے گا کون؟"

یہ مٹھائی تو آپ کو قبول کرنا ہی ہو گی۔ خان بہادر نے اصرار سے کہا۔

تم کہتے ہو تو قبول کئے لیتے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ پھر ٹوکرے میں سے ایک لڈو نکال کر منہ میں رکھتے ہوئے بولے۔

www.ksars.org

خان صاحب! میں مٹھائی والا پیر نہیں ہوں۔

یہ مٹھائی نہیں۔ اس ناچیز کا ادنیٰ سا نذرانہ ہے۔ خان بہادر نے عاجزی سے کہا۔

ہم نذرانہ بھی قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے پیپل کے تنے سے کمر لگا کر جواب دیا۔ پھر ایک دم شمشو سے بولے۔

تو نذرانہ قبول کرے گا۔

جواب میں شمشو نے نفی کے انداز میں گردن ہلا دی۔

لو۔ جب یہ نذرانہ نہیں قبول کر سکتا۔ تو پھر .... میں کیسے قبول کروں پیر حاضر شاہ نے ہنس کر کہا۔

☆×××××××××××☆

خان بہادر نے کئی بار کوشش کی کہ پیر حاضر شاہ سے اپنے دوست دیوان موتی رام کے بارے میں کہیں لیکن نجانے کیا بات تھی کہ وہ پیر حاضر شاہ کے سامنے جاتے ہی ہمت ہار جاتے تھے .... انہیں دیوان موتی رام کے بارے میں کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح ایک دو دن نہیں پورا ایک مہینہ گزر گیا۔

آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ دیوان موتی رام کو پیر حاضر شاہ کے پاس لے جائیں .... اور دیوان موتی رام خود ہی ان سے اپنا مدعا بیان کریں۔

دیوان موتی رام بھی یہی چاہتے تھے لیکن وہ اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ اگر ان کے کسی ہم مذہب نے پیر حاضر شاہ کے پاس دیکھ لیا تو کیا جواب دیں گے۔ خان بہادر بھی اپنے دوست کی اس کمزوری سے واقف

www.ksars.org

تھے۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد دونوں نے طے کیا کہ رات کو جب محفل ختم ہو جاتی ہے اور سب لوگ چلے جاتے ہیں تو تنہائی میں پیر حاضر شاہ سے بات کی جائے۔

اور پھر ایک رات جبکہ سب لوگ جا چکے تھے اور پیر حاضر شاہ بھی اٹھنے والے ہی تھے کہ خان بہادر اپنے دوست کے ہمراہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی پیر حاضر شاہ کے چہرہ پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور انہوں نے خندہ پیشانی سے کہا۔ آئو بھئی! آئو آج تو پرانے دوستوں کی جوڑی آئی ہے۔

جی ہاں...........یہ میرے بچپن کے دوست دیوان موتی رام ہیں۔ خان بہادر نے تعارف کرایا۔

میں جانتا ہوں۔ پیر حاضر شاہ نے ہنس کر کہا۔ موتی رام تو میرا بھی دوست تھا۔ بس ہمارا دل پڑھائی میں نہیں لگا۔ اسکول چھوٹا تو یار دوست بھی چھوٹ گئے۔

پیر صاحب! خان بہادر نے ذرا قریب ہو کر کہا۔ آج اس دوستی کی لاج رکھنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہو............کہو............کیا بات ہے۔ پیر حاضر شاہ نے تسلی سے پوچھا۔ خان بہادر کی ہمت بندھی اور انہوں نے ڈرتے ڈرتے اپنے دوست کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ پیر حاضر شاہ نے یہ سن کر لمحہ بھر کے لئے آنکھیں بند کیں۔ جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے ہوں۔ پھر بولے۔ ان کی شادی کو پندرہ سال تو ہو ہی چکے ہوں گے۔

بالکل مہاراج۔ اتنا ہی عرصہ گزر چکا ہے۔ دیوان موتی رام نے جواب دیا۔

اور ابھی تک اولاد نہیں ہوئی۔ انہوں نے جملہ پورا کیا اور اچانک آنکھیں کھول کر پوچھا۔ یہ پنڈت ہری رام کیا کہتا ہے؟

ان کے سوال پر دیوان موتی رام نے پھٹی پھٹی حیران نظروں سے خان بہادر کی طرف دیکھا۔ وہ اولاد کے معاملہ شیو دیوتا کے لئے پجاری پنڈت ہری رام سے بھی رجوع کر چکا تھا۔ اور اس بات کا علم سوائے اس کے کسی اور کو نہیں تھا۔

www.ksars.org

پھر وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ مہاراج پنڈت جی نے مجھے بالکل ہی نراش کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔

پیر صاحب.........خان بہادر نے التجا کی۔ آپ دعا کیجئے۔ آپ کی دعامیں بڑی تاثیر ہے۔ خدا ضرور سنتا ہے۔ اسے سب قدرت ہے۔

بھگوان کے لئے میری رکھشا کیجئے مہاراج.........دیوان موتی رام ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا.........بھگوان آپ کی ضرور سنے گا۔ میں بہت دکھی ہوں۔ بہت دکھی ہوں۔ بہت دکھی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا سر پیر حاضر شاہ کے قدموں میں رکھ دیا۔ پیر حاضر شاہ نے فوراً ہی اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور آنکھیں بند کئے کئے خان بہادر سے بولے۔

اپنے دوست کو سمجھائو۔ ہمیں کیوں گنہگار کرتا ہے۔

میں کیا سمجھائوں حضور۔ خان بہادر نے جواب دیا۔ اولاد کی وجہ سے دکھی ہے۔ آپ ہی اس کا دکھ دور کر سکتے ہیں۔

وہ مارا.........پیر حاضر شاہ نے آنکھیں کئے کئے اس طرح کہا جیسے بچے خوشی سے چلا اٹھتے ہیں۔ پھر سنجیدگی سے بولے۔

دیکھو بھئی! اگر ہمارے ذریعہ سے اولاد مانگو گے تو ہم ہی جیسی ہو گی۔ پھر کوئی گلہ شکوہ نہ لانا۔

دیوان موتی رام نے پائوں پکڑ کر کہا۔ اگر کچھ کہوں تو زبان کاٹ ڈالنا۔

یہ سن کر پیر حاضر شاہ زور سے ہنسے۔ پھر انہوں نے گلے میں پڑے ہوئے رومال کو کونا پکڑ کر شمشو سے کہا۔ ذرا قریب آجائو۔

www.ksars.org

شمشو فوراً ہی لالٹین ہاتھ میں اٹھائے ہوئے قریب آ گیا۔ پیر حاضر شاہ نے دیوان موتی رام کی پیشانی پر نظریں گاڑ دیں اور رومال کے کونہ سے اس کی پیشانی کو اس طرح رگڑنے لگے جیسے کچھ مٹا رہے ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے موتی رام کے چہرہ پر پھونک ماری اور نہایت ہی انکساری سے بولے............جائو، اولاد ہو جائے گی۔ اللہ نے دعا قبول کر لی ہے۔

دیوان موتی رام ہاتھ جوڑے جوڑے کھڑا ہو گیا۔ اور سوالیہ انداز میں خان بہادر کی طرف دیکھا۔ وہ فوراً ہی اس کا مطلب سمجھ گئے کہ دیوان موتی رام تبرک چاہتا ہے۔ لہٰذا پیر صاحب سے بولے۔

حضور اسے بھی کچھ تبرک دیدیجئے۔

بھئی۔ یہ کوئی گھوڑا تو ہے نہیں۔ پیر حاضر شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ جو اسے پتے کھانے کو دوں۔ پھر وہ دیوان موتی رام سے بولے۔ اس ٹوکری میں سے جتنے انار نکال سکتے ہو۔ نکال لو۔

یہ سنتے ہی موتی رام پیپل کی شاخ سے لٹکی ہوئی ٹوکری کی طرف بڑھا اور اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ قندھاری انار نکالنا، سرخ والے۔

پیر حاضر شاہ نے اسے مخاطب کیا۔ دوسرے ہی لمحہ اس کے دونوں ہاتھوں میں چار بڑے بڑے سرخ انار تھے۔

بس۔ اتنے ہی نکال سکے۔ پیر حاضر شاہ نے پوچھا۔

اس سے زیادہ تھے ہی نہیں۔ دیوان موتی رام نے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

منشاء الٰہی یہی ہے۔ انہوں نے خان بہادر کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر اناروں پر پھونک مار کر بولے۔

www.ksars.org

جائو خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے میری دعا سن لی ہے اور تمہیں چار اولادوں سے نوازا ہے۔

مہاراج۔ اگر میری تمنا پوری ہو گئی تو جیون بھر غلام رہوں گا۔ دیوان موتی رام نے خوشی سے کہا۔

ہم تو خود کسی کے غلام ہیں۔ یہ انار نہار منہ صرف تم ہی کھانا۔ انہوں نے سمجھایا۔ اللہ نے اس میں فولاد کی طاقت رکھی ہے۔ جائو، اللہ تمہاری خواہش پوری کرے گا۔ لیکن اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

www.ksars.org

ساوتری

دیوان موتی رام نے اقرار کے انداز میں گردن ہلائی۔ اور خوشی خوشی خان بہادر کے ہمراہ چل دیا۔

اس کے جانے کے بعد پیر حاضر شاہ شمشو سے بولے۔ دیکھا تو نے یہ ہے دنیاداری۔ اللہ کہتا ہے کہ جو بندے مجھ تک نہیں پہنچ پاتے ان کی دادرسی کرو۔ تم مانگو میں دوں گا یہ ضروری تو نہیں ہے۔ شمشو نے آہستہ سے کہا۔

ابے۔ کیوں نہیں ہے ضروری۔ انہوں نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔ جس کی نہیں سنو گے وہی قیامت کے دن دامن پکڑ کر کھڑا ہو جائے گا اور پھر اللہ بھی انہی کی سنے گا۔ کہے گا جب میرے بندے نے تجھ سے سوال کیا تھا تو تُو نے ہم سے درخواست کیوں نہیں کی۔ دعا کیوں نہیں مانگی؟ دینا تو ہمارا کام ہے۔

جب ہی تو کہتا ہوں حضور۔ ویرانے میں چلیئے............ شمشو نے سرگوشی سے کہا۔

تو کہتا تو ٹھیک ہی ہے۔ پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ لیکن ہم حکم الٰہی کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتے۔

لیکن حضور۔ یہ تو دوسرے دھرم کا تھا۔ شمشو نے اچانک بات پلٹی۔

تو کیا ہوا؟ اس کی سفارش تو پیارے نبی ﷺ کے امتی نے کی تھی۔ پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔

پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولے۔ ہندو ہے تو کیا ہوا۔ اس کا بھی رب اللہ ہی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو مایوس نہیں کرتا ہوں تو تم کون ہوتے ہو مایوس کرنے والے؟ یہ کہتے ہوئے وہ شمشو کے ہمراہ چلے گئے۔

www.ksars.org

☆×××××××××××☆

اس واقعہ کے تین ماہ بعد ہی ایک صبح جبکہ دیوان موتی رام رسوئی میں چوکے پر بیٹھے بھوجن کر رہے تھے اچانک ان کی پتنی نے ابکائی سی لی۔ اور قے کر ڈالی۔ دیوان موتی رام ایک دم سے گھبرا گئے۔ انہوں نے اپنی پتنی کی پیٹھ سہلاتے ہوئے تسلی دی اور کہا کہ وہ ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتے ہیں۔ ان کی پتنی نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور جب ذرا طبیعت سنبھلی تو بتایا کہ بھگوان نے کرم کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی دیوان موتی رام کا دل مارے خوشی کے اچھلنے لگا۔ انہوں نے اپنی پتنی کو پلنگ پر لٹایا اور باہر جانے لگے۔ پتنی نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔ پیٹ بھر کر بھوجن تو کر لو۔

بس۔ اب نہیں کھائوں گا۔ دیوان موتی رام نے خوشی سے بے قابو ہو کر جواب دیا۔ ذرا خان بہادر سے مل آئوں۔ باہر نکل کر وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے پیر حاضر شاہ کے گھر کی طرف چل دیئے۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ اچانک رک گئے جیسے انہیں اپنی کسی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ دراصل اس وقت دن تھا اور ایسے وقت میں پیر حاضر شاہ سے ملاقات کرنا ان کے ہم مذہبوں کی نظروں میں بدنامی کا باعث بن سکتا تھا۔ وہ فوراً ہی پلٹے اور خان بہادر کے گھر کی طرف چل دیئے۔

وہ اپنے بچپن کے دوست کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے تھے۔

خان بہادر ناشتہ سے فارغ ہو کر بیٹھک میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ دیوان موتی رام بیٹھک میں داخل ہو کر اس طرح لپٹ گئے جیسے مدتوں سے بچھڑے ہوں۔ خان بہادر اس اظہار خوشی کا مطلب فوراً ہی سمجھ گئے۔ انہوں نے تصدیق کرنے کی خاطر پوچھا۔ کیا بات ہے دیوان جی؟ بہت خوش دکھائی دے رہے ہو۔

ہاں دوست۔ دیوان موتی رام نے خوشی سے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے پیر نے جو کہا۔ سچ نکلا۔ میری پتنی امید سے ہے۔

www.ksars.org

مبارک ہو۔ خان بہادر نے خوشی سے کہا۔

یار۔ دل چاہتا ہے پیر حاضر شاہ کی مورتی بنوا کر گھر میں رکھ لوں۔ دیوان موتی رام نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا۔

کیوں اپنا دھرم بھشٹ کرتے ہو؟ خان بہادر نے ہنس کر جواب دیا۔ پھر سنجیدگی سے بولے اور ہاں یہ بات کہیں پیر حاضر شاہ کے سامنے نہ کہہ دینا۔ اس معاملہ میں وہ بہت سخت ہیں۔

نہیں بھئی نہیں۔ یہ بات صرف تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں۔ دیوان موتی رام نے سنبھل کر کہا۔ دراصل برسوں بعد یہ خوشی نصیب ہوئی ہے اس لئے دل نہ جانے کیا کیا کرنے کو چاہ رہا ہے۔

شاید تمہیں پیر حاضر شاہ کی بات یاد نہیں۔ خان بہادر نے اسے یاد دلایا۔

انہوں نے تمہیں کسی کے سامنے تذکرہ کرنے سے منع کیا تھا۔ اور تم ہو کہ خوشی میں دیوانے ہوئے جا رہے ہو۔

خان بہادر کی بات سن کر دیوان موتی رام ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔ جیسے واقعی ہو سب کچھ بھول گئے تھے۔

مجھے بھی پیر حاضر شاہ نے منع کیا تھا۔ خان بہادر دوبارہ بولے۔ اور میں نے لڑکے کی پیدائش تک کسی کو خبر نہیں ہونے دی۔ حتیٰ کہ تمہیں بھی نہیں بتایا۔

ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ دیوان موتی رام نے افسردگی سے کہا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے مجھ سے غلطی ہو ہی گئی۔

www.ksars.org

ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ خان بہادر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم نے صرف مجھے ہی بتایا ہے اب کسی اور کو نہیں بتانا۔ یہ پیر فقیر جو بات بھی کہتے ہیں مصلحت سے خالی نہیں ہوتی۔

دیوان موتی رام نے فوراً ہی شیو بھگوان کو سوگند کھا کر عہد کر لیا کہ اب وہ کسی سے بھی ذکر نہیں کرے گا۔

☆××××××××××☆

جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے۔ دیوان موتی رام کی خوشیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس دنیا میں اولاد نہ ہونے کا غم سب سے بڑا غم ہے۔ اور اولاد ہونے کی خوشی سب سے بڑی خوشی ہے۔ یہ دونوں میاں بیوی جو کہ جوانی کی حدود کو پار کر رہے تھے۔ ایک بار پھر سے نوجوان نظر آنے لگے تھے۔ دیوان موتی رام کی پتنی کا نہ صرف جسم گداز ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کے چہرہ پر بھی شادابی نظر آنے لگی تھی۔ وہ دونوں ہی سہانے سپنے دیکھنے لگے تھے۔ وہ ہر وقت اس ہی سوچ میں مگن رہتے تھے کہ لڑکا ہو گا تو کریں گے اور لڑکی ہو گی تو یہ کریں گے۔

دیوان موتی رام کی تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنی پتنی کو کہاں اٹھائیں اور کہاں بٹھائیں۔ ہر وقت اس کے آگے پیچھے رہتے تھے اور رہتے بھی کیوں نہیں۔ عورت کی قدر و منزلت مرد کی نظروں میں اس وقت بڑھ جاتی ہے جب وہ اس کی نسل بڑھانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔

☆××××××××××☆

پھر ایک دن صبح جبکہ آسمان پر صبح کا دھندلکا چھٹ رہا تھا۔ اور چڑیوں نے چہچہانا شروع کر دیا تھا دیوان موتی رام کی دھرم پتنی نے ایک چاند سی لڑکی کو جنم دیا۔ لڑکی نہایت ہی حسین تھی۔ اتنی حسین کہ نہ صرف دائی کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں بلکہ دیوان موتی رام اور ان کی پتنی بھی حیران رہ گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا زمین پر اتر آیا ہو۔

www.ksars.org

دیوان موتی رام نے فوراً ہی جوتشیوں کو بلوایا۔ اور ان سے کہا کہ اس شبھ گھڑی میں نوزائیدہ کا نام رکھیں۔ جوتشیوں نے فوراً ہی رامائین کھولی۔ جنم پتری بنائی۔ اور پھر حیران ہو کر دیوان موتی رام کی طرف دیکھنے لگے پھر ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ جوتشی نے ٹھہرے ہوئے کہجے میں کہا۔ تمہارے گھر میں جس کنیا نے جنم لیا ہے وہ بھگوان کی اوتار ہے۔ اس کی سندرتا "سیتا" جیسی ہے اور جیون "ساوتری" جیسا ہے۔ تم جس نام سے چاہو اسے پکار سکتے ہو۔

اس کے بعد انہوں نے اپنی رامائین کو بند کیا۔ جنم پتری والے پانسوں کو سمیٹا اور خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ دیوان موتی رام نے اپنی دھرم پتنی سے مشورہ کے بعد نوزائیدہ کا نام "ساوتری" رکھ دیا۔

دیوان موتی رام اور اس کی دھرم پتنی کے جس رشتہ دار نے بھی بچی کی پیدائش کا سنا۔ ان کے گھر بھاگتا چلا آیا۔ سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ عمر کا اتنا طویل حصہ گزرنے کے بعد یہ دونوں کس طرح صاحب اولاد ہو گئے پھر جو بھی بچی کو دیکھتا حیران رہ جاتا۔ اتنی حسین صورت تو انہوں نے کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔

دیوان موتی رام بھی خان بہادر کی طرح مٹھائی کا ٹوکرا لے کر پیر حاضر شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ پیر حاضر شاہ نے حسب دستور نہ صرف مٹھائی سے انکار کر دیا۔ بلکہ دیوان موتی رام سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ وہ یہ بات کبھی بھی کسی کو نہیں بتائے گا کہ پیر حاضر شاہ کی دعا سے وہ صاحب اولاد ہوا ہے۔

☆××××××××××☆

دیوان موتی رام پیر حاضر شاہ کی دعا کی بدولت ایک لڑکی اور تین لڑکوں کے باپ بن چکے تھے۔ اولاد کی خوشی میں وہ پیر حاضر شاہ کو بالکل ہی بھول گئے.......... خان بہادر کا اکلوتا بیٹا اختر جو کہ پیر حاضر شاہ کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بھی اب چھ سال کا تھا۔ وہ اپنی بڑی بہنوں کی آنکھوں کا تارا تھا اور ساوتری اپنے تینوں بھائیوں کی لاڈلی تھی۔

www.ksars.org

خان بہادر نے اپنے بیٹے کو محلے ہی کے اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ یہاں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ دیوان موتی رام نے بھی ساوتری کو اسی اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ بچوں کی وجہ سے خان بہادر اور دیوان موتی رام کے درمیان پرانی دوستی کے رشتے اور زیادہ مضبوط ہو گئے۔ دونوں کے بچے ایک دوسرے کے گھر میں بلا روک ٹوک آیا جایا کرتے تھے اور دونوں گھرانوں کے افراد بھی ان بچوں سے اپنے ہی بچوں جیسا پیار کرتے تھے۔

ساوتری کی عادتیں عام ہندو بچوں سے قدرے مختلف تھیں۔ وہ دیوالی، ہولی یا اس قسم کے دوسرے تہواروں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ بلکہ خاموشی سے ایک تماشائی کی حیثیت سے سب کچھ دیکھتی رہتی۔

☆××××××××××☆

ایک دن ساوتری اسکول سے اختر کے ساتھ گھر واپس آ رہی تھی۔ راستہ میں ساوتری نے اس سے پوچھا۔ تو سپنے دیکھتا ہے؟

ہاں دیکھتا ہوں۔ اختر نے جواب دیا۔ لیکن کبھی کبھی۔

میں تو ہر روز ہی سپنا دیکھتی ہوں۔ ساوتری نے اٹھلا کر کہا۔ بڑا ہی سندر سپنا ہوتا ہے۔

کتنا سندر ہوتا ہے؟ اختر نے پوچھا۔ میں جتنا اچھا خواب دیکھتا ہوں تو۔ تو دیکھ بھی نہیں سکتی۔

چل چل میرے سپنے جیسا سندر نہیں ہو گا۔ ساوتری نے اترا کر کہا۔

اچھا بتا۔ کیسا سپنا دیکھتی ہے تو؟ اختر نے منہ بگاڑ کر پوچھا۔

ساوتری معصومیت سے بولی۔

www.ksars.org

جب میں سوتی ہوں تو میرے کوٹھے کی چھت درمیان سے کھل جاتی ہے اور نیلے آکاش سے بہت ہی سندر بہت ہی حسین ایک آدمی اڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کے بازوئوں پر سنہری پر ہوتے ہیں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اڑتا ہے۔ اتنا مزہ آتا ہے۔ اتنا مزہ آتا ہے کہ کیا بتائوں۔ ساوتری نے دونوں ہاتھ سے تالی بجا کر کہا۔ نیچے دریا، جنگل، پہاڑ سب چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں پھر وہ آدمی مجھے لے کر ایک میدان میں اترتا ہے۔ اس میدان میں دور تک ہری ہری گھاس اور من کو بھانے والے پھولوں کے درخت ہی درخت ہوتے ہیں۔ اس میدان کے بیچوں بیچ ایک بہت ہی خوبصورت سفید عمارت ہوتی ہے جیسے اپنے محلے میں مسجد ہے۔ اس کے اندر جانے کے لئے ڈھیر سارے زینے ہیں۔ وہ آدمی مجھے لئے ہوئے ان سیڑھیوں پر چڑھنے لگتا ہے۔ ابھی میں آدھی سیڑھیاں ہی چڑھ پاتی ہوں کہ اس عمارت کے دروازہ پر ایک بہت ہی نورانی شکل کا آدمی نظر آتا ہے۔ وہ اپنی میٹھی آواز میں مجھ سے کہتا ہے۔ ساوتری یہ اللہ کا گھر ہے۔ تیری منزل کا آغاز یہیں سے ہو گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

ہونہہ۔ خواب تو واقعی تیرا بہت اچھا ہے۔ اختر نے تعریفی لہجہ میں کہا۔ تو خواب میں مسجد دیکھتی ہے۔

پھر سوچ کر بولا۔ میں اپنے ابا سے اس کی تعبیر پوچھوں گا۔

نہیں۔ نہیں۔ ساوتری نے ایک دم گھبرا کر کہا۔ میں نے ماتا پتا کو یہ سپنا بتایا تھا۔ انہوں نے جوتشیوں سے معلوم کیا تھا۔ کہتے ہیں اس کی تعبیر بڑی خراب ہے۔

کیا خراب ہے؟ اختر نے بگڑ کر پوچھا۔

یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ ساوتری نے جواب دیا۔ لیکن ماتا پتا کا کہنا ہے کہ میں یہ سپنا کسی کو نہیں بتائونگی۔

پھر تو نے مجھے کیوں بتایا؟ اختر نے پوچھا۔

www.ksars.org

تو میرا دوست ہے نا۔ ساوتری نے بھولے پن سے کہا۔ اور دوست سے کوئی بات چھپائی تھوڑی جاتی ہے۔ اتنے میں اس کا گھر آ گیا اور وہ اپنا بستہ ہلاتی ہوئی چلی گئی۔

☆×××××××××××☆

اس واقعہ کے کوئی سال بھر بعد ہی ساوتری کے مزاج میں نمایاں تبدیلی ہونے لگی۔ اس کا دل اچاٹ سا رہنے لگا۔ پڑھائی میں بھی اس کا دل نہیں لگا۔ اور اس نے اسکول جانا بھی چھوڑ دیا۔ اب وہ اپنا زیادہ وقت گھر میں گزارہ کرتی۔ یا کبھی کبھار خان بہادر کے گھر چلی جاتی۔

کبھی کبھی وہ کسی بھی چیز کو دیر تک تکتی رہتی اور پھر بے اختیار ہنس پڑتی۔ اور اگر کبھی گھر والے اس سے اس کی وجہ پوچھتے تو کہہ دیتی۔ یہ چیز مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔

کبھی وہ بے جان چیزوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتی اور کبھی اسے نورانی جسم کا ہیولہ سا نظر آتا۔

دیوان موتی رام اور ان کی بیوی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ان کے خیال میں بچے تو اس قسم کی نا قابل فہم باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔

☆×××××××××××☆

جوں جوں ساوتری بڑی ہوتی جا رہی تھی۔ ویسے ہی وہ تنہائی پسند بھی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ سے بھی انتہائی ضرورت کے تحت بات کرتی تھی۔ ورنہ زیادہ وقت تنہا کمرہ میں گزارتی تھی۔ اور اگر ماں باپ بہت زیادہ اصرار کرتے کہ بیٹی کھیل کود میں بھی دلچسپی لیا کرو تو باہر آ کر سب سے الگ تھلگ بیٹھ کر مٹی سے گھروندہ بنانے لگتی۔ بھائیوں کے ساتھ بھی وہ نہیں کھیلتی تھی۔ بلکہ خاموشی سے انہیں کھیلتا ہوا دیکھتی رہتی تھی۔ اور جب اس طرح اس کی طبیعت گھبرا جاتی تو وہ اختر کے گھر چلی جاتی۔ تنہائی اور بے چینی کی اس کیفیت میں اگر اس کا کوئی ساتھی کوئی ہمدرد تھا تو وہ اختر تھا۔

www.ksars.org

ساوتری جس کیفیت سے دوچار تھی۔ اس کی وجہ اسے خود بھی نہیں معلوم تھی۔ لیکن بے چینی کی اس کیفیت میں اسے ایسی لذت ملتی تھی جسے وہ بیان نہیں کر سکتی تھی۔

عمر کے جس حصہ سے وہ گزر رہی تھی۔ اسے نہ بچپن کہا جا سکتا تھا اور نہ ہی جوانی۔ اس عمر میں سمجھنے سمجھانے کی صلاحیت بھی بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ اپنی دلی کیفیت کا اظہار اختر سے کر دیا کرتی تھی۔ ایک دن وہ اسی طرح سوچ میں گم خان بہادر کے گھر چلی گئی۔ اس وقت اختر کمرہ میں تنہا بیٹھا اسکول کا کام کر رہا تھا..........ساوتری نے اس کے قریب پہنچ کر مخاطب کیا۔ اختر۔

ہوں۔ اختر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ تو آ گئی؟

ہاں۔ چل میرے ساتھ کھیل۔ ساوتری نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

نہیں۔ مجھے اسکول کا کام کرنا ہے۔ اختر نے اپنا ہاتھ چھڑا کر جواب دیا۔ میرے امتحان بھی ہونے والے ہیں۔

تو پڑھ لکھ کر کیا بنے گا؟ ساوتری نے بھولے پن سے پوچھا۔

میں بڑا آدمی بنوں گا۔ اختر نے فخر سے کہا۔ ابا جی کہہ رہے تھے کہ اگر میں اس امتحان میں پاس ہو گیا تو آٹھویں پڑھنے دلی بھیج دیں گے۔

پھر کیا کرے گا؟ ساوتری نے اس ہی انداز میں پوچھا۔

پھر۔ پھر میں ابا جی کی طرح فوج میں جاؤں گا۔ اختر نے بتایا۔

فوج میں جائے گا۔ ساوتری نے تنک کر کہا۔ کیا کرے گا فوج میں جا کے؟

کسی کو مارنا۔ یہ تو پاپ ہے۔ ساوتری نے سنجیدگی سے کہا۔ یہ تو گناہ ہے۔

www.ksars.org

گناہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کسی کو بلا وجہ مارا جائے۔ اختر نے اسے بتایا۔

تو پھر ہر سال تمہارے ابا ایک بکرا کیوں مارتے ہیں۔ ساوتری نے جلدی سے پوچھا۔

اری۔ وہ تو عیدالاضحیٰ پر ابا جی اللہ کے حضور میں بکرا قربان کرتے ہیں۔ اختر نے ہنستے ہوئے اسے سمجھایا۔

اور تمہارا اللہ اس قربانی سے خوش ہو جاتا ہے؟ ساوتری نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

اور کیا۔ جب ہی تو ابا جی اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے ہیں۔ اختر نے بتایا۔

قربانی تو ہم بھی دیتے ہیں۔ ساوتری نے کھوئے ہوئے انداز سے کہا۔ ماتا پتا جی بتاتے ہیں کہ ہمارے دھرم میں سبھی دیوتاؤں کو خوش کرنے کی خاطر قربانی دی جاتی ہے۔

چل چل۔ اللہ کوئی اس طرح خوش ہوتا ہے کیا؟ اختر نے منہ چڑا کر کہا۔ تجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں۔

اچھا۔ تجھے تو معلوم ہے۔ ساوتری نے کھسیانی ہو کر کہا۔ چل تو ہی بتا دے۔

اختر اس کی یہ بات سن کر خاموش ہو گیا۔ اس سے جواب نہیں بن پڑ رہا تھا کہ ساوتری کو کیا بتائے۔ اسے خاموش دیکھ کر ساوتری نے کہا۔ میں بتاؤں بھگوان۔

بھگوان نہیں اللہ۔ اختر نے اسے ٹوکا۔

ہاں۔ اللہ۔ ساوتری نے سنبھل کر کہا۔ اللہ تو خوش اور ہی طریقوں سے ہوتا ہے۔

وہ طریقہ کیا ہے؟ اختر نے ہاتھ نچا کر پوچھا۔

www.ksars.org

ایک بار میں نے تجھے اپنے سپنے کے بارے میں بتایا تھانا؟ ساوتری نے رازداری سے پوچھا۔

ہاں۔ بتایا تھا۔ اختر نے سوچ کر کہا۔ لیکن وہ تو کئی برس پہلے کی بات ہے۔ جب تو میرے ساتھ اسکول جایا کرتی تھی۔

وہی سپنا میں اب بھی دیکھتی ہوں۔ ساوتری نے مسکرا کر کہا۔ اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوئے نورانی صورت کے بزرگ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس کائنات پر غور کرو۔ اپنے وجود پر غور کرو۔ خالق، مخلوق اور تخلیق پر غور کرو۔ ہر جگہ تمہیں اللہ نظر آئے گا۔

پھر تجھے اللہ نظر آیا؟ اختر نے چڑ کر کہا۔

نہیں۔ اللہ تو نظر نہیں آیا۔ ساوتری نے گہری سوچ سے جواب دیا۔ لیکن جب میں سپنے میں نظر آنے والے بزرگ کی بات پر عمل کرتے ہوئے اپنے اوپر غور کرتی ہوں تو بے حد حیرت ہوتی ہے۔ گوشت کے اس مجسمہ کی بناوٹ بڑی حیرت انگیز ہے۔

اری جا۔ تیرا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اختر نے اس کی بات کا مذاق اڑایا۔

تو نے کبھی خود پر غور کیا ہے؟ ساوتری نے پوچھا۔

میں تیری طرح پاگل دیوانہ نہیں ہوں۔ اختر نے چڑ کر کہا۔

تو میری بات پر اعتبار نہیں کرتا۔ ساوتری نے منہ بسور کر کہا۔ تو انسان کی بناوٹ پر غور تو کر کے دیکھ عقل حیران رہ جائے گی۔

تو۔ تو۔ دیوانی ہو گئی دیوانہ۔ اختر نے بگڑ کر کہا۔ جا مجھے کام کرنے دے۔ نہیں تو صبح اسکول میں سزا ملے گی۔

www.ksars.org

ساوتری نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے باہر چلی گئی۔

☆××××××××××☆

ایک دن ساوتری کو نجانے کیا سوجھی۔ اس نے صبح صبح اشنان کیا۔ اور پھر نئی ساڑھی باندھ کر ماتا جی کو پرنام کیا۔ وہ اس وقت باورچی خانہ میں ناشتہ بنانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی کنیا کو ساڑھی پہنے دیکھا تو کھل اٹھیں اور بڑے ہی پیار سے پوچھا۔ بیٹی یہ صبح ہی صبح کہاں جا رہی ہو؟

ماتا جی۔ ساوتری نے شوخی سے کہا۔ میرا دل چاہ رہا ہے۔ بھگوان کی پوجا کرنے مندر میں جاؤں؟

ضرور جاؤ بیٹی۔ ماں نے خوش ہو کر کہا۔ تمہارے پتا بھی وہیں ہونگے۔

ساوتری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ خاموشی سے پیٹھ موڑ کر گھر سے باہر آ گئی۔ مندر کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مندر میں داخل ہو گئی۔ ایک چھوٹے سے ہال کے آخری سرے پر شیو بھگوان کی بڑی سی مورتی نصب تھی اور اس کے قدموں میں پھل اور مٹھائیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ چند لوگ زمین پر دوزانو بیٹھے پرارتھنا میں مشغول تھے۔

ساوتری نے شیو بھگوان کے چہرہ پر نظریں گاڑ دیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ شیو بھگوان کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ پھر نجانے کیا ہوا۔ اس نے اپنی گردن کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور بھاگتی ہوئی مندر سے باہر نکل کر گھر میں داخل ہو کر وہ سیدھی اپنے کمرہ میں چلی گئی اور بستر پر اوندھی گر کر رونے لگی۔ اس کی ماں نے لاکھ پوچھا کہ بیٹی تو مندر میں پوجا کے لئے گئی تھی بتا تو سہی کیا ہوا؟

لیکن ساوتری نے کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ روئے چلی جا رہی تھی۔

www.ksars.org

دیوان موتی رام گھر میں ناشتہ کے لئے آئے تو بیوی نے اس کو ساری بات بتائی۔ انہوں نے ناشتہ کرنے کے بجائے کمرہ میں جا کر دیکھا۔ ساوتری اپنے پلنگ پر لیٹی سو رہی تھی۔

www.ksars.org

دیوانی

انہوں نے پیار سے اپنی بیٹی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ لیکن فوراً ہی ہٹالیا۔ ساوتری کا پورا جسم جل رہا تھا اسے تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے جلدی جلدی ایک پیالی چائے پی اور پھر ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔ ان کی بیوی ساوتری کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

اس واقعہ کے بعد اگر دیوان موتی رام کے گھر میں کوئی مہمان آجاتا تو ساوتری اس کے سامنے نہیں آتی تھی۔ خاص کر لڑکوں سے تو بالکل ہی بات کرنا پسند نہیں کرتی اور جب ماں باپ بہت زیادہ ضد کرتے تو وہ منہ پر گھونگھٹ نکال کر سامنے آتی تھی وہ بھی بس چند لمحوں کے لئے۔ اس کے بعد واپس گوشۂ تنہائی میں چلی جاتی۔ اگر اس کی ہم عمر سہیلیاں ساتھ کھیلنے پر بہت زیادہ اصرار کرتیں تو وہ ان کے ساتھ صرف ایک ہی کھیل کھیلتی تھی "مٹی کے گھروندے بنانا"۔ جب لڑکیوں کے دل اس کھیل سے بھر جاتے اور وہ کوئی دوسرا کھیل کھیلنا چاہتیں تو ساوتری کبھی بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی بلکہ خاموشی سے ایک طرف گم سم سی کھڑی ہو جاتی اور انہیں دیکھتی رہتی............ کبھی............ کبھی............ وہ کسی سہیلی کے کان میں چپکے سے کہتی۔ اللہ اللہ کیا کرو۔ وہ جس سہیلی کے کان میں یہ بات کہتی۔ وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگتی اور پھر یہی بات وہ اپنی ماں سے بھی کہہ دیتی۔ ماں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہتی کہ ساوتری تو دیوانی ہے بیٹی؟ اس کی باتیں نہ سنا کرو۔

☆×××××××××××☆

عمر کے ساتھ ساتھ ساوتری کے شعور میں بھی تبدیلی آرہی تھی وہ گھنٹوں خلاء میں دیکھتی رہتی۔ اور کبھی کبھی بے مقصد جملے بھی بولا کرتی تھی۔ وہ کہتی آہا آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں۔ ادھر دیکھو۔ میوئوں کے باغ ہیں۔ ہوا زور سے چل رہی ہے............ نور برس رہا ہے۔ سکون بانٹا جارہا ہے۔

www.ksars.org

جوں جوں بڑی ہو رہی تھی۔ اس میں بڑی خصوصیت جو نمایاں تھی وہ زبان تھی۔ ساوتری ہندی یا سنسکرت کا ایک لفظ بھی نہیں بولتی تھی۔ بلکہ وہ جب بھی بولتی تھی تو نہایت ہی صاف اردو بولتی تھی۔ یا کبھی کبھی عربی کا کوئی لفظ بول دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اسے ان زبانوں کی تعلیم دے رہا ہے۔

ساوتری جب تنہائی سے اکتا جاتی تو اپنے گھر کے دروازہ پر آ بیٹھتی۔ اور مٹی کا گھروندہ بناتی رہتی۔ اگر کوئی گزرنے والا پوچھتا کہ ساوتری کیا کر رہی ہو تو کہتی۔

جنت میں گھر بنا رہی ہوں۔ تم بھی بنالو پوجا پاٹ کے لئے جانے والوں سے کہتی۔ مٹی کے ہو مٹی میں مل جاؤ گے۔ پھر پتہ چلے گا۔ اصلی بھگوان کا۔ اس کے بعد وہ قہقہے لگانے لگتی۔

شروع میں لوگوں نے اس کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ لیکن جب ساوتری برا بھلا کہنے سے باز نہیں آئی تو انہوں نے دیوان موتی رام سے شکایت کی۔ دیوان موتی رام نے ساوتری کو سختی سے ڈانٹا۔ لیکن اس کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

دیوان موتی رام نے کئی سادھوئوں اور سنیاسیوں کو دکھایا۔ ان سب کا کہنا تھا کہ ساوتری کا ذہن پختہ نہیں ہے۔ جب وہ پوری طرح شعور کو پہنچے گی تو نارمل ہو جائے گی۔

☆××××××××××☆

ساوتری نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس کے اوپر جذب و مستی کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اسے اپنے بدن کا ہوش بھی نہیں رہتا تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا دیوانی سمجھتا تھا۔ اس حالت میں چودہ پندرہ سالہ ساوتری کا حسن بے مثال تھا۔ اسی نوے سال تک کے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتنا حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ اسے جو بھی دیکھتا۔ دیکھتا ہی رہ جاتا۔ جوانی میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔ قدرت نے فراخدلی سے اسے اپنا شاہکار بنایا تھا۔

www.ksars.org

☆××××××××××☆

چند قریبی رشتہ داروں نے جو اس سے جلتے تھے۔ اس کی ناقابل فہم باتوں اور حرکتوں کو اس وجہ سے اور بھی دیوانگی کا رنگ دے کر اچھالا کہ اسے کوئی اچھا سا بر نہ مل سکے۔ اور پھر اس طرح یہ بات سارے محلے اور برادری میں پھیل گئی کہ دیوان موتی رام کی حسین بیٹی ساوتری دیوانی ہے۔

اسے دیوانی کہنے والے وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے اس کے ساتھ بچپن گزارہ تھا۔ لیکن ان میں اختر شامل نہیں تھا۔ وہ دلی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ بچپن کے ساتھی اس بات کی تصدیق کرتے تھے کہ ساوتری تو شروع ہی سے دیوانی تھی۔ وہ تو بچپن میں پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی تھی۔ دیوان موتی رام اور ان کی بیوی کو بیٹی کی دیوانگی کا غم اندر ہی اندر کھائے جارہا تھا.......... وہ دونوں ہر وقت یہی سوچتے رہتے تھے کہ ساوتری کا جیون کیسے گزرے گا۔ ان کے تینوں بیٹے جوان ہو چکے تھے اور وہ ان کے لئے دھرم پتنیاں تلاش کر چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک وہ دونوں زندہ ہیں ان کی بیٹی کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ لیکن اس کے بعد کیا ہو گا؟ یہ سوچ کر دونوں میاں بیوی اداس ہو جاتے تھے۔

☆××××××××××☆

ساوتری جب ہوش میں ہوتی تھی تو ماں باپ کی حالت دیکھ کر کڑھتی تھی۔ وہ انہیں سمجھاتی کہ اس کی طرف سے قطعی پریشان نہ ہوں۔ یہ زندگی تو چند دن کی زندگی ہے۔ اچھی یا بری کٹ ہی جائے گی۔ اصلی زندگی تو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔

بیٹی مرنے کے بعد کونسی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اس کی ماں تعجب سے پوچھتی۔

زندگی تو مسلسل سفر کا نام ہے ماتا جی۔ وہ بڑے ہی پیار سے ماں کو سمجھاتی۔ اس دنیا میں آنے سے قبل انسان اپنی منزل پر ہوتا ہے۔ پھر وہ اس دنیا سے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے اور پلٹ کر واپس اپنے مقام چلا جاتا ہے۔

www.ksars.org

ماں اس کی یہ باتیں سن کر فکر مند ہو جاتی اور کہتی بیٹی تیری باتیں ہماری سمجھ میں آتیں نہیں۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ جیون سکھ سے گزر جائے تو یہی آتما کا نروان ہے۔

آتما کا نروان یہ نہیں ہے ماتا جی۔ وہ بڑے ہی پیار سے سمجھاتی۔ انسان کو زندگی میں دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ دوسروں کی خاطر تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ اللہ کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ پھر اسے سکون میسر آتا ہے۔

لیکن.........بیٹی تیرا روپ دیکھ کر تو ہمیں غم لگ گیا ہے۔ اس کی ماں افسردگی سے کہتی۔

"تم میری فکر نہ کرو" ساوتری انہیں تسلی دیتی۔ انسانی رشتہ سے میں تمہاری بیٹی ضرور ہوں۔ لیکن میں تمہارے کام کی نہیں ہوں۔ وہ سمجھاتی۔ میری پیدائش کا مقصد کچھ اور ہے۔

یہ تو کیا کہہ رہی ہے بیٹی؟ اس کی ماں تعجب سے کہتی۔

تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گی ماں! بس تم یہ سمجھ لو کہ اس دنیا میں رہ کر مجھے برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے.........اور جس شخص کی دعا سے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے.........وہی میرا نگہبان ہے۔

بیٹی۔ تیری تو کوئی بھی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کی ماں کچھ نہ سمجھ کر جواب دیتی۔ اس کے خیال میں بھی ساوتری کی باتیں دیوانگی کی تھیں۔

☆×××××××××××☆

ساوتری کی تشویشناک حالت دیکھتے ہوئے دیوان موتی رام کو ایک بار پھر پیر حاضر شاہ کا خیال آیا۔ انہی کی دعا سے وہ صاحب اولاد ہوئے تھے۔ پیر حاضر شاہ کا خیال آتے ہی انہیں ایک گونا گوں ڈھارس بندھی۔ ان کا دل کہتا تھا کہ پیر حاضر شاہ ضرور ان کی بیٹی کو ٹھیک کر دیں گے۔ اور پھر وہ خان بہادر کی طرف چل دیئے۔

www.ksars.org

خان بہادر اپنے دوست کے تمام حالات سے واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کے دوست کی بیٹی بچپن ہی سے دیوانی ہے۔ انہوں نے اپنے دوست کا غم بانٹنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن نجانے کیوں..........اس طویل عرصہ میں انہیں بھی کبھی پیر حاضر شاہ کا خیال نہیں آیا تھا۔ اب جو دیوان موتی رام نے ان سے کہا کہ پیر حاضر شاہ ہی اس معاملہ میں کچھ کر سکتے ہیں۔ تو خان بہادر فوراً ہی سفارش کرنے کو تیار ہو گئے۔ اور اس ہی وقت دیوان موتی رام سے یہ کہہ کر پیر حاضر شاہ کی طرف چل دیئے کہ تم اطمینان رکھو۔ میں بات کر کے آتا ہوں۔

☆xxxxxxxxxxx☆

دن کے نو دس بجے کا وقت تھا۔ جب کہ خان بہادر پیر حاضر شاہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ ابھی انہوں نے دروازہ سے نکل کر صحن میں قدم رکھا ہی تھا کہ شمشو اندر کے ایک کمرہ سے انتہائی تیزی کے ساتھ نکلا۔ خان بہادر اسے دیکھتے ہی جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اور پوچھا۔ پیر صاحب کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

"آپ اس وقت نہیں مل سکتے۔" شمشو نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہیں مل سکتا؟" خان بہادر بگڑ کر بولے۔ ان سے کہو خان صاحب آئے ہیں۔

خان بہادر کی پیر حاضر شاہ سے کافی بے تکلفی تھی۔ اس ہی ناطہ وہ سمجھتے تھے کہ پیر حاضر شاہ سے جب چاہیں مل سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت شمشو ان کے آڑے آ گیا تھا۔

"وہ اس وقت کسی سے بھی نہیں مل سکتے۔" شمشو نے روکھے پن سے کہا۔

"وہ اس وقت درس قرآن دے رہے ہیں۔" شمشو نے بتایا۔

درس قرآن دے رہے ہیں؟..........خان بہادر نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر قدرے غصہ سے بولے۔ لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔

www.ksars.org

"جی وہ مسجد میں ہیں۔" شمشو نے بتایا۔

"تو یہ کہو نا۔" خان بہادر نے جواب دیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسجد کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا بس یوں سمجھ لو کہ پیر حاضر شاہ کے مکان اور مسجد آمنے سامنے تھے۔ درمیان میں ایک پندرہ بیس فٹ کی چوڑی سی گلی تھی۔

خان بہادر نے جوتے اتارے اور سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں جانے لگے۔ اس مسجد کا صدر دروازہ آٹھ دس سیڑھیوں کے بعد آتا تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر جیسے ہی اوپر پہنچے۔ شمشو پھر سامنے کھڑا تھا۔

شمشو کو اس طرح اچانک سامنے دیکھ کر خان بہادر چونکے۔ ابھی ابھی وہ اسے گھر میں چھوڑ کر آئے تھے پھر یہ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا؟ انہوں نے راستہ میں بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ کسی اور راستہ سے یہاں پہنچ گیا ہو۔ انہیں خیال آیا۔ اس مسجد کا صحن کافی وسیع تھا۔ اس کے صحن میں بیک وقت تین چار سو مسلمان نماز پڑھ سکتے تھے۔ صحن کے بعد والے حصہ پر چھت پڑی ہوئی تھی اور بے شمار محراب دار دبنے ہوئے تھے۔ پیش امام کا ممبر چھت کے نیچے آخری دیوار کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ بہت سے بچوں کے قرآن پڑھنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ لیکن بچے نظر نہیں آرہے تھے۔

☆××××××××××☆

خان بہادر کو دیکھتے ہی شمشو بھڑک کر بولا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ اس وقت پیر صاحب کسی سے نہیں مل سکتے۔

ابے تو کون ہوتا ہے روکنے والا۔ خان بہادر کو ایک دم غصہ آگیا۔ اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر شمشو کو ایک طرف ہٹانا چاہا۔ اس کے بازو کو پکڑتے ہی انہیں ایک جھٹکا سا لگا اور انہوں نے "سی" کہہ کر اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایسا

www.ksars.org

معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ہاتھ جل گیا۔ لیکن ہاتھ تو صحیح حالت میں تھا البتہ شمشو کا جسم آگ کی طرح گرم تھا۔ انہوں نے حیرت زدہ نظروں سے شمشو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابے تیرا جسم ہے یا آگ؟"

شمشو نے اس بات کا جواب دینے کی بجائے گردن جھکائے ہوئے نہایت ہی انکساری سے کہا۔

جناب۔ مناسب یہی ہے کہ اس وقت چلے جائیں۔

دیکھ بھئی! شمشو۔ خان بہادر نے سنبھل کر کہا تو آگ کا گولہ ہے یا مٹی کا ڈھیر؟ میں تو اس وقت پیر جی سے مل کر ہی جائوں گا۔

خان بہادر کی یہ بات سن کر شمشو نے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ اس کی گول بڑی بڑی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ ایک بار تو خان بہادر کو جھرجھری سی آ گئی۔ لیکن پھر وہ ہمت کر کے بولے۔ "ابے کیا دیکھ رہا ہے؟ ہٹ میرے راستے سے۔"

"آپ فوراً ہی واپس چلے جائیں۔" شمشو نے اپنے دانتوں پر دانت جما کر کہا۔ "معلوم ہوتا تھا کہ وہ خان بہادر کی ضد سے غصہ میں آ گیا ہے۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر خان بہادر کا جسم بھی کانپ اٹھا۔ انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ شمشو کوئی غیر معمولی ہستی ہے۔

☆××××××××××☆

شمشو اور خان بہادر کی حجت سن کر اندر سے پیر حاضر شاہ بولے:

"ارے او شمشو کوئی بھی ہے۔ اندر آنے دے۔"

پیر حاضر شاہ کی آواز سن کر شمشو نے غلاموں کی طرح گردن جھکا دی اور ایک طرف ہٹ گیا۔
خان بہادر نے ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی اور اندر بڑھ گئے۔ شمشو ان کی سمجھ سے باہر تھا۔

www.ksars.org

ابھی خان بہادر صحن سے گزر ہی رہے تھے کہ انہوں نے بہت سارے بچوں کو سپارے ہاتھوں میں تھامے محراب دار دروازوں سے نکلتے دیکھا۔ وہ سب نہایت ہی تیزی سے مسجد کے باہر جارہے تھے۔ خان بہادر نے روک کر ان بچوں کو دیکھا۔ ان میں محلے کا ایک بھی بچہ نہیں تھا۔ بچے سیڑھیوں سے اترنے کے بعد نظر نہیں آرہے تھے۔ پھر خان بہادر کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا سا لگا۔

انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے ساوتری کو بھی ان ہی بچوں کے ہمراہ تیزی سے مسجد کی سیڑھیاں اترتے دیکھا تھا۔ لیکن وہ اسے اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ ساوتری بچوں کے ہجوم میں تھی۔ وہ صرف اس کی ایک جھلک ہی دیکھ پائے۔

ممکن ہے یہ میرا وہم ہو۔ انہوں نے سوچا بھلا ساوتری یہاں کس طرح آسکتی ہے۔ پھر وہ اندر داخل ہو گئے۔ اندر کونے میں پیر حاضر شاہ مصلے پر بیٹھے تھے۔ خان بہادر کو دیکھتے ہی بولے۔ ‘‘بھئی اس وقت کیسے آنا ہوا؟’’

‘‘آپ کے پاس کبھی کوئی بغیر ضرورت کے بھی آیا ہے؟’’ خان بہادر نے مسکرا کر جواب دیا۔

‘‘ہاں یہ بات تو ہے۔’’ پیر حاضر شاہ نے گہری سوچ سے جواب دیا۔ لیکن اس وقت میں کسی سے ملتا نہیں ہوں۔

‘‘جب ہی آپ کا ملازم شمشو مجھے نہیں آنے دے رہا تھا۔’’ خان بہادر نے بتایا۔

میں نے اس کو کہہ رکھا ہے۔ پیر حاضر شاہ نے کہا۔ صبح کو جب میں مسجد میں درس دے رہا ہوں تو کسی کو میرے پاس نہ آنے دے۔

حضور! یہ کیا بات ہوئی خان بہادر نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ میں لوگوں کی دادرسی کے لئے ہوں۔ جو جب چاہے آسکتا ہے اور دوسری طرف یہ پابندی۔

www.ksars.org

"دراصل صبح کے وقت میں ان بچوں کو قرآن پڑھاتا ہوں۔" پیر حاضر شاہ نے کہا۔

"تو کیا ہوا؟" خان بہادر بولے آپ حاجت مند کی بات تو یہاں بھی سن سکتے ہو۔

"نہیں، نہیں۔" پیر حاضر شاہ نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ یہاں کوئی نہیں آسکتا۔

کیوں نہیں آسکتا؟ خان بہادر نے چڑ کر پوچھا۔ آپ بچوں کو اس وقت قرآن ہی تو پڑھاتے ہیں۔

تم نہیں جانتے۔ پیر حاضر شاہ نے مجبور ہو کر کہا۔ یہ انسانوں کے بچے نہیں۔

تو کیا جنات کے بچے ہیں؟ خان بہادر نے تمسخر سے کہا۔

ہاں! یہ اجنہ کے بچے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

جی..........خان بہادر اس انکشاف پر حیرت زدہ سے رہ گئے اور پھٹی پھٹی نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

یہ سب مسلمان ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے ان کی حیرانگی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ اور میرا یہ فرض ہے کہ میں ان کو دینی تعلیم دوں۔

کمال ہے..........خان بہادر نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

جب ہی تو پیروں فقیروں کے پاس جانے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ پیر حاضر شاہ نے سمجھایا۔ روحانی لوگوں کی اور بھی بہت سی دوسری مصروفیات ہوتی ہیں۔ جنہیں دنیا والوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

اگر یہ سارے بچے جنات کے تھے۔ خان بہادر نے سنبھل کر کہا۔ تو موتی رام کی بیٹی ساوتری یہاں کیسے تھی؟

www.ksars.org

خان بہادر کی یہ بات سن کر پیر حاضر شاہ نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولے تمہیں وہم ہوا ہے۔

ساوتری کا یہاں کیا کام؟ یہاں تو جنات کے بچے آتے ہیں اور ساوتری تو انسان کی اولاد ہے۔ پھر ایک دم سنجیدگی سے پوچھا۔ہاں تم بتاؤ اس وقت کیوں آئے ہو؟

کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خان بہادر نے پیشانی کو ملتے ہوئے کہا۔

بھئی! تمہیں کچھ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ پیر حاضر شاہ نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ تم صرف یہ بتاؤ۔ کیوں آئے ہو؟

ان کی بات سن کر خان بہادر نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اپنے چہرہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیر کر پریشانی کے تاثرات کو دور کیا اور بولے۔ آپ میرے دوست دیوان موتی رام اور اس کی بیٹی ساوتری کو تو جانتے ہو۔ ساوتری تو پیدا ہی............

لو بھئی............پیر حاضر شاہ نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔ میں انہیں نہیں جانوں گا تو پھر اور کون جانے گا۔

کیا بتاؤں............خان بہادر نے جھجھکتے ہوئے کہا............وہ پانچ سال کی عمر ہی سے عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگتی تھی اور............

اب تو وہ ماشاءاللہ جوان ہوگئی ہوگی............پیر حاضر شاہ نے ایک بار پھر ان کی بات کاٹ کر پوچھا۔

جی ہاں۔ وہ جوان تو ہے خان بہادر نے بتایا۔ لیکن اس کی دیوانگی نہیں گئی۔

پھر............پیر حاضر شاہ نے اجنبیت سے پوچھا۔

www.ksars.org

میرے دوست سے جو بن پڑا کر لیا............خان بہادر بولے۔ بڑے بڑے سادھوئوں سنیاسیوں اور ڈاکٹروں کو دکھایا ہر قسم کا علاج کروایا اس کی دیوانگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسے اپنا ہوش ہی نہیں ہے۔ بس ہر وقت گم سم سی رہتی ہے اور بے تکی باتیں کرتی رہتی ہے۔

پھر میں کیا کروں۔ پیر حاضر شاہ نے بے پروائی سے کہا۔

موتی رام کو اس کا غم کھائے جا رہا ہے۔ خان بہادر نے افسردگی سے کہا۔ جوان لڑکی کو عمر بھر گھر میں تو نہیں بٹھایا جا سکتا۔

اس کی باقی اولادیں تو ٹھیک ہیں............پیر حاضر شاہ نے کہا۔

جی ہاں۔ آپ کی دعا سے ساوتری کے بعد تین بیٹے اور بھی ہوئے۔ وہ سب کے سب تندرست ہیں۔ خان بہادر نے بتایا۔

بس پھر تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ پیر حاضر شاہ نے اطمینان سے کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے خان بہادر نے کہا لیکن معاملہ لڑکی کا ہے ہر طرف سے مایوس ہو کر اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ پھر وہ التجا آمیز لہجہ میں بولے:

"اب آپ ہی اس کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ ہی اس کی بیٹی کو صحیح کر سکتے ہیں۔"

بہت دن کے بعد تمہارے دوست کو ہمارا خیال آیا۔ پیر حاضر شاہ نے ہنس کر شکوہ کیا۔

آپ تو جانتے ہیں وہ ہندو ہے۔ خان بہادر نے سرگوشی سے کہا۔ آپ سے کھلے بندوں ملتے ہوئے ڈرتا ہوں لیکن وہ آپ کا بہت ہی احسان مند ہے اور اگر حکم دیں گے تو وہ سر کے بل حاضر ہو جائے گا۔

www.ksars.org

خان صاحب! تمہیں آج سے چودہ برس پہلے کی بات یاد ہے۔ پیر حاضر شاہ نے ان کی بات پر توجہ دینے کے بجائے پوچھا۔

کیوں نہیں خان بہادر نے اقرار کرتے ہوئے جواب دیا۔ میں ہی تو موتی رام کو لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔

اور تم نے ہی اس کی سفارش کی تھی۔ پیر حاضر شاہ نے انہیں یاد دلایا۔

جی ہاں۔ مجھے یاد ہے.........خان بہادر نے ایک بار پھر اقرار کیا۔

اور تمہیں یہ بھی یاد ہو گا..........پیر حاضر شاہ نے معنی خیز انداز سے کہا۔ ہم نے اس سے کہا تھا کہ ہم سے اولاد مانگو گے تو ہم ہی جیسی ہو گی۔

جی ہاں۔ یاد ہے خان بہادر نے گردن ہلا کر کہا۔

بس تو پھر اب تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے نہایت ہی بے رخی سے کہا۔ اب کیوں سفارش کرتے ہو۔ انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر صحن کی طرف آتے ہوئے قدرے جلالی انداز میں بولے۔ ہم نے اسی روز کہہ دیا تھا۔ پھر کوئی گلہ شکوہ نہ کرنا۔

لیکن حضور۔ خان بہادر نے انہیں التجا آمیز لہجہ میں مخاطب کیا۔

خان صاحب! پیر حاضر شاہ نے انہیں اسی ہی طرح جلالی لہجہ سے خطاب کیا۔ بس جو بات طے ہو گئی۔ وہ طے ہو گئی۔

خان بہادر نے پہلی بار پیر حاضر شاہ کو اس طرح جلال میں دیکھا تھا۔ وہ سٹپٹا سے گئے لیکن ہمت کر کے بولے میں سمجھا نہیں حضور۔

www.ksars.org

تم ہمارے دوست ہو پیر حاضر شاہ نے ایک محراب دار دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ محلہ دار پڑوسی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرے آقا کے امتی ہو، اس نسبت سے میں تمہارے دوست کے لئے جو کر سکتا تھا کر دیا لیکن اب یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے حق سے بھی دستبردار ہو جائوں۔

اس کے بعد انہوں نے دروازہ کی آڑ میں سے اپنا بید اٹھایا اور صحن کی طرف چل دیئے۔ خان بہادر اب بھی ان کی بات کو نہیں سمجھ پائے تھے۔ لہٰذا پیچھے آتے ہوئے نہایت ہی انکساری سے بولے میں آپ کا مقصد نہیں سمجھا حضور اگر تم اس معاملہ میں اپنی زبان تمام عمر بند رکھو تو بتائے دیتے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے صحن کے بیچ میں رک کر کہا۔ خان صاحب نے فوراً ہی ان سے وعدہ کر لیا کہ وہ زندگی بھر کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

پیر حاضر شاہ نے کہا........... تمہیں یاد ہے۔ تمہارے دوست موتی رام نے کہا تھا کہ پنڈت ہری رام نے اسے بتایا تھا کہ اس کی قسمت میں اولاد نہیں ہے۔

ہاں مجھے یاد ہے........... خان بہادر نے کہا۔

پنڈت ہری رام نے سچ کہا تھا........... پیر حاضر شاہ نے بتایا........... لیکن جب تم اسے لے کر ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اپنے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پروردگار سے وعدہ کیا کہ اس کی اولاد سے پہلی اولاد کو ہم اس کا فرمانبردار اور غلام بنائیں گے۔

www.ksars.org

پنڈت کی واپسی

لیکن پیر سائیں! ساوتری تو دیوانی ہے۔ خان بہادر نے ان کی بات سمجھ کر پریشانی سے کہا۔

تمہیں کیا معلوم۔ پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر کہا۔ دیوانی ہے تو کیا ہوا۔ وہ ہماری امانت ہے۔

یہ کہہ کر وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔ خان بہادر مسجد کے صحن میں حیران و پریشان کھڑے انہیں سیڑھیاں اترتے دیکھتے رہے۔

دیوان موتی رام کی آخری امید پیر حاضر شاہ تھے..........خان بہادر کو بھیجنے کے بعد اسے اطمینان تھا کہ ساوتری ٹھیک ہو جائے گی۔ اس نے اپنی بیوی کو بھی تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ جب خان صاحب کی دعا سے اور اولاد ہو سکتی ہے تو اس کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن..........جب شام کو خان بہادر نے اس کے گھر پہنچ کر بتایا کہ پیر صاحب نے اس معاملہ میں معذوری ظاہر کر دی ہے تو اس کی رہی سہی امید بھی ختم ہو گئی۔

خان بہادر نے اپنے دوست کو صحیح بات نہیں بتائی کیونکہ پیر حاضر شاہ سے تمام عمر زبان بند رکھنے کا وعدہ کر چکے تھے۔

بالآخر دیوان موتی رام نے یہ سوچ کر صبر کر لیا کہ بھگوان نے اس کی قسمت میں پاگل بیٹی ہی لکھی تھی۔

☆×××××××××××☆

www.ksars.org

دن یونہی گزرتے جارہے تھے۔ ساوتری کی طرف اس کے ماں باپ نے توجہ دینا کم کردی تھی۔ وہ ہر وقت اپنے کمرہ میں حالت استغراق میں رہتی۔ اور جب کبھی ہوش میں آتی تو ضروریات زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر باہر آجاتی۔

ایک دن صبح ہی صبح۔ پنڈت ہری رام جو کہ شیو بھگوان کا سب سے بڑا پجاری تھا۔ دیوان موتی رام کے دروازہ پر کھڑا دستک دے رہا تھا۔ وہ پندرہ سال بعد اس شہر میں واپس آیا تھا۔

دیوان موتی رام نے دروازہ کھولا۔ اور جونہی اس کی نظر پنڈت پر پڑی وہ حیرت وخوشی سے گنگ ہو کر رہ گیا۔ ایسے برے وقت میں وہ پنڈت کی آمد کو اپنے لئے خوش بختی سمجھ رہا تھا............اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے نہایت ہی خوش دلی سے کہا۔

آپ۔ آپ مہاراج۔ آج میں اپنی قسمت پر جتنا بھی مان کروں کم ہے۔ آج تو میرے بھاگ جاگ اٹھے ہیں۔ صبح ہی صبح آپ کے درشن ہوگئے۔

موتی رام............پنڈت ہری رام نے اسے اپنی پاٹ دار آواز میں مخاطب کیا۔ ہم اس گھر میں خوشیوں کی چہکار اور غم کی آواز ایک ساتھ سن رہے ہیں۔

پدھاریئے مہاراج............پدھاریئے............دیوان موتی رام نے خوشی خوشی استقبالیہ انداز میں کہا............میں آپ کو سب کچھ بتاتا ہوں۔ سب کچھ۔

ہمیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں............پنڈت ہری رام نے اندر قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ پنڈت نے ایک طائرانہ نظر ڈالی اور بولا۔ میں تجھے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔

کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی مہاراج............دیوان موتی رام نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔

www.ksars.org

غلطی..........وہ دھاڑا..........تونے نہ صرف میرا بلکہ شیو بھگوان کا بھی اپمان کیا ہے۔

شما کیجئے مہاراج..........شما کیجئے..........دیوان موتی رام اس کے قدموں قدموں پر سر رکھ کر گڑگڑایا۔ اس کی آواز سن کر موتی رام کے بیٹے اور بیوی بھی کمروں سے نکل آئے تھے۔

شما کا وقت گزر چکا ہے۔ پنڈت ہری رام نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے غصہ سے کہا۔ اپرادھی۔ تو نے پیر حاضر شاہ کے پاس جا کر نہ صرف اپنا دھرم بھشٹ کیا ہے بلکہ شیو بھگوان کو بھی ناراض کیا ہے۔

ہم سے غلطی ہو گئی مہاراج..........دیوان موتی رام کی دھرم پتنی نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔ آپ شیو بھگوان کے مہاپرش۔

خاموش..........پنڈت ہری رام نے اسے غصہ سے ڈانٹا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم سب کو اس غلطی کا کھشٹ ملے گا۔ تمہیں شیو بھگوان کا شراپ بھگتنا ہو گا۔ اس نے حقارت سے کہا۔ اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی تسبیح پر کچھ پڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ''نہیں'' کی ایک گونجدار آواز سنائی دی۔ اس آواز پر سب نے یکبارگی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ساوتری اپنے کمرہ کے دروازہ کے درمیان میں چوکھٹ پکڑے کھڑی تھی۔

ساوتری پر نظر پڑتے ہی پنڈت ہری رام دم بخود ہو گیا۔ اس کی تسبیح جوں کی توں تھمی کی تھمی رہ گئی۔

ساوتری کے حسن نے اسے حیرت زدہ کر کے رکھ دیا تھا۔

یہ کنیا کون ہے؟ اس نے سکتہ کی سی حالت میں پوچھا۔

میری بیٹی ہے مہاراج..........دیوان موتی رام نے زمین سے اٹھتے ہوئے بتایا۔

میں دیکھ رہا ہوں۔ موتی رام، میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولا۔

www.ksars.org

کیا دیکھ رہے ہیں مہاراج۔ دیوان موتی رام نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

تیرے ایمان کا اوپائے یہی ہو سکتا ہے کہ تو اس کنیا کو شیو بھگوان کی داسی بنا دے۔

پنڈت ہری رام نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے کہا۔

جو آگیا مہاراج۔ دیوان موتی رام نے جواب دیا............لیکن۔ لیکن یہ تو پاگل ہے۔ دیوانی ہے۔

تو نہیں جانتا یہ کون ہے۔ پنڈت ہری رام نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا۔ پھر وہ اپنے گلے میں پڑے ہوئے سیاہ رنگ کے سانپ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

موتی رام آج سے پندرہ سال پہلے میں نے تجھے جو سندیس سنایا تھا وہ شیو بھگوان کا سندیس تھا۔ پر تو نے صبر نہ کیا اور پیر حاضر شاہ کے............

خبر دار............جو تو نے آگے کچھ کہا۔ ساوتری نے اسے غصہ سے ڈانٹا۔

اوہو اتنا مان ہے اپنے گرو پر............پنڈت ہری رام نے زہر خند سے کہا۔

چل............دور ہو یہاں سے............ساوتری نے اسے للکارا۔

دیوان موتی رام تیزی سے پلٹا اور ساوتری کے پاس جا کر التجا سے بولا۔

بیٹی یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ یہ تو سوچ کس سے کہہ رہی ہے پھر اس نے خوشامد سے کہا یہ تو شیو بھگوان کے مہان پجاری ہیں۔ ان کی آگیا کا پالن کرنا تو اپنا دھرم ہے۔

پتا جی............ساوتری نے نرم لہجہ سے کہا............اس سے کہو یہاں سے چلا جائے۔

www.ksars.org

مورکھ۔ تیری یہ ہمت۔ یہ مجال۔ پنڈت ہری رام گرجا..........چاہوں تو ابھی تجھے نرکھ میں پہنچا دوں۔

نہیں مہاراج نہیں۔ موتی رام وہاں سے ہی ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑایا۔

اسے شما کر دیجئے مہاراج۔ یہ اپنے ہوش میں نہیں ہے..........ماں نے بھی ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔

پتاجی..........ساوتری نے اپنے باپ کو ڈانٹا..........اس کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں..........یہ مٹی کا انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ساوتری کی بات سن کر ہر شخص اس کی جانب تعجب سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ اب وہ بالکل ہوش وحواس میں تھی۔

اچھا..........اگر تجھے اپنی شکتی پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو سنبھل..........پنڈت ہری رام نے شرارت سے کہا۔ اور اپنی نگاہیں ساوتری کی نگاہوں میں گاڑ دیں۔ چند لمحے بعد۔ اس نے اپنے سر کو خفیف سے جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساوتری دروازہ کے درمیان لہرا کر گری۔ لیکن گرتے گرتے وہ سنبھل گئی۔ اور دوبارہ چوکھٹ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی اس حرکت پر پنڈت ہری رام بھونچکا سا ہو کر رہ گیا۔ لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے پہلے سے بھی زیادہ غور سے اس کو گھورنا شروع کر دیا۔ اس ہی وقت ساوتری اور پنڈت کے درمیان دھویں کی ایک ملگجی سی چادر تن گئی۔ پنڈت ہری رام نے گھبرا کر ہتھیلیوں سے اپنی آنکھوں کو مسلا۔ پھر جب دھوئیں کی چادر چھٹ گئی تو ساوتری کے سامنے شمشو کھڑا تھا۔

☆××××××××××☆

شمشو اس وقت اچانک ہی آدھمکا تھا۔ اس کی پیٹھ ساوتری کی طرف تھی اور وہ سوائے ساوتری اور پنڈت ہری رام کے کسی اور کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ساوتری نے دو تین بار اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے اسے پہچان رہی ہو۔

www.ksars.org

تو کون ہے؟............پنڈت نے پوچھا۔

شمشو............شمشو نے اطمینان سے جواب دیا۔

یہاں کیوں آیا ہے؟ پنڈت نے ڈانٹ کر پوچھا۔

تو کیوں آیا ہے؟............شمشو نے الٹا اس سے پوچھ لیا۔

ہو نہہ............تو یہ بات ہے۔ پنڈت نے سوچ کر کہا۔ گرو نے چیلے کو بھیجا ہے۔ پھر وہ موتی رام سے بڑے ہی فخر سے مخاطب ہوا۔ دیکھا تو نے اس کے پیر میں اتنی ہمت نہیں کہ میرا سامنا کر سکے۔

خاموش............شمشو دھاڑا۔ خبر دار! جو میرے پیر و مرشد کو کچھ کہا۔ وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔

یہ سن کر پنڈت ہری رام نے بے ساختہ قہقہہ لگا کر کہا۔ دیکھ لیا تو نے۔ کون ہے جو شیو بھگوان کے پجاری کے سامنے ٹھہر سکے۔

اپنی زبان کو لگام دے گستاخ............شمشو گرجا۔ ورنہ ابھی تجھے مزہ چکھا دوں گا۔

اوہو۔ تو مجھے مزہ چکھائے گا۔ پنڈت نے تمسخر سے کہا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی مالا کو اونچا کر کے اس کی طرف جھٹکا دیا۔ مالا سے برقی شعاعیں نکلیں اور اس کی طرف لپکیں۔ شمشو نے فوراً ہی پلٹ کر ساوتری کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور خود کو بھی ان کی زد سے بچایا۔ اس کے بعد اس نے پنڈت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس کا ہاتھ لمبا ہوتا چلا گیا اور پھر اس نے پنڈت ہری رام کی کلائی پکڑ کر مروڑ دی۔

بڑی شکتی ہے تجھ میں۔ پنڈت ہری رام نے دانت پیس کر کہا۔ پھر اس نے گلے میں پڑے ہوئے سیاہ رنگ کے سانپ کو زمین پر ڈالتے ہوئے کہا۔ لے اس سے بچ کر بتا۔

www.ksars.org

سانپ نے زمین پر آتے ہی اوپر کو اٹھنا شروع کر دیا۔ اور فوراً ہی دم کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ اس کی دوشاخہ زبان سے شعلے سے نکل رہے تھے۔ اس نے شمشو کے چہرہ کو ڈسنے کی خاطر پھن کو آگے بڑھایا۔

شمشو نے اپنی گول گول سرخ آنکھیں اس کی نگاہوں میں جما دیں۔ پھر اس کی آنکھوں سے نہایت ہی باریک سرخ رنگ کی رو نکلی اور سانپ کی آنکھوں میں سرایت کر گئیں۔ سانپ تڑپ کر نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ پنڈت ہری رام نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کو پکڑا۔ اور اس کا پھن دیکھ کر غصہ سے بولا۔ مورکھ..........تو نے اسے اندھا کر دیا۔ لیکن اب تو نہیں بچ سکے گا۔

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ کو شمشو کی طرف اچھال دیا۔ اس سے پہلے کہ سانپ اس تک پہنچتا۔ شمشو نے اپنے دونوں ہاتھوں کو لمبا کیا اور فضا میں سانپ کو پکڑ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ یہ دیکھ کر پنڈت ہری رام کے اوسان خطا ہو گئے اور اس نے نہایت ہی پریشانی سے پوچھا۔

آخر تو ہے کون؟

اپنے پیر و مرشد کا خادم ہوں۔ شمشو نے اطمینان سے جواب دیا۔

نہیں..........نہیں۔ تو ان کا بیر (موکل) ہے..........پنڈت ہری رام نے گھبرا کر کہا۔ میری شکتی کا مقابلہ کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ پھر وہ تکبر سے بولا۔ خیر اس وقت تو میں جا رہا ہوں لیکن یاد رکھنا میں نے ہار کبھی نہیں مانی۔ کبھی نہیں۔ اس کے بعد وہ فوراً ہی مڑا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی ساوتری تعجب سے بولی:

"تم..........تم..........یہاں؟"

پھر اس نے شمشو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ تمہارے تو دو سنہری پر تھے۔ تم تو مجھے سپنوں میں اڑا کر لے جاتے تھے۔ کہیں..........کہیں میں سپنا تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔

www.ksars.org

یہ سپنا نہیں۔ حقیقت تھی بیٹی۔ اس کی ماں نے آگے بڑھ کر مخاطب کیا۔ وہ شیو بھگوان کے پجاری تھے اور اب واپس چلے گئے ہیں۔ گھر میں موجود دوسرے لوگوں کو کیونکہ شمشو نظر نہیں آ رہا تھا۔ لہٰذا اس کی ماں یہی سمجھی کہ ساوتری پنڈت کے بارے میں کہہ رہی ہے۔

شمشو نے اسے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور نہایت ہی آہستگی سے بولا۔

تم گھبرانا نہیں۔ جب تک پیر و مرشد واپس نہیں آ جاتے تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔

پیر و مرشد.........کون پیر و مرشد.........ساوتری نے تعجب سے پوچھا۔ لیکن شمشو اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے باہر نکل گیا۔

☆××××××××××☆

پنڈت ہری رام شمشو سے شکست کھانے کے بعد سیدھا اپنے مندر پہنچا تھا۔ اپنے گرو کو اچانک سامنے دیکھ کر مندر کے چھوٹے بڑے پجاریوں اور دیو داسیوں نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ وہ سب اس کے آجانے سے خوش تھے لیکن وہ ان سب سے بے نیاز کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا اپنے مخصوص کمرہ میں پہنچ گیا۔ اس کا یہ کمرہ شیو بھگوان کی مورتی کے عین نیچے واقع تھا۔ جس طرح تہہ خانہ ہوتا ہے اور اسی کمرہ میں اس نے سورگ باش ہونے والے مہان پجاری کے ساتھ سخت ریاضت کی تھی.........اور اب وہ اس دھرتی پر شیو بھگوان کی عظیم طاقتوں کی نشانی تھا۔ اسے جب سے یہ اعزاز حاصل ہوا تھا فخر و غرور سے اس کی گردن تنی رہتی تھی۔ وہ بے جا کسی کو تنگ نہیں کرتا تھا۔ ہر شخص کی خواہ وہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو ضرورت پوری کر دیا کرتا تھا۔ اسے کبھی کسی سے جلن، حسد یا نفرت نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے لوگ اسے پیار کرتے تھے۔ پریم کرتے تھے لیکن.........اس سے خوفزدہ بھی رہتے تھے وہ ضدی اور ہٹ کا پکا تھا جو بات بھی زبان سے کہہ دیتا وہ پوری نہ ہوتی تو اسے اپنی سخت توہین سمجھتا۔ اور پھر.........اس کی تکمیل کی خاطر ماورائی و غیر ماورائی، جائز و ناجائز تمام حربے استعمال کرتا۔

www.ksars.org

پندرہ برس پہلے جب وہ اس مندر میں شیو بھگوان کا داس بننے کی تربیت حاصل کر رہا تھا تو بھی لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ گوشہ نشین ہوتا چلا گیا اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ کہاں ہے۔

لیکن اب ایکا ایکی اس کے مندر میں آجانے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور اس کے معتقد اس کے درشن کو آنے لگے۔

☆××××××××××××☆

پنڈت ہری رام کو اس کائنات میں جاری و ساری مکافات عمل میں دخل حاصل تھا یا نہیں یہ اندازہ تو اس کی ذات کے ساتھ رونما ہونے والے واقعات سے ہی لگایا جا سکے گا۔ لیکن اس نے دیوان موتی رام کی پوری جنم کنڈلی دیکھ کر یہ کہا تھا کہ اس کے بھاگ میں اولاد نہیں ہے اور پھر.........جب اس نے بستی میں قدم رکھا تو وہ یہ جان کر حیران رہ گیا کہ دیوان موتی رام صاحب اولاد ہو چکا ہے۔ اس کی پیشنگوئی پہلی بار غلط ثابت ہوئی تھی۔ وہ پردہ غیب کے اس راز کو جاننے کی خاطر سیدھا دیوان موتی رام کے گھر پہنچ گیا تھا۔ جہاں اس کا سامنا ساوتری سے ہو گیا۔ ساوتری کو دیکھتے ہی اس کی نظروں سے پردہ ہٹ گیا۔ وہ جان گیا کہ یہ اللہ کے ایک نہایت برگزیدہ بندہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ جذب و کشف کے ذریعہ اس نے ساوتری کی شخصیت کو جانچ لیا تھا۔ ''ساوتری'' جو کہ بظاہر دیوانی نظر آتی تھی صاحب کرامت تھی اور ابھی اس سلسلہ میں مزید تربیت حاصل کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پنڈت ہری رام نے اسے شیو بھگوان کی داسی بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن کوئی فیصلہ ہونے سے قبل ہی نجانے شمشو اچانک کہاں سے آ گیا تھا۔ اس نے نہ صرف ساوتری کو پنڈت کے غیض و غضب سے بچا لیا تھا بلکہ اسے وقتی طور پر شکست بھی دے دی تھی۔

پنڈت ہری رام کے دل میں شکست سے آتش انتقام بھڑک اٹھی تھی۔ لیکن اس وقت اس نے سمجھ سے کام لیا اور خاموشی سے اپنے پرانے ٹھکانے پر لوٹ آیا۔

☆××××××××××××☆

www.ksars.org

اس واقعہ کے کوئی بیس پچیس دن بعد جبکہ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چاروں جانب ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پنڈت ہری رام شیو بھگوان کے چرنوں میں مرگ چالے پر بیٹھا کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے سامنے پیتل کی تھالی میں صندل کی لکڑیاں سلگ رہی تھیں۔ وہ وقفہ وقفہ سے آگ میں لوبان ڈالتا جارہا تھا، لکڑیاں جل کر کوئلہ اور کوئلے سے راکھ بنتی جارہی تھیں۔ کچھ دیر بعد اس نے تھال کے کناروں سے راکھ کو سمیٹا اور مٹھی میں بھر کر اس پر پھونکا۔ پھر اس نے چھوٹی سی کھڑکی کے رخ اپنا منہ کیا اور مٹھی کھول دی۔ اور راکھ فضا میں بکھر گئی۔ لیکن وہ زمین پر گری نہیں۔ بلکہ ایک محدود دائرہ میں جمع ہو کر اوپر کو اٹھی اور کھڑکی سے باہر نکل گئی۔ راکھ کے باہر نکلتے ہی پنڈت ہری رام نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے اور آنکھیں بند کر لیں۔

☆××××××××××☆

ساوتری بے خبر اپنے کمرہ میں سو رہی تھی۔ راکھ کا ایک چھوٹا سا بادل روشن دان کے ذریعہ کمرہ میں داخل ہوا اور اس کے پلنگ کے چاروں جانب ایک چکر لگا کر اس کی پائنتی کی جانب گیا پھر راکھ کے ڈھیر نے آہستہ آہستہ ایک ہیولے کی شکل اختیار کر لی...........اب وہاں ایک تندرست و توانا برہنہ عورت کھڑی تھی۔ اس کا سر گائے کا تھا اور دو بڑے بڑے نوکیلے سینگ آگے کی جانب نکلے ہوئے تھے۔ اس ہی لمحہ شمشو کمرہ میں اس طرح داخل ہوا جیسے ہوا میں اڑتا ہوا آیا ہو۔

کون ہے تو؟...........شمشو نے غصہ سے پوچھا۔

"گائو ماتا۔ اس نے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی گردن کو اس طرح جھکایا جیسے ساوتری کے پلنگ کو سینگوں کے ذریعہ اٹھانا چاہتی ہو۔ لیکن شمشو غافل نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ شمشو بجلی کی طرح جھپٹا اور اس کی گردن دبوچ لی۔

چھوڑ دے، مجھے چھوڑ دے...........کمرہ میں گائے کے ڈکارنے کی آواز سنائی دی۔

www.ksars.org

لیکن شمشو نے بڑی مضبوطی سے دونوں سینگ پکڑ رکھے تھے۔ گائوماتا نے آہستہ آہستہ اپنے سر کو اوپر اٹھانا شروع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شمشو کی قوت دبائو ختم ہوتی جارہی ہے لیکن سینگوں پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ گائوماتا نے اپنے سینگوں کو اس کی گرفت سے آزاد کرنے کی خاطر سر کو زور زور سے جھٹکے دینے شروع کر دیئے۔

اس ہی وقت ساوتری جاگ اٹھی اور اس عجیب الخلقت عورت کو دیکھتے ہی اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ چیخ کے ساتھ ہی شمشو نے اس کی طرف دیکھا۔ نتیجہ میں سینگ اس کے ہاتھوں سے نکل گئے اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک دیوار سے جا ٹکرایا۔

گائوماتا نے خونخوار نظروں سے شمشو کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر آگے بڑھی جیسے وہ ساوتری کو اٹھانا چاہتی ہو۔ لیکن اب...........ساوتری میں غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی...........وہ خوفزدہ ہونے کی بجائے نہایت ہی شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔ گائوماتا اپنی جگہ ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔ اور اس ہی وقت شمشو نے موقع کو غنیمت جان کر اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیئے...........اور دوسرے ہی لمحہ گائوماتا کے دونوں سینگ پھر اس کے ہاتھوں میں آگئے۔

اب گائوماتا کی پوری توجہ شمشو کی طرف تھی۔ لیکن اس مرتبہ شمشو کی گرفت پہلے سے بھی زیادہ سخت تھی اور اس میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ دونوں میں زبردست قوت آزمائی شروع ہو چکی تھی۔ ساوتری کے بھی ہونٹ ہل رہے تھے جیسے وہ کچھ پڑھ رہی ہو...........پھر اس نے گائوماتا کی طرف پھونک ماری اور ساتھ ہی شمشو نے بھی سینگ پکڑے پکڑے اس کی گردن مروڑ دی۔ کمرہ میں ایک زوردار آواز سنائی دی جیسے بہت سی گائیں ایک ساتھ ڈکاری ہوں۔

ادھر شیو بھگوان کے مندر میں مرگ چھالے پر بیٹھے ہوئے پنڈت ہری رام نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور بے چینی سے مندر کی کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہی راکھ کا بادل اندر داخل ہوا۔ اس میں سے کسی کے کراہنے کی دردناک آواز نکل رہی تھی۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام نے منتر پڑھ کر راکھ کے بادل کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ بادل اس کی آنکھوں کے سامنے فضا میں ٹھہر گیا۔ پھر اس نے گائو ماتا کے ہیولہ کی شکل اختیار کر لی۔ اب اس کے سر پر سینگ نہیں تھے۔ پھر وہ نسوانی ہیولی فضا میں دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر بن کر اس کے سامنے رکھی ہوئی تھالی میں بیٹھتا چلا گیا۔

☆×××××××××××☆

گائو ماتا.........پنڈت ہری رام کی ایک نہایت ہی طاقت ور بیر (موکل) تھی۔ اور اس وقت اس نے اس موکل کے ذریعہ "ساوتری" کو اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ شمشو ایسے وقت میں بھی ساوتری کو بچانے آجائے گا۔

اس نے نہ صرف ساوتری کو بچالیا تھا بلکہ اس کے موکل کو بھی زخمی کر دیا تھا۔

گائو ماتا.........قدیم آریائوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس زمین کو گائے نے اپنے ایک سینگ پر اٹھا کر رکھا ہے اور جب وہ اپنا سینگ بدلتی ہے تو زمین میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے زلزلے وغیرہ آتے ہیں۔ وہ لوگ اس کی جبلی فطرت کو دیکھتے ہوئے حیات کا سرچشمہ سمجھتے تھے اور بطور چھوٹے بھگوان کے پوجتے بھی تھے۔

شیو بھگوان نے اسی ماورائی ہستی کو پنڈت ہری رام کی تحویل میں دے دیا تھا۔ اور اس نے اس سے کئی کام لئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جبکہ شیو بھگوان کی عطا کی ہوئی اس غیر معمولی (بیر) کو شکست ہوئی تھی اور اس شکست کا باعث شمشو تھا۔

شمشو.........شمشو.........شمشو.........یہ لفظ یہ نام یہ شخص۔ پنڈت ہری رام کے ذہن میں چپک کر رہ گیا تھا۔ اب اس نے پہلے ساوتری کے بجائے شمشو سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

☆×××××××××××☆

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ کو غائب ہوئے ایک ماہ ہو چلا تھا۔ یہ واقعات ان کی غیر موجودگی میں پیش آرہے تھے۔ وہ اچانک ہی نجانے کہاں چلے گئے تھے۔ پیپل کے نیچے ان کی نشست گاہ خالی تھی۔ ان سے محبت کرنے والوں اور ان کی محفل میں بیٹھنے والوں نے ایک دو دن تو انتظار کیا۔ پھر انہوں نے کئی بار شمشو سے معلوم کرنا چاہا۔ شمشو ان لوگوں سے نہایت ہی شیریں لہجہ میں کہتا............ آجائینگے۔ جلدی آجائینگے۔

اور جب لوگ یہ پوچھتے کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ تو شمشو نہایت ہی بے رخی سے کہتا۔ مجھے کیا معلوم............ لوگ ان کا انتظار کرتے رہے۔ وہ صبح یا شام شمشو سے ان کے بارے میں گاہے بگاہے پوچھ لیا کرتے تھے پھر جوں جوں ان کی غیر حاضری کے دن بڑھتے چلے گئے۔ لوگوں میں انتظار کی شدت کم ہوتی چلی گئی اور پھر............ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں نے شمشو سے ان کے بارے میں پوچھنا ہی چھوڑ دیا۔

لیکن نجانے کیوں خان بہادر کو ان کی جستجو تھی، تلاش تھی۔ وہ اس بات سے پریشان تھے کہ پیر حاضر شاہ اچانک کہاں چلے گئے؟ اس کی وجہ کیا تھی؟............ وہ کونسی ایسی جگہ گئے تھے کہ شمشو کو بھی نہیں معلوم؟ یا پھر شمشو اس بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا؟ پیر حاضر شاہ کا غائب ہو جانا ان کے لئے ذہنی کرب بن گیا تھا۔

www.ksars.org

جن کی موت

پھر ایک دن سخت گرمیوں کی دوپہر کو جبکہ تمام گھر والے کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمروں میں آرام کرنا چاہتے تھے ساوتری ایک جگہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ پہلے تو اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی لیکن جب اسے دھوپ میں کھڑے دیر ہو گئی تو ماں نے کمرہ میں چلنے کو کہا............ساوتری نے جواب میں کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اس کے گلے سے آواز نہیں نکلی۔ اس نے صرف ایک بار منہ کھولا اور بند کر لیا۔ ماں نے گھبرا کر فوراً ہی یہ بات اس کے پتا دیوان موتی رام کو بتائی۔ وہ کمرہ سے گھبرائے ہوئے نکل آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ساوتری گم سم سی کھڑی دروازہ کو تک رہی ہے۔ ابھی وہ صورت حال کو پوری طرح سمجھنے بھی نہیں پائے تھے کہ صحن کا دروازہ آواز کے ساتھ اس طرح کھلا جیسے باہر سے کسی نے زور سے دھکا دیا ہو۔ دروازہ کے کھلتے ہی ساوتری نے قدم آگے بڑھائے اور مشینی انداز میں باہر کی طرف چل دی۔ اس کے ماتا پتا حیرت وخوف سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ دیوانگی کا یہ دورہ ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر سجدہ میں گر گئے اور گڑ گڑا کر بھگوان س پر اتھنا کرنے لگے۔

ابھی ساوتری دروازہ سے چند قدم کے فاصلہ پر تھی کہ شمشو نمودار ہوا۔ اس نے ایک نظر ساوتری پر ڈالی اور پھر دروازہ کے درمیان میں دونوں ہاتھ اس طرح سے پھیلا کر کھڑا ہو گیا کہ وہ باہر نہ نکل سکے۔ ساوتری مشینی انداز میں چلتی ہوئی اس کی پیٹھ سے ٹکرائی اور رک گئی۔ اس ہی لمحہ دروازہ کے سامنے گرد وغبار کا بادل سا اٹھا۔ جو کہ سیدھا ستون کی شکل میں اوپر کو اٹھتا چلا گیا۔ اور پھر اس کے گرد کے ستون میں سے ایک نہایت ہی خونخوار اور مہیب صورت کا شخص نکلا اس کا پورا جسم تانبے کی مانند چمک رہا تھا۔ اس کے سر اور بھنوئوں کے بال غائب تھے۔ آنکھیں دیئے کی مانند روشن تھیں اور اس کے اعضا قوی تھے۔ وہ آگے بڑھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ساوتری کو اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے لیکن شمشو پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرہ پر غصہ اور نفرت ابھر آئی۔ اس نے اپنے ہونٹوں کو سکوڑا اور سینہ کا پورا زور لگا کر پھونک ماری دفعتاً آندھی آگئی۔ اس کی پھونک شمشو کے بدن سے ٹکرائی۔ شمشو تھوڑا سا ہل گیا لیکن پھر۔ اس نے

www.ksars.org

مضبوطی سے قدم جمالئے۔ ساوتری جو کہ اس کی پیٹھ سے لگی کھڑی تھی اس کے بال ہوا سے لہرانے لگے۔ شمشو کچھ دیر اس طوفان کا مقابلہ کرتا رہا۔ پھر اس نے داہنا ہاتھ بڑھایا اور اس مہیب صورت کے ہونٹوں پر اس طرح سے رکھا کہ ہوا نکلنا بند ہو گئی۔ شمشو نے ہاتھ ہٹا لیا ہاتھ کے ہٹاتے ہی اس مہیب صورت نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور اپنا غار جیسا منہ کھول دیا اور سانس اس طرح سے اندر کو کھینچنے لگا کہ شمشو ایک بار پھر ڈگمگا گیا۔ اس مہیب صورت کے منہ میں ہوا کے ساتھ کوڑا کچرا بھی جا رہا تھا۔ شمشو چند لمحہ دیکھتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ کو لمبا کیا اور اس کے منہ کو اس طرح سے بند کر دیا جیسے دیگچی کو بند کرتے ہیں۔

اس خوفناک صورت نے نہایت ہی نفرت بھری نظروں سے شمشو کو دیکھا اور پیچھے ہاتھ بڑھا کر گرد کے ستون میں سے ایک ہنٹر نکال لیا۔ لیکن وہ ہنٹر نہیں بلکہ ایک بڑا سا سانپ تھا۔ اس مہیب صورت نے سانپ کو دم سے پکڑا اور اپنے سر سے اونچا کر کے فضا میں دو بار گھمایا۔ اور بالکل چابک کے انداز میں شمشو پر مارا۔ شمشو نے فوراً ہی ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ خوفناک سانپ اس کے ہاتھ پر لپٹ گیا۔ شمشو نے دوسرے ہاتھ سے اس کے بل نکالنا چاہے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں لوہے کے کڑے پہنا دیئے گئے ہوں، یوں شمشو کی اس ناکامی پر اس مہیب صورت نے ایک زور دار فاتحانہ قہقہہ لگایا اور سانپ کی دم کے سہارے جو کہ اس کے ہاتھ میں تھمی ہوئی تھی شمشو کو کھینچنے لگا۔ لیکن شمشو اپنی جگہ پر ایسے کھڑا تھا جیسے چٹان ہو۔ پھر شمشو نے زمین پر آہستہ سے پائوں مارا۔ جس جگہ اس نے پائوں مارا وہاں ایک چھوٹا سا سوراخ ہو گیا اور اس میں سے ایک بڑا سا نیولا نکلا۔

نیولے کو دیکھتے ہی سانپ نے شمشو کے ہاتھ کو چھوڑ دیا اور خوفزدہ ہو کر گرد کے ستون میں گھسنے لگا۔ ابھی وہ گرد کے طوفان میں پوری طرح گھسنے بھی نہ پایا تھا کہ نیولے نے اسے دم سے پکڑ کر کھینچا اور باہر لا کر اس کے پھن کو منہ میں لے کر زمین سے رگڑنے لگا۔ سانپ نے کئی بار اس کے گرد لپٹنا چاہا لیکن نیولے نے موقع ہی نہیں دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد سانپ بے دم ہو گیا۔ سانپ کا حشر دیکھ کر مہیب صورت پر خوف چھا گیا اور وہ نیولے پر نظریں جمائے ہوئے الٹے قدموں چلتا ہوا مٹی اور گرد و غبار کے ستون میں غائب ہو گیا۔ پھر وہ ستون بھی زمین پر بیٹھتا چلا گیا اور چند لمحہ بعد وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ شمشو نے خاموشی سے دروازہ کو باہر سے بند کر دیا۔ اور بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے چل دیا۔

www.ksars.org

☆×××××××××××☆

شمشو کے جاتے ہی ساوتری اس طرح سے چونکی جیسے خواب سے بیدار ہوئی ہو۔ اس نے اپنے چاروں طرف ایک بھرپور نظر ڈالی۔ پھر اس نے اپنے ماتا پتا کو دیکھا جو اس چلچلاتی دھوپ میں زمین پر سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے ماں باپ کو اٹھایا اور پھر اپنے کمرہ میں آکر بستر پر لیٹ گئی۔

ساوتری کے لئے یہ واقعی ایک خواب تھا۔ وہ اکثر ایسے واقعات سے سپنوں میں دوچار ہوا کرتی تھی لیکن جب کبھی وہ ایسی مشکل یا مصیبت میں پھنسی تو ہمیشہ ایک نورانی صورت والے بزرگ نے اس کی مدد کی۔ لیکن یہ تیسرا موقع تھا جبکہ شمشو اس کی مدد کو آیا تھا۔ شمشو کو وہ پہچان چکی تھی۔ سپنوں میں اڑا کر لے جانے والا خوبرو نوجوان جس کے دو نہایت ہی خوبصورت سنہرے پر تھے یہی شمشو تھا۔ شمشو کے بارے میں وہ جتنا بھی سوچتی الجھتی چلی جاتی۔ کیونکہ کافی عرصہ سے وہ نورانی صورت اس کو سپنوں میں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نورانی صورت بزرگ کا تصور اسے بے چین کر دیتا تھا کیونکہ سپنے میں مسجد کے دروازہ تک چھوڑنے کے بعد شمشو تو ایک جانب سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا تھا اور پھر وہ بزرگ نہایت ہی پیار اور شفقت سے اسے اندر لے جاتے تھے۔ مسجد کے اندر کی دنیا ہی نرالی تھی۔ یہاں مولویوں اور نمازیوں کے بجائے دوسرے حسین و جمیل صورت کے لوگ موجود ہوتے تھے۔

وہ نورانی صورت بزرگ اسے نہ صرف عالم بالا کی سیر کراتے تھے بلکہ روحانی علوم سے آراستہ بھی کرتے تھے اور رموز سے آگاہ بھی کرتے تھے۔

☆×××××××××××☆

اس شکست نے پنڈت ہری رام کو شدید مشتعل کر دیا اور اس نے شمشو سے فیصلہ کن معرکہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

www.ksars.org

پھر ایک دن نماز فجر کے بعد جب لوگ مسجد سے نکل رہے تھے تو انہیں پیر حاضر شاہ کے مکان سے شمشو کی بڑی ہی دلخراش چیخیں سنائی دیں۔ چیخیں سن کر لوگ ان کے دروازے پر رک گئے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ..........یہ کیا ہو رہا ہے۔ خان بہادر بھی لوگوں میں شامل تھے۔ وہ بھی مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تھے۔ انہوں نے ہمت کی اور اندر داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے مرزا جی اور ایک دو آدمی اور تھے۔

جب وہ صحن عبور کر کے اندر پہنچے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شمشو اپنے کمرہ میں پلنگ کے پاس کھڑا اچھل رہا ہے وہ کبھی اپنے سر کو پکڑ تا اور کبھی دونوں ہاتھوں سے پیٹ کو سنبھالتا اور ساتھ ہی ہائے میں مر گیا۔ ہائے میں مر گیا کہہ کر نہایت ہی دلخراش چیخ مارتا تھا۔

خان بہادر اور دوسرے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شمشو کو کیا ہو گیا۔ کوئی سوچ رہا تھا کہ اس کے سر میں درد ہے اور کوئی سمجھ رہا تھا کہ پیٹ میں تکلیف ہے۔

خان بہادر نے کمرہ کے دروازہ سے جھانک کر اسے آواز دی۔ اور پوچھا..........کیا بات ہے؟

شمشو نے اس ہی طرح اچھلتے ہوئے جواب دیا۔

"پنڈت ہری رام۔"

اور پھر اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکل گئی۔ پنڈت ہری رام کا نام سن کر وہاں پر موجود ہر شخص ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا۔

پنڈت ہری رام سے ہر کوئی واقف تھا۔ بہت عرصہ پہلے وہ یہاں سے چلا گیا تھا اور کوئی مہینہ سوا مہینہ قبل ہی واپس لوٹا تھا۔ لیکن پنڈت ہری رام کا شمشو سے کیا تعلق ہے؟ شمشو نے اس کا نام کیوں لیا؟ لوگ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ شمشو پنڈت ہری رام سے کیا چاہتا ہے؟ ....کہ کھڑاؤں پہنے کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ لوگوں نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا اور چونک اٹھے۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام حسب معمول گلے میں بڑا سانپ ڈالے شمشو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا حلیہ کچھ اس قسم کا تھا کہ لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ پنڈت ہری رام نے دروازہ پر پہنچ کر بغور شمور کو دیکھا۔ غرور سے اس کی گردن تن گئی اور فاتحانہ لہجہ میں اس سے مخاطب ہوا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں نے ہار کبھی نہیں مانی.......... کبھی نہیں۔

فریبی، دغاباز.......... شمشو اپنے پیٹ کو پکڑ کر نہایت ہی تکلیف دہ آواز سے بولا۔ تو نے غفلت میں وار کیا ہے۔ مجھے سوتے میں آ دبوچا ہے۔

تو پھر بلالے اپنے پیر کو.......... پنڈت ہری رام نے زہر خند سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک گونجدار آواز سنائی دی.......... ہم حاضر ہیں۔

خان بہادر اور لوگوں نے دیکھا کہ پیر حاضر شاہ صحن کے ایک کونہ میں کھڑے ہوئے بیری کے درخت کے پیچھے سے بید ٹیکتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان پر نظر پڑتے ہی لوگوں کے چہرے کھل اٹھے۔ لیکن پنڈت ہری رام کو نہ جانے کیا سوجھی۔ وہ تیزی سے اندر کمرہ میں طاق کے پاس پہنچا.......... طاق میں کڑوے تیل کا دیا جل رہا تھا.......... اس کے ارادہ کو بھانپتے ہوئے پیر حاضر شاہ چلائے۔ ٹھہرو پنڈت ٹھہرو.......... میں آ رہا ہوں۔

پنڈت ہری رام نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔ پھر ان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک چھوٹے سے کپڑے کو چراغ کی لو دکھا دی۔ کپڑے نے فوراً ہی آگ پکڑ لی۔ اس کے ساتھ ہی شمشو نے تڑپ کر ایک چیخ ماری اور پلنگ پر گر پڑا۔

پیر حاضر شاہ نے دروازہ پر پہنچ کر ایک نظر شمشو پر ڈالی اور پھر گھور کر پنڈت ہری رام کی طرف دیکھا۔ غصہ سے ان کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ ایسا غصہ ایسا جلال ایسا رعب لوگوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پنڈت ہری رام کپکپا کر رہ گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے تھوک نگلا۔ پیر حاضر شاہ کا چہرہ اعتدال پر آتا چلا گیا جیسے سورج کے سامنے بادل آ گیا ہو۔

www.ksars.org

پنڈت جی...........وہ اندر کمرہ میں قدم بڑھاتے ہوئے بولے:

"جب میں آہی گیا تھا تو ذرا صبر کر لیا ہوتا۔"

پنڈت ہری رام کو اپنی اس کامیابی پر بے انتہا خوشی تھی اور وہ اس ہی خوشی میں سرشار بولا:

"کیا فرق پڑتا ہے زندہ کر لے اپنے موکل کو۔"

"اب تو تم نے کھیل ہی ختم کر دیا۔"

انہوں نے جواب دیا۔ پھر شمشو کے پلنگ کے پاس کھڑے ہو کر نہایت ہی معصومیت سے پوچھا:

"اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟"

اپنے پیر سے خود ہی معلوم کر لے"...........پنڈت ہری رام نے تمسخر سے جواب دیا۔

پیر حاضر شاہ اب بالکل ہی پہلے کی طرح ہو چکے تھے۔ ان کے مزاج میں پہلے ہی کی طرح نرمی اور شگفتگی پیدا ہو چکی تھی۔ انہوں نے جھک کر شمشو کے چہرہ پر ایک نظر ڈالی۔ اور نہایت ہی نرم لہجہ میں بولے:

"اسے مار کر تم نے بہت برا کیا...........ناحق ایک خون اپنی گردن پر لے لیا۔"

اس نے بھی تو مجھے بہت ستایا تھا...........پنڈت ہری رام نے جواب دیا۔ پھر شکوہ والے انداز سے بولا۔

اس نے میرے دو بیروں کو ختم کر دیا تھا۔

ہونہہ...........پیر حاضر شاہ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ پھر وہ نہایت ہی سرگوشی سے بولے:

"ساوتری کی حفاظت پر ہم نے اسے مامور کیا تھا۔"

www.ksars.org

ان کی سرگوشی کو دروازہ پر کھڑے لوگ بالکل نہیں سن سکے۔

میرے آڑے جو بھی آئے گا۔ اس کا یہی انجام ہو گا..........پنڈت ہری رام نے فخر سے سینہ پھولا کر کہا:

"میرے پاس بھگوان کی پرائیت کی ہوئی شکتی ہے۔ میں شیو بھگوان کا پجاری ہوں۔

بھگوان کی عطا کی ہوئی شکتی منش کا خون نہیں چاہتی..........پیر حاضر شاہ نے سکون سے جواب دیا۔ یہ تو نجس اور ناپاک طاقتیں ہیں جنہوں نے تمہیں ناحق ایک خون سے ہاتھ رنگنے میں مجبور کر دیا۔

یہ انسان نہیں تیرا بیر "جن" تھا۔ پنڈت ہری رام نے جتانے والے لہجہ میں کہا۔

اگر تم یہ جان ہی چکے ہو کہ یہ جن تھا۔ تو جاؤ اپنی خیر مناؤ..........پیر حاضر شاہ نے سمجھایا۔ اس کے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

میری چنتا نہ کرو۔ میں ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا ہوں..........پنڈت ہری رام نے شرارت آمیز مسکراہٹ سے کہا۔ پھر وہ جارہانہ لہجہ میں گردن اکڑا کر بولا۔

ہاں اگر تم بدلہ لینا چاہو تو میں کھڑا ہوں۔ پھر نہ کہنا شیو بھگوان کا بھگت بھاگ گیا۔

اس کی یہ بات سن کر پیر حاضر شاہ نے اس پر اوپر سے نیچے تک ایک طائرانہ سی نظر ڈالی۔ جیسے وہ کوئی فیصلہ کر رہے ہوں..........پھر وہ نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجہ میں سکون سے بولے:

"تمہارا جتنا ظرف تھا۔ جتنی طاقت تھی تم نے دکھا دی۔ میرا ظرف مجھے بدلہ لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں اپنے آقا ﷺ کے نقش قدم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس نے احد کے میدان میں چہرہ لہولہان ہونے کے باوجود دشمنوں کے حق میں بددعا نہیں کی۔"

www.ksars.org

وہ والہانہ انداز سے بولے:

"جس نے طائف کے شہریوں کے پتھر کھائے لیکن ان کے خلاف اف تک نہ کی۔ جسے اللہ نے رحمت اللعالمین کہا۔ اور جس نے فتح مکہ کے بعد اپنے عزیز ترین چچا کے قاتل سے بھی باز پرس نہیں کی۔"

پنڈت ہری رام نے حیران و پریشان نظروں سے پیر حاضر شاہ کو دیکھا اور پھر تکبر سے باہر کی جانب چل دیا۔ لیکن اس کی جھکی ہوئی گردن اور خاموشی شرم وندامت کا مظہر تھی۔

ضبط نفس کا اتنا زبردست مظاہرہ اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے چہرہ پر کوئی سوال ابھرے اور مٹ گئے۔

☆×××××××××××☆

اس کے جانے کے بعد............ پیر حاضر شاہ نے ایک سفید چادر سے شمشو کے بدن کو ڈھانپ دیا اور دروازہ پر کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف آئے اور قریب پہنچ کر کہا:

"ابھی ابھی جو سانحہ پیش آیا ہے اس پر مجھے سخت افسوس ہے۔ آپ سب کی تشریف آوری کا شکریہ۔"

یہ پنڈت ہری رام ہے کون؟............ ایک شخص نے پوچھا............ شاید وہ اسے اچھی طرح سے نہیں جانتا تھا۔

چند ماورائی طاقتوں کا مالک ہے۔ پیر حاضر شاہ نے بتایا............ خود کو ہندو مذہب کے ایک دیوتا شیو بھگوان کا پجاری کہتا ہے۔

www.ksars.org

یہ وہی لڑکا تو نہیں ہے............مرزا جی نے شک وشبہ سے پوچھا۔ جو کافی عرصہ پہلے آپ کی محفل میں ایک دوبار شریک بھی ہوا تھا۔

ہاں............یہ وہی لڑکا ہے............پیر حاضر شاہ نے تصدیق کی۔

میں اسے جانتا ہوں۔ خان بہادر نے نفرت سے کہا............بڑی ہی کمینہ خصلت شخص ہے۔

نہیں نہیں............کسی کو برا کہنا اچھی بات نہیں۔ پیر حاضر شاہ نے سمجھایا۔

کمال ہے............ایک اور شخص بولا۔ اس نے آپ کے مرید کو مار دیا اور آپ ہیں کہ............

مارنا اور جلانا............اللہ کا کام ہے............پیر حاضر شاہ نے بات کاٹ کر کہا............شمشو کی اجل اس ہی طرح لکھی تھی۔ ورنہ پنڈت ہری رام میں اتنی طاقت کہاں کہ کسی کو مار دے............

یہ شمشو جن تھا............مرزا جی نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں بھئی جن تھا۔ پیر حاضر شاہ نے ٹھنڈی سانس لے کر افسردگی سے کہا............روحانیت سیکھنے کے لئے میرا مرید ہو گیا تھا۔

مجھے پہلے ہی شک تھا............خان بہادر نے تعجب سے بتایا۔ اس کی حرکتیں انسانوں سے قطعی مختلف تھیں۔ یہ پلک جھپکتے ہی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا۔ اور جب پیر صاحب باہر پیپل کے نیچے بیٹھا کرتے تھے تو یہ گھنٹوں لالٹین ہاتھ میں تھامے کھڑا رہتا تھا۔

لیکن پیر صاحب............مرزا جی نے پوچھا۔ اگر آپ کا مرید جن تھا تو پھر یہ پنڈت سے کیسے مار کھا گیا۔

www.ksars.org

بھئی جن انسانوں سے افضل تو نہیں ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے سمجھایا۔ پھر پنڈت ہری رام نہایت چالاک آدمی ہے اس نے بے خبری میں اس کے اوپر قابو پالیا۔ ورنہ شمشو آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔

لیکن آپ نے بھی تو اسے بچانے کی کوشش نہیں کی.......... خان بہادر نے شکوہ کیا۔

یہ بات نہیں.......... پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ دراصل مکافات عمل میں دخل دینا ہم فقیروں کا شیوہ نہیں۔

ہم پر حالات منکشف ہو گئے تھے.......... ہم جانتے تھے کہ پنڈت ہری رام شمشو پر قابو نہیں پا سکے گا۔ لیکن جب پنڈت نے شمشو پر سوتے میں وار کیا اور ہم نے دیکھا کہ شمشو بے بس ہو چکا ہے تو ہم اسے بچانے اور پنڈت کو سمجھانے آئے لیکن ہمیں دیکھتے ہی پنڈت نے عجلت سے کام لیا۔ چونکہ شمشو کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے پنڈت اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔

☆×××××××××××☆

شیو بھگوان کا مندر اس آبادی میں واقع تھا اور پنڈت ہری رام اپنے مخصوص کمرہ میں زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کمرہ میں صرف ''دیوداسیاں'' ہی جا سکتی تھیں۔

پنڈت ہری رام نے اپنی زندگی کا طویل حصہ ماورائی طاقتیں حاصل کرنے میں گزارا تھا۔ اور اس وقت وہ خود کو ماورائی طاقتوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔ اس نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔ اس کے سامنے بڑے بڑے سادھو اور پنڈت گھٹنے ٹیکتے تھے.......... مسلمانوں کے بھی پیر فقیر اس کے منہ نہیں لگتے تھے۔ آج تک کسی نے اسے چیلنج نہیں کیا تھا۔

کسی نے اسے شکست نہیں دی تھی۔

www.ksars.org

کسی واقعہ نے اسے متاثر نہیں کیا تھا۔

کسی سانحہ نے اس کے دل پر اثر نہیں کیا تھا۔

لیکن............اس واقعہ نے اسے بے چین کر دیا تھا............اسے شمشو کے مر جانے کا قطعی افسوس نہیں تھا۔ افسوس تھا تو اس بات کا کہ پیر حاضر شاہ نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اتنا بڑا حادثہ اتنا بڑا المیہ اس کے باوجود پیر حاضر شاہ کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا تھا۔

عفو و در گزر کی یہ مثال اس نے کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔

وہ بے پناہ ماورائی طاقتوں کا مالک تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ پیر حاضر شاہ کم حیثیت نہیں ہے۔ اس بستی کے باشندوں پر اپنی ماورائی طاقت کا رعب جمانے کی خاطر اس نے شمشو کو ختم کر دیا تھا۔ شمشو جو ایک جن تھا اور یہ سب کچھ اس نے پیر حاضر شاہ کے سامنے کیا تھا تاکہ وہ اپنے مرید کا حشر دیکھ کر مشتعل ہو جائیں اور پھر اسے چیلنج کر بیٹھیں۔ وہ پیر حاضر شاہ سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار تھا تاکہ اس بستی کے مسلمانوں پر اس کی روحانی طاقت کا رعب بیٹھ جائے۔ لیکن پیر حاضر شاہ نے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس کی حرکت پر در گزر کر کے انہوں نے اسے شکست دے دی تھی۔ ایسی شکست جس نے اس کی روح کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

پیر حاضر شاہ کس قسم کا پیر ہے؟ اس نے سوچا۔

جہاں تک ماورائی طاقت کا تعلق ہے وہ انہیں اپنا ہم پلہ ہی سمجھتا تھا لیکن جہاں تک ضبط نفس اور حسن اور اخلاق کا تعلق تھا۔ پیر حاضر شاہ اس سے بہت درجہ بلند تھا............اس کا واسطہ کئی ایسے مسلمان علماء سے بھی پڑ چکا تھا جو ذرا سی بات پر مشتعل ہو کر اس سے حق و باطل کا معرکہ لڑنے کو تیار ہو جاتے تھے۔

www.ksars.org

لیکن...........یہ پیر حاضر شاہ تو ان سب سے مختلف نکلا۔ اس نے اپنے آقا ﷺ اپنے نبی ﷺ اپنے پیغمبر ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا تھا۔ یہ معافی...........درگزر اس کے دل و دماغ میں کانٹے کی طرح چبھنے لگی۔

"جب پیر ایسا ہے تو اس کا پیغامبر کیسا ہو گا؟"

وہ دیر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچتا رہا۔ ہونہہ...........یہ تو وقتی بات تھی...........اس کے نفس نے اسے سمجھایا۔ مہان شکتی والے فوری طور سے غصہ پی جاتے ہیں لیکن بعد کو کچھ نہ کچھ کر گزرتے ہیں...........اس خیال کے آتے ہی اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے گرد کنڈل کھینچ لیا۔ اس نے سوچا...........ممکن ہے آج رات پیر حاضر شاہ کچھ کریں۔

☆×××××××××××☆

لیکن پیر حاضر شاہ کو نہ کچھ کرنا تھا اور نہ ہی انہوں نے کچھ کیا۔

دن اس ہی طرح گزرتے رہے۔ شمشو کے مرنے کے بعد پیر حاضر شاہ نے گھر میں ہی پھر سے نشست جمانا شروع کر دی تھی۔ اب وہ اپنا تمام کام خود ہی کیا کرتے تھے۔

مغرب کی اذان ہوتے ہی وہ لالٹین روشن کر کے صحن میں واقع بیری کے درخت کی ایک شخص سے لٹکا دیا کرتے تھے۔ اور بعد نماز عشاء اس ہی بیری کے درخت کے تنے سے پیٹھ لگا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب لوگ بھی کچھ کم ہی آتے تھے۔ لیکن ان کا معمول پہلے ہی جیسا تھا۔ جب تک لوگ نہیں آ جاتے وہ درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔

www.ksars.org

تربیت

ساوتری کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا اور دیوان موتی رام اپنے تینوں بیٹوں کو بیاہ کر بہوئیں لے آئے تھے۔ بہوئوں کو جب پتہ چلا کہ ان کی نند "دیوانی" ہے تو اس سے قطع تعلق کر لیا............ اب ساوتری سارا وقت اپنے کمرہ میں گزارتی تھی اور انتہائی ضرورت کے تحت باہر نکلتی تھی............ وہ بھاوجوں سے بہت کم باتی کرتی تھی اس کے باوجود بھاوجیں اس سے روایتی حسد رکھتی تھیں۔ اور اس کی اچھی بات کو بھی برا سمجھتی تھیں۔

دیوان موتی رام اپنی بیٹی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنا تمام کاروبار بیٹوں کے سپرد کر دیا تھا۔ اور زیادہ وقت گھر میں دیوانی کی دیکھ بھال میں گزارتے تھے۔ یہ تمام واقعات پیش آنے کے بعد وہ پنڈت ہری رام سے خوفزدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے کچھ دن تو اس کا انتظار کیا............ کہ شاید وہ پھر ساوتری کو داسی بنانے کے خیال سے آ جائے............ لیکن جب کافی دن گزر گئے تو وہ خود ہی اس کے پاس ملنے مندر میں پہنچ گئے لیکن پجاریوں نے انہیں ہری رام سے نہیں ملنے دیا............ ان سب کا یہی کہنا تھا کہ پنڈت ہری رام اس کی صورت تک نہیں دیکھنا چاہتے ہیں............ ان کا خیال تھا کہ اگر ساوتری شیو بھگوان کی داسی بن جائے گی تو انہیں سکون میسر آ جائے گا............ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پنڈت ہری رام اور شیو بھگوان دونوں ہی اس سے ناراض تھے۔

☆××××××××××☆

ساوتری رات کو اپنے کمرہ کا دروازہ اندر سے بند کر کے سوتی تھی............ اور دیوان موتی رام کا پلنگ باہر اس کے دروازہ پر ہوتا تھا............ جب سے انہوں نے بیٹوں کی شادیاں کی تھیں۔ باہر سونا شروع کر دیا تھا اور وہ کبھی کبھی رات کو بیٹی کے کمرہ میں جھانک بھی لیا کرتے تھے۔

www.ksars.org

ایک رات دیوان موتی رام اٹھے اور حسب معمول انہوں نے دروازہ کی دراز سے آنکھ لگا کر جھانکا۔ اندر کمرہ میں طاق میں رکھی ہوئی لالٹین کی روشنی پھیلی ہوئی تھی...........لیکن ساوتری کا پلنگ خالی تھا۔ یہ دیکھ کر ان کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی...........انہوں نے دو تین بار آنکھوں کو خوب زور زور سے مسلا اور ایک بار پھر دراز سے آنکھ لگادی...........ساوتری کا پلنگ اب بھی خالی تھا...........انہوں نے کواڑوں کو دھکا دے کر کھولنا چاہا لیکن اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی...........اس کمرہ میں کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی جس کے ذریعہ وہ باہر جاسکتی۔ البتہ چھت کے ساتھ ایک چھوٹا سا روشندان تھا لیکن وہ اتنی بلندی پر تھا کہ ساوتری وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں؟ ساوتری بند کمرے سے کہاں غائب ہوگئی۔ انہوں نے اپنے بیٹوں اور بہوئوں کو اٹھانا چاہا...........لیکن پھر اس ڈر سے ارادہ ترک کر دیا کہ بہوئوں اس بات کو بتنگڑ بنا دیں گی...........اب وہ کیا کریں؟

یہی سوچتے سوچتے دور مسجد سے اللہ اکبر...........اللہ اکبر، پیر حاضر شاہ کی آواز بلند ہوئی وہ فجر کی اذان دے رہے تھے...........دیوان موتی رام نے اس آواز کے ساتھ ہی ساتھ اپنے دل میں مسلمانوں کے بھگوان سے پرارتھنا کی کہ اس کی بیٹی جس طرح گئی ہے اس ہی طرح رات کی تاریکی میں واپس آجائے تاکہ کسی کو کچھ خبر نہ ہو۔ پھر ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا...........انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی دعا قبول کر لی گئی ہو...........انہوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ ایک بار پھر دراز سے آنکھ لگا کر جھانکا اور یہ دیکھ کر خوشی سے ان کی چیخ نکل گئی کے ساوتری پلنگ پر داہنی کروٹ بے خبر سو رہی ہے۔

پھر یہ معمول بن گیا کہ رات کو بارہ بجے کے بعد جب بھی موتی رام اس کے کمرہ میں جھانکتے۔ ساوتری اپنے پلنگ پر نہیں ہوتی۔ لیکن فجر کی اذان کے ساتھ ہی وہ پلنگ پر سوتی دکھائی دیتی...........اس بارے میں موتی رام نے بیٹی سے معلوم کرنا چاہا تو اس نے بتایا کہ کوئی نہایت ہی خوبصورت عورت اسے ایک جگہ لے جاتی ہے جہاں نورانی صورت کے بزرگ اسے تعلیم دیتے ہیں اور پھر فجر کے وقت وہ عورت اسے واپس کمرہ میں چھوڑ جاتی ہے...........یہ ایسی

www.ksars.org

انہونی بات تھی جس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا جاسکتا تھا............وہ ان سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کی وجہ سے تو "دیوانی" مشہور ہوئی تھی۔ پھر بھی انہوں نے اپنے بچپن کے دوست خان بہادر سے تذکرہ کرنا مناسب سمجھا............خان بہادر بھی یہ انہونی بات سن کر حیران و پریشان ہوئے پھر بھی انہوں نے دیوان موتی رام کو تسلی دیتے ہوئے کہا............کہ وہ اس سلسلہ میں پیر حاضر شاہ سے بات کریں گے اور وہ یقیناً ساوتری کے اس پر اسرار طریقہ سے غائب ہونے کی کوئی وجہ بتا دیں گے۔

☆××××××××××☆

خان بہادر ایک بار پہلے بھی پیر حاضر شاہ سے تنہائی میں مل چکے تھے............اس وقت شمشو زندہ تھا اور اس نے کافی حیل و حجت کے بعد انہیں مسجد کی سیڑھیوں تک آنے دیا تھا............اور اس ہی مسجد میں انہوں نے دوسرے بچوں کے ہمراہ ساوتری کو بھی دیکھا تھا۔ پچھلا پورا واقعہ ان کی نظروں میں گھوم گیا۔ اور ایک بار پھر انہوں نے پیر حاضر شاہ سے تنہائی میں ملنے کا ارادہ کیا۔

دیوان موتی رام نے "ساوتری" کے غائب ہونے کا وقت رات کے بارہ بجے بتایا تھا............لہٰذا خان بہادر بھی آدھی رات گزرنے کے بعد پیر حاضر شاہ کی طرف چل دیئے............پیر حاضر شاہ کے مکان کا صدر دروازہ بند تھا۔ خان بہادر نے جونہی دستک دی دروازہ ان کے ہاتھ کے زور سے کھل گیا............پیر حاضر شاہ اندر سے کنڈی نہیں لگاتے تھے۔

خان بہادر نے صحن کو عبور کیا اور کمروں کے سامنے پہنچ گئے............تمام کمروں میں گھپ اندھیرا تھا۔ البتہ پیر حاضر شاہ کے کمرہ میں روشنی تھی اور بند کواڑوں کی درازوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آرہی تھی............وہ پیر حاضر شاہ کے کمرہ کی طرف چل دیئے............لیکن پھر ایک دم ٹھٹھک کر رہ گئے............اندر کمرہ سے انہیں زنانی اور مردانی آوازیں باہم سنائی دیں............نسوانی آواز قدرے بلند تھی............کمرہ سے درود شریف پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔

www.ksars.org

خان بہادر نسوانی آواز سن کر چونک پڑے ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ پیر حاضر شاہ کے مکان میں عورت کہاں سے آ گئی؟............پھر ان کے دل میں چور گھس آیا اور انہوں نے دروازہ پر دستک دینے کی بجائے کواڑوں کی دراز سے آنکھیں لگادیں............اندر کا ماحول دیکھ کر حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہوں نے دو تین بار اپنی آنکھوں کو اس طرح جھپکایا جیسے خواب دیکھ رہے ہوں۔

اندر کمرہ میں نہایت ہی صاف و شفاف روشنی تھی بلکہ روشنی کا ایک ایسا بادل تھا جس نے کمرہ کے فرش کو ڈھانپ رکھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں نور کے بادل پر بیٹھے درود شریف پڑھ رہے ہیں اور چھت کے شگاف میں سے مختلف رنگ کی روشنیوں کا یہ اتنا حسین............اتنا خوبصورت............اتنا دلکش منظر تھا کہ خان بہادر کے جسم میں کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔ قمقموں کے اندر جلتے روشن تار نظر آرہے تھے۔ ساوتری کے سیاہ ریشم جیسے بال یوں لگتا تھا کہ اس نے روشنی کا لباس پہنا ہوا ہے............وہ حور سے زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔ پورے کمرہ میں عود و عنبر کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد جب خان بہادر کی نظر روشنی کے بادل پر جم گئی تو انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ روشنی کا یہ بادل حرکت کر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد............انہیں کمرہ کی در و دیوار کی جگہ حد نظر صحرا پھیلا ہوا دکھائی دیا............نیچے ریت کے بڑے بڑے اونچے ٹیلے تھے۔ روشنی کا یہ بادل اس صحرا میں واقع ایک بستی کے اوپر جا کر ٹھہر گیا اور پیر حاضر شاہ ساوتری سے مخاطب ہوئے............تم اس جگہ پہلے بھی کئی بار آچکی ہو............پہچانتی ہو؟ یہ جگہ کونسی ہے؟

جی ہاں............یہ مدینہ منورہ ہے............ساوتری نے روشنی کے بادل سے نیچے جھانک کر جواب دیا۔

اس کے بعد روشنی کا بادل مسجد نبوی ﷺ کے ایک مینار کی اوٹ میں آکر رک گیا............سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی سنہری جالیاں صاف نظر آرہی تھیں............روضہ مبارک کی جالیوں پر نظر پڑتے ہی ساوتری مضطرب ہو گئی............وہ نہایت ہی ملتجیانہ لہجہ میں بولی............آگے بڑھئے نا۔ صبر کرو............صبر

www.ksars.org

کرو............پیر حاضر شاہ نے اسے سمجھایا............میں تمہیں کئی بار بتا چکا ہوں اس دربار اقدس میں حاضر ہونے کے آداب ہیں............

اب صبر نہیں ہوتا............ساوتری نے مچل کر کہا۔

یہ تمام مقامات تمہیں اس وجہ سے دکھائے جا رہے ہیں............پیر حاضر شاہ نے بات کاٹ کر کہا............ تمہیں یہاں حاضر ہونا ہے۔

تو پھر حاضر کیجئے نا۔ ساوتری نے بڑے ہی اشتیاق سے کہا............

ابھی وقت نہیں آیا............پیر حاضر شاہ نے گہری سوچ سے جواب دیا............پھر نہایت تسلی اور آرام سے سمجھایا............پاکیزگی اور حضور سے محبت کے پیش نظر درخواست پیش کر دی گئی ہے............اور جونہی شرف قبولیت کا پروانہ جاری ہو گا............ تمہیں پیش کر دیا جائے گا۔

لیکن کب؟............ساوتری نے اس ہی انداز میں کہا............کب آخر کب میری سب سے بڑی تمنا پوری ہو گی؟ اے کاش! حضور ﷺ مجھے اپنے در کی کنیز بنا لیں۔

تمہیں رحمت اللعالمین کے در سے کیا ملتا ہے یہ تو اللہ ہی جانتا ہے............پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر جواب دیا............لیکن تمہاری یہ خوش نصیبی ہے کہ تمہیں دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی ہے۔

یہ سب تمہارا کرم ہے بابا............ساوتری نے عقیدت و احترام سے سر جھکا کر جواب دیا۔

میرا نہیں............یہ اللہ کا کرم ہے............پیر حاضر شاہ نے کہا۔

بندہ تو عاجز ہے اور اس کے حضور میں اپنے آقا ﷺ کے وسیلہ سے درخواست ہی پیش کر سکتا ہے۔

www.ksars.org

اس کے ساتھ ہی روضہ مبارک کی جالیوں کے سامنے ایک دراز قد نورانی بزرگ لمبا سا سفید کرتا پہنے دکھائی دیئے۔ ان کے چہرہ سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں............ان بزرگ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو فضا میں بلند کر کے اس طرح سے لہرایا۔ جیسے اس طرف آنے کو منع کر رہے ہوں۔

ان کے ہاتھ ہلاتے ہی............روشنی کے بادل نے پھر حرکت شروع کر دی جیسے واپس ہو رہا ہو۔

پیر حاضر شاہ نے ساوتری سے پوچھا۔ جانتی ہو یہ کون تھے۔

ساوتری نے نفی میں سر ہلا دیا۔

پیر حاضر شاہ نے بتایا کہ یہ حضرت رہبر کے منصب پر فائز ہیں اور لوگوں کو راہ بتاتے ہیں۔

خان بہادر کی پلک جھپکی تو دیکھا............روشنی کا بادل کمرہ میں ہے............وہ یہ نظارہ دیکھنے میں ایسے محو ہوئے کہ وقت کا احساس ہی نہ رہا............انہیں تو ہوش اس وقت آیا جب مسجد کے مینارہ سے فجر کی اذان بلند ہوئی............انہوں نے اپنی آنکھوں کو ایک بار پھر زور زور سے ملا اور دوبارہ کمرہ میں جھانکنے لگے۔

اذان کے ساتھ ہی ساوتری نے اپنے آپ کو سمیٹا............پھر چھت سے آنے والی روشنیوں کی بوچھاڑ میں ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت دونوں ہاتھوں میں شربت کے بلوری گلاس لئے نمودار ہوئی............اس نے ایک گلاس پیر حاضر شاہ کو دے دیا اور دوسرا گلاس ساوتری کی طرف بڑھا دیا............شربت پلانے کے بعد............اس نے ساوتری کا ہاتھ کلائی سے تھاما۔

پیر حاضر شاہ نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے لے جانے کو کہا............ساوتری فوراً ہی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

www.ksars.org

پھر............وہ دونوں ہی روشنیوں کی بوچھاڑ میں اوپر کی جانب اٹھتی چلی گئیں............دوسرے ہی لمحہ کمرہ میں کچھ بھی نہیں تھا............پیر حاضر شاہ کمرہ میں چٹائی پر لیٹے خراٹے لے رہے تھے............اور ان کے سرہانے طاق میں ایک چھوٹا سادیا ٹمٹمارہا تھا۔

خان بہادر نے اپنے سر کو دو تین بار زور سے جھٹکا............جیسے انہوں نے خواب دیکھا ہو۔

انہوں نے جو کچھ بھی دیکھا............وہ ان کے شعور سے ان کے ذہن سے بالا تھا۔ اس کے بعد وہ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر واپس چلے آئے۔

☆××××××××××☆

شیو بھگوان کا پجاری پنڈت ہری رام ایک بار پھر گوشہ نشین ہوتا جارہا تھا۔

وہ اپنی کوٹھری سے ہفتوں بعد نکلتا تھا............اس کے معتقدین سورج نکلنے سے پہلے مندر کے سامنے درشن حاصل کرنے کی خاطر کھڑے ہو جاتے تھے لیکن وہ سارادن تہہ خانہ کے فرش پر لیٹا چھت کو تکتا رہتا تھا۔ شب بیداری کے باعث اس کی آنکھیں بوجھل ہو جاتیں۔ اور دماغ سوچ سوچ کر تھک جاتا ایسے میں وہ اپنے بازوئوں کے سہارے کروٹ سے لیٹ جاتا اور غنودگی اس کے حواس پر سایہ کی مانند چھانے لگتی اور............پھر اور پھر............خواب کی حالت میں اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی روح جسم سے جدا ہو کر اس کے سامنے آ کھڑی ہو جاتی۔ اس کی آنکھیں اپنی روح پر جمی کی جمی رہ جاتیں۔ اس اندھے کی طرح جو بینائی رکھتے ہوئے بھی معذور ہو۔

وہ اس حالت میں سوتے میں بھی جاگتا رہتا............سوچتا رہتا............یہاں تک کہ گیان دھیان نے اس کے ذہن کو کھرچنا شروع کر دیا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ اس کا نفس گندہ ہے۔ جسے بھگوان نے عالم برزخ میں اپنی ذات سے جدا کر دیا ہو۔

www.ksars.org

وہ اپنے نفس کو کہاں پاک کرے؟ کس طریقہ سے پاک کرے؟............پھر............پھر پسلیوں کے نیچے سینہ میں اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا جیسے گوشت کی اس قبر سے باہر نکلنا چاہتا ہو۔

وہ گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا............لیکن اس کے دل کی دھڑکن اور تڑپ پھر بھی کم نہ ہوتی............وہ پنجرہ میں بند پرندہ کی مانند پھڑ پھڑاتا رہتا۔ پنڈت ہری رام پریشان ہو کر سینہ پر ہاتھ رکھ لیتا............ہاتھ کے اس لمس کے ساتھ ہی دل کی حرکت میں کمی ہوتی چلی جاتی............یہ لمس............یہ احساس......محبت کا احساس ہوتا۔ محبت جو روح پر "روح" کے اسرار منکشف کر کے انسان کو حقیقت اور مادہ میں تمیز کراتی ہے۔

محبت............محبت............محبت............پریم............یہ کیا ہے؟ وہ سوچتا تو اس کے ذہن کے کسی گوشہ میں چھپی ہوئی دور بہت دور سے آواز آتی............یہ آزمائش کی کسوٹی ہے............انسان اور انسانیت کی بنیاد ہے............بھگوان کی ایسی نعمت ہے............جس کے بغیر انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔

پریم............بھگوان کا ترازو ہے جس کے ذریعہ وہ پاک اور ناپاک ہونے کا فیصلہ کرتا ہے اور اس آواز کے ساتھ ہی وہ تڑپ کر کھڑا ہو جاتا اور بے خیالی میں سینہ کو مسل کر بڑبڑاتا............یہ آگ کیسی ہے؟ یہ شعلہ کیسا ہے؟ جو میرے سینہ میں بھڑک رہا ہے، جو میرے شریر کو جلائے دے رہا ہے، جو میرے جذبات کو پگھلائے دے رہا ہے اور میری قوتوں وسلب کر رہا ہے۔ پھر وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ کر کہتا............یہ سخت مگر ملائم شئے کیا ہے؟ جو تنہائی میں میری روح کو نوچتی اور دل میں "شراب لذت" انڈیلتی ہے پھر اس کے ساتھ ہی اس کا دل پیر حاضر شاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا............پیر حاضر شاہ کی تعلیمات کیسی ہیں کہ وہاں برائی کے بدلہ میں بھلائی ہے۔ پیر حاضر شاہ کا دین، مسلک اور پیغمبر ﷺ اس کے ذہن پر چھائے جا رہے تھے۔

آتما کا صحیح نروان کیا ہے؟ یہ سوچ سوچ کر اس کے ذہن پر کبھی دھند چھا جاتی اور کبھی ذہن پر روشنیوں کے جھماکے ہونے لگتے۔

☆xxxxxxxxxxx☆

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی "ساوتری "نہایت ہی پاکیزہ مسلمان "روح" تھی اور پیر حاضر شاہ نے اس پر بچپن ہی سے توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ وہ اسے تصوف کی تعلیم بھی دے رہے تھے۔ وہ اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے وعدہ کو نبھا رہے تھے۔ اب ساوتری کامل "عارفہ" تھی۔

اسے روحانیت کی باریکیوں کا علم تھا۔

وہ لاہوتی اسرار کا بحر بیکراں تھی۔

وہ کبیرہ و صغیرہ گناہوں کی رمز شناس تھی۔

وہ اعراف اور بہشت کے رازوں کی امین تھی۔

وہ حسن و جمال میں جنت کی حور تھی۔

وہ عشق الٰہی کی ایسی آگ تھی جس کے سامنے جہنم بھی سرد تھی۔

خان بہادر پیر حاضر شاہ کے معتقد تو اس ہی دن ہو گئے تھے جس دن ان کی دعا سے اولاد نرینہ ہوئی تھی لیکن وہ انہیں پیر کامل نہیں سمجھتے تھے۔ بس ان کی نظر میں وہ اللہ کے ایسے نیک بندے تھے جن کی عبادت سے خوش ہو کر اللہ دعا قبول کر لیتا ہے لیکن یکے بعد دیگرے پیش آنے والے واقعات نے ان میں مردم شناسی کا جوہر نمایاں کر دیا............وہ اکثر سوچتے تھے کہ پیر حاضر شاہ کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔

اور ساوتری کے اس واقعہ نے تو ان کی آنکھیں کھول دیں تھیں............انہیں پہلی بار شدت سے احساس ہوا پیر حاضر شاہ کوئی اللہ کا دوست ہے۔ یہ گوہر نایاب ہے جو کہ صدیوں میں ہاتھ آتا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ کسی دن موقع دیکھ کر ان سے شرف مریدی عطا کرنے کی درخواست کریں گے............اس ہی جذبہ کی تسکین کے لئے وہ عشاء کی نماز کے بعد ان کے آستانے پر حاضر ہونے لگے۔

www.ksars.org

ایک دن جبکہ پیر حاضر شاہ کے گرد محلے کے دو تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے..........خان بہادر بھی پہنچ گئے۔ اس وقت پیر حاضر شاہ سر جھکائے درود شریف کا ورد کر رہے تھے..........خان بہادر نے سوچا.......... آج صرف دو تین آدمی ہیں۔ آج پیر حاضر شاہ سے مرید ہونے کی درخواست کریں گے..........پھر جیسے ہی انہوں نے ورد ختم کیا۔ فضا میں ''نمسکار'' کی پاٹ دار آواز سنائی دی۔ سب نے مڑ کر آواز کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ

''پنڈت ہری رام سامنے کھڑا ہے۔''

پنڈت پر نظر پڑتے ہی پیر حاضر شاہ نے نہایت ہی خوش دلی سے کہا:

''آیئے پنڈت جی.......... آیئے..........

پھر وہ اپنی جگہ سے استقبالیہ انداز میں اٹھ کر بولے:

''آپ نے بے کار تکلف کی مجھے پیغام بھیج کر بلوالیا ہوتا۔''

مجھے تم سے کوئی کام نہیں تھا..........پنڈت ہری رام نے خندہ پیشانی سے جواب دیا..........بس بہت دنوں سے میرا من بیاکل تھا..........میں نے سوچا..........کچھ سے اپنے یار کے پاس چل کر بیٹھیں۔ شاید اس ہی کارن شانتی مل جائے۔ آخری جملہ اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔

آپ کی تشریف آوری میرے لئے باعث مسرت ہے..........پیر حاضر شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔

پرنتو.......... یہ بات نہیں..........پنڈت ہری رام نے انہیں سمجھایا..........لوہا لوہے کو کاٹتا ہے..........ہیرے کو ہیرا۔ اس ہی طرح اگر کسی مہاپرش کو اس ہی جیسی مہاشکتی والا نہ ملے۔ تو جیون میں مزہ نہیں آتا۔

www.ksars.org

ہاں زندگی میں اس وقت تک مزہ نہیں آتا۔ جب تک اس کا کوئی مقصد نہ ہو............ پیر حاضر شاہ نے زیر لب مسکرا کر جواب دیا............ اگر انسان اپنی پیدائش پر غور کرے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ .... اس زمین پر انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

انسانی زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے............ مرزا جی نے جو کہ قدرے اندھیرے میں کھڑے ہوئے تھے کہا............ وہ صاف طور سے دکھائی نہیں دے رہے تھے پھر قدرے ناگواری سے بولے............ زندگی کا مقصد شخصیت پرستی نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اصول پرست بنے۔

آپ ذرا آگے............ اجالے میں آجایئے مرزا جی............ پیر حاضر شاہ نے بظاہر انہیں روشنی میں آنے کو کہا تھا لیکن اس اجالے کا مفہوم کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور پھر جب مرزا جی............ لالٹین کی روشنی میں بڑھ آئے تو پیر حاضر شاہ نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا............

آپ نے جو کچھ بھی کہا ہے درست ہے لیکن............ کیا کوئی اصول شخصیت کے بغیر بھی ہے۔ "صادق" کے بغیر صداقت کا وجود کس طرح ممکن ہے "امین" کے بغیر امانت کس طرح واپس مل سکتی ہے۔ "رحیم" کے بغیر رحم کہاں مل سکتا ہے؟

شخصیت بنا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پنڈت ہری رام نے تحسین آمیز نظروں سے پیر حاضر شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا............ پھر فوراً ہی وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر گہری سوچ سے بولا............ زندگی سے موت تک کا سفر بظاہر لمبا بھی ہے اور مختصر بھی............ انسانی زندگی حاصل کرنے سے پہلے نجانے کتنی "زندگیاں" حاصل کرتا ہے اور موت سے پہلے کتنی بار مرتا ہے۔

پنڈت ہری رام کی یہ بات اس کے ذہنی اضطراب کی عکاسی کرتی تھی............ لیکن کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔ صرف پیر حاضر شاہ مسکرا کر رہ گئے............

www.ksars.org

پھر انہوں نے سنجیدگی سے سمجھایا۔ پارسائی اور راستی تلاش کرنے والوں کے لئے زندگی جدوجہد کا نام ہے لیکن اگر دلوں میں تاریکی پھیلی ہو۔ اور دماغ میں دیوانگی کے دورے پڑ رہے ہوں تو پھر زندگی بڑی ہی دشوار ہو جاتی ہے اور انسان سب کچھ حاصل کر کے بھی سمجھتا ہے کہ وہ خالی ہاتھ ہے............ پھر انہوں نے اپنا چہرہ پنڈت ہری رام کی طرف کرتے ہوئے کہا:

"اگر سمجھانے والے برائی سمجھا رہے ہیں، اگر برائی سوچی جا رہی ہے اور کسی کا برا چاہا جا رہا ہے .... تو سمجھ لو............ کہ انسان شیطان بنتا جا رہا ہے اور اس کا مقصد سوائے شر کے کچھ نہیں۔"

پیر حاضر شاہ کا یہ ایسا چھپا ہوا طنز تھا جس نے پنڈت ہری رام کے سینہ کو چھلنی کر دیا۔

اس نے ایک لمحہ کے لئے نظریں جھکا کر سوچا اور پھر بڑی افسردگی سے بولا:

"یہاں اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے............ اس دھرتی میں ہر چیز خود اپنی ضد نظر آتی ہے............ یہاں کبھی کبھی جہل علم پر چھا جاتا ہے اور کمزور طاقت ور پر غالب آ جاتا ہے۔"

یہ سب وقتی ہوتا ہے............ پیر حاضر شاہ نے اس طرح کہا جیسے اسے تسلی دے رہے ہوں۔ قدرت کے کچھ مظاہر بھی ہیں جنہیں سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں............ انسان جس چیز کو، جس بات کو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے وہی اس کے لئے نقصان دہ بن جاتی ہے اور جس کو وہ اپنے لئے برا سمجھتا ہے وہ اس کے لئے فائدہ مند ہو جاتی ہے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان ناقص العقل ہے............ اب مرزا جی بولے............ پھر اسے اشرف المخلوقات کیوں کہا گیا ہے؟

جہاں تک مظاہر قدرت کو سمجھنے کا تعلق ہے انسان ناقص العقل ہے............ پیر حاضر شاہ نے جواب دیا لیکن وہ اپنے جبلی تقاضوں کو پورا کرنے میں تمام جانداروں سے افضل ہے۔

www.ksars.org

کیا مطلب............خان بہادر نے پوچھا۔

یہ بات یوں سمجھو............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا............کہ یہ انسان ہی ہے جو راہ میں پڑے ہوئے پتھر کو تراش کر اسے خدا مانتا ہے............یہ اس کے ناقص العقل ہونے کا ثبوت ہے اور دوسری طرف............

ابھی وہ اپنی بات ختم بھی نہیں کر پائے تھے کہ پنڈت ہری رام نے برجستہ کہا............اس میں انسان کا کیا قصور............یہ پتھر بھی تو ان کے من کی آشائوں کو پوری کرتا ہے۔

www.ksars.org

محبت

یہی بات تو سوچنے............اور سمجھنے کی ہے............پیر حاضر شاہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے ہی پیار سے کہا:

"اگر انسان مظاہر قدرت کو دیوتا سمجھ لیتا ہے تو اس سے زیادہ کم عقل کوئی نہیں۔ جو خالق کو چھوڑ کر اس کی خلق کی ہوئی چیزوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے............پھر سمجھ لو کہ اس کی عقل و دانش پر پتھر پڑے ہوئے ہیں لیکن جب یہی انسان اس کی خلق کی ہوئی چیزوں سے فیضیاب ہو کر اس کا شکر گزار بندہ بن جائے تو وہ شرف کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔"

اس ہی طرح کی باتوں کے بعد نصف شب کے قریب یہ محفل برخاست ہو گئی۔

اور خان بہادر اپنی خواہش کو سینہ میں دبائے واپس لوٹ گئے۔

اب پنڈت ہری رام بھی گاہے بگاہے پیر حاضر شاہ کی مجلس میں آکر بیٹھ جایا کرتا تھا............پیر حاضر شاہ اس کی عزت کرتے تھے اور بڑے ہی پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔

پنڈت ہری رام فہم و فراست میں کم نہیں تھا............ہمیشہ محفل کا رنگ دیکھ کر موضوع کو توجہ سے سن کر بڑے ہی غور و غوض کے بعد بات کہتا تھا۔

در حقیقت وہ پیر حاضر شاہ سے واقف ہونا چاہتا تھا............وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ پیر حاضر شاہ کا ظاہر اور باطن کیا ہے............اس نے پیر کا ظاہر و باطن یکساں پایا۔ اس کے باوجود پنڈت کے چہرہ سے ایک طرح کی پریشانی اور تجسس ظاہر ہوتا تھا............جیسے وہ کسی چیز کی تلاش میں ہو۔

www.ksars.org

☆××××××××××☆

انسان میں کوئی بھی" جذبہ" ایک لطیف غنودگی سے پیدا ہوتا ہے اور یہی جذبہ انسان کے صدیوں پر پھیلے ہوئے نقوش کو مٹا دیتا ہے۔ غفلت کے بعد انسان کو ہوش آجائے تو یہ اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

پنڈت ہری رام پیدائشی ہندو تھا............صدیوں سے اس کے آباؤاجداد مظاہر قدرت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے آئے تھے۔ لیکن پیر حاضر شاہ کے رویہ نے اس کی کایاپلٹ کر رکھ دی تھی۔

ایک دن............ صبح کے وقت جبکہ پیر حاضر شاہ مسجد میں بیٹھے جن کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے کہ اچانک ....پنڈت ہری رام ایک کونے سے نمودار ہوئے۔

انہیں دیکھتے ہی پیر حاضر شاہ چونک پڑے اور پریشانی سے بولے:

"پنڈت جی آپ یہاں کیابات ہے؟"

آپ کو یہاں میری موجودگی پر اعتراض ہے؟ ....پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

یہ بات نہیں ہے............پیر حاضر شاہ نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے کہا............میں تو آپ کو اچھی طرح سے جانتاہوں لیکن............اگر کسی اور مسلمان نے دیکھ لیاتو۔

آپ اس کی چنتانہ کریں............پنڈت ہری رام نے اطمینان سے جواب دیا............میں آپ کے علاوہ کسی اور کو نظر نہیں آئوں گا۔

ٹھیک ہے............ٹھیک ہے............پیر حاضر شاہ نے مطمئن ہو کر کہا............بیٹھ جایئے۔

پنڈت ہری رام نے بیٹھتے ہوئے پوچھا............کیا آپ کو میری اس شکتی پر تعجب نہیں ہوا؟

www.ksars.org

خود کو چھپانا کوئی بڑی بات نہیں............پیر حاضر شاہ نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر مسکرا کر پوچھا............تم یہ آوازیں سن رہے ہو۔

پنڈت ہری رام کو دیکھتے ہی اجنہ کے بچے روپوش ہو گئے تھے لیکن ان کے بولنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

ابھی بچے یہاں نظر تو آ رہے تھے............پھر............اور اس کے ساتھ ہی اس نے شرمندہ ہو کر نظریں جھکا لیں۔

پیر حاضر شاہ نے اس کی خفت مٹانے کی خاطر موضوع بدلتے ہوئے پوچھا............مجھ سے کوئی کام تھا؟

میں آپ سے صرف ایک بات معلوم کرنے آیا ہوں............پنڈت ہری رام نے نظریں اٹھا کر کہا۔

اگر میرے علم میں ہوئی تو ضرور بتاؤں گا............پیر حاضر شاہ نے نظریں اٹھا کر کہا۔

اگر میرے علم میں ہوئی تو ضرور بتاؤں گی............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ پوچھو............

مجھے صرف یہ بتا دو............پنڈت ہری رام نے بے قراری سے پوچھا............جب دیوان موتی رام کے بھاگ میں اولاد نہیں تھی تو پھر............اسے اولاد کیسے مل گئی؟

ہو نہہ............تمہیں یہ معلوم کرنے کا حق ہے............پیر حاضر شاہ گہری سانس کے ساتھ پہلو بدل کر بولے۔ دیوان موتی رام کی قسمت میں اولاد تو واقعی نہیں تھی............تم نے اس کی تقدیر کا لکھا پڑھ کر جو کہا تھا............سچ تھا۔

www.ksars.org

مجھے تعجب تو اس ہی بات کا ہے کہ اس کی تقدیر کیسے بدل گئی............پنڈت ہری رام نے حیرت و پریشانی سے پوچھا۔

مکافات عمل میں دخل دینا ہم درویشوں کی شان نہیں............پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر کہا۔ کیونکہ اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کے ناراض ہونے کا خدشہ رہتا ہے............لیکن اس سے کسی شئے کے وجود میں لانے کی خواہش تو کرسکتے ہیں وہ "کن فیکون" کا مختار کل ہے۔ ہمارا رب ہے۔ ہم سے ستر مائوں سے زیادہ محبت کرتا ہے پھر کیوں اس شفیق اور محبت کرنے والی ہستی سے اپنی خواہش کی استدعا نہ کریں۔

پرارتھنا تو میں نے بھی کی تھی............پنڈت ہری رام نے گہری سوچ میں کہا۔

دراصل ہمارے دین میں مانگنے کا فلسفہ الگ ہے............پیر حاضر شاہ نے بتایا۔

پیر صاحب! مانگا تو میں نے بھی تھا۔ پنڈت ہری رام نے دوبارہ اپنی بات کو اس ہی انداز سے دہرایا۔

مانگنے اور دعا کرنے کے بھی دو طریقے ہیں............پیر حاضر شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دکھا کر بتایا۔

وہ کیا............پنڈت ہری رام نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

بلواسطہ اور بلاواسطہ............پیر حاضر شاہ نے کہا............اول یہ کہ بندہ عجز و انکساری سے اپنی خواہش کو اللہ کے حضور میں پیش کرے۔ دوسرا یہ کہ اللہ سے قریب کسی ہستی کے وسیلہ سے سوال کیا جائے۔

اس کا مطلب ہے تمہارے نبی ﷺ کی بات بھگوان ضرور قبول کرتا ہے............پنڈت ہری رام نے بہت گہری فکر کے ساتھ کہا۔

www.ksars.org

ہاں..........ہم فقیروں کی دعا اس ہی وجہ سے قبول ہوجاتی ہے..........پیر حاضر شاہ نے بتایا..........کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں۔

میں نے بھی تمہارے نبی ﷺ کے بارے میں بہت کچھ پڑھا اور سنا ہے۔ تم بھی مجھے کچھ بتائو۔

میری حیثیت ہی کیا ہے کہ میں اپنے آقا ﷺ کے بارے میں زبان کھولوں۔ پیر حاضر شاہ نے سوچ کر کہا اور پھر والہانہ انداز سے بولے۔

مختصراً یوں سمجھ لو کہ روحانیت میں ایک مقام "سدرۃ المنتہیٰ" ہے۔ اس مقام سے آگے جانے کی کسی بھی ہستی کو اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ فرشتے بھی نہیں جاسکتے۔ تمام الہامی کتابوں میں اشارہ ملتا ہے کہ یہاں سے ظاہر و باطن کا آغاز ہوتا ہے اور اس حد کو وہی عبور کر سکتا ہے جو اس حد کے پار واقع ہستی سے قریب ہو..........ہماری الہامی کتاب میں بتایا گیا ہے کہ میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حد کو عبور کر کے بہت آگے تک گئے ہیں..........پیر حاضر شاہ بے خودی میں کہے جا رہے تھے۔

اور اتنے آگے گئے ہیں کہ وجود الٰہی میں اور ان میں دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ نہیں رہا۔

تو پھر وہاں کون تھا؟

کیا تھا..........پنڈت ہری رام نے اس طرح کہا کہ جیسے کہیں بہت دور سے بول رہا ہے۔

مجھے کیا معلوم..........پیر حاضر شاہ نے ایک دم سنبھل کر کہا..........مجھے تو صرف معلوم ہے کہ ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں تو دعا قبول ہو جاتی ہے۔

لیکن جو لوگ تمہارے نبی ﷺ کو نہیں مانتے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں..........پنڈت ہری رام نے سوال کیا۔

www.ksars.org

اللہ رب العالمین ہے............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا............اور وہ بلاواسطہ دعا کو بھی قبول کرتا ہے لیکن............ کبھی کبھی اس دعا کا حال وہی ہوتا ہے جو تمہاری دعا کا ہوا ہے۔ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ وہ بے نیاز ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ دوست، دوست کی دلداری کرتا ہے۔

کیا مطلب............پنڈت ہری رام نے اچھنبے سے پوچھا۔

پیر حاضر شاہ بولے............جس واسطہ سے دعا مانگی جاتی ہے اللہ کے حضور میں واسطہ کی بھی کوئی حیثیت کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ پھر وہ نہایت ہی سنجیدگی سے بولے............ہم فقیر............جب دعا کرتے ہیں تو بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں کیونکہ دعا قبول ہونے کے بعد اس کے نتائج کی تمام تر ذمہ داری دعا کرنے والے پر عائد ہوتی ہے۔

دیوان موتی رام تو تمہارے دھرم کا نہیں ہے............پنڈت ہری رام نے کہا............تمہارے دین کے مطابق وہ شرک ہے اور تمہاری دعا سے جو اولاد ہوئی ہے وہ یقیناً اس ہی دھرم پر ہوگی نتائج کی ذمہ داری کس پر آتی ہے؟

اللہ کی طرف سے ہم فقیروں کو حکم ہے............پیر حاضر شاہ نے سکون سے کہا............اگر کوئی بندہ ہم سے رجوع کرے تو............ہم اسے مایوس نہیں کریں گے کیونکہ اللہ سب کا ہے اور اللہ کے دوست بھی اس کی مخلوق کے دوست ہیں۔ الہامی کتاب ہمیں درس دیتی ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کے دوست ہمارے نبی ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ تمام عالموں پر رحمت کرنے والے کیسے کسی کو مایوس کر سکتے ہیں؟

پنڈت ہری رام نے یہ سن کر ایک لمبی سانس لی اور کہا تم سچ کہتے ہو۔

اب جہاں تک دعا کے نتائج کی ذمہ داری ہے............پیر حاضر شاہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بتایا۔ تو میں نے موتی رام سے وعدہ لے لیا تھا کہ اس کی نسل سے پہلی اولاد کو میں تربیت دوں گا۔

www.ksars.org

ساوتری کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اپنے دھرم کی نہیں ہے............پنڈت ہری رام نے پر اعتماد لہجہ میں کہا۔ میں نے سوچا کے ہندو کے گھر میں مسلمان نے کیسے جنم لے لیا............یہی وجہ تھی کہ میں نے اسے شیو بھگوان کی داسی بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا............لیکن اچانک ہی تمہارا شمشو میرے سامنے آ گیا اور............

چھوڑا اب پچھلی باتوں کا ذکر کیا کرنا............پیر حاضر شاہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ جو ہونا تھا سو ہو گیا۔

پیر حاضر شاہ............پنڈت ہری رام نے انہیں پاٹ دار آواز سے مخاطب کیا............میں نے شیو بھگوان جیسی شکتی حاصل کرنے میں اپنا جیون گزار دیا............لیکن............تم کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ............اس شکتی سے بھی زیادہ ایک اور شکتی ہے۔ اس شکتی کی چنتا تمہارے پریم نے من میں ڈال دی ہے۔

پریم............محبت............پیار............یہی تو سب بڑی طاقت ہیں............پیر حاضر شاہ نے بتایا............یہ اللہ کی وہ صفت ہے جو بندوں میں بہت کم پائی جاتی ہے............اور جو اس صفت کو اپنا لیتا ہے وہی اس کے حضور میں شرف باریابی پاتا ہے............پنڈت ہری رام کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ پرماتما کیا کرتا ہے؟............اس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتا ہے، اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔

محبت............محبت............پنڈت ہری رام نے بڑبڑایا۔

جب اللہ مخلوق سے محبت کرتا ہے تو گیان دھیان کرنے والا بندہ بھی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے تا کہ اللہ سے محبت کا رشتہ قائم ہو جائے............پیر حاضر شاہ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ اور اس سے محبت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تخلیق کی ہوئی کائنات سے محبت کی جائے۔ کیونکہ جب کسی کو چاہا جاتا ہے............کسی کی طلب ہوتی ہے تو مطلوب اس کی ہر شئے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

www.ksars.org

یہ سن کر پنڈت ہری رام نے چند لمحہ پیر حاضر شاہ کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھا............پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا............اب میں جا رہا ہوں اور اس سمے واپس آئوں گا جب تم جیسی شکتی حاصل کرلوں گا۔

اللہ تمہیں کامیاب کرے............پیر حاضر شاہ نے دعا دی۔ پھر اس کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ہوئے بولے کائنات اور کائنات کو بنانے والے کو سمجھنے کے لئے قرآن ایسی کتاب ہے جس سے رہنمائی مل سکتی ہے۔

قرآن............یہ تو تمہاری دینی کتاب ہے............پنڈت ہری رام نے چونک کر پوچھا۔

یاد رکھو............کسی کو بھی ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کے لئے ایسے رہبر کی تلاش ہوتی ہے جو منزل سے آشنا اور اس ہستی سے اچھی طرح واقف ہو............وہ دونوں ہی آہستہ آہستہ مسجد کے صحن کی طرف چلنے لگے۔

پنڈت ہری رام نے ایک لمحہ کے لئے رک کر ان کی طرف دیکھا۔ پیر حاضر شاہ نے بغیر کسی توقف کے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔ اللہ نے خود اپنی ذات کی پہچان کے لئے قرآن میں طریقے بتائے ہیں اور یہ سب کچھ ایک کامل انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری نوع انسانی تک پہنچا دیئے ہیں۔

پھر انہوں نے بڑے ہی خلوص سے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا............اس سلسلہ میں تم چاہو تو میں ہر طرح کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

پنڈت ہری رام نے انہیں استفساریہ نظروں سے دیکھا اور پھر ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولا............اگر مجھے تمہاری سہاتا کی ضرورت پڑی تو ضرور آئوں گا۔

اس کے بعد وہ نظروں ہی نظروں میں غائب ہو گیا۔

شیو بھگوان کے مندر کے پیچھے سورج نے اپنا منہ چھپا لیا............اور شفق کی لال چادر آسمان پر پھیلاتا چلا گیا............پھر جوں جوں وہ سمندر کی گہرائی میں اترا۔ شفق کی اس چادر کو بیوہ کے آنچل کی طرح کھینچتا چلا گیا۔

www.ksars.org

جیسے اسے اپنے ننگے سر ہونے کا خوف ہو پھر...........پھر...........اس کے پیچھے ہی رات نے الھڑ دوشیزہ کی طرح انگڑائی لی...........اور اپنی "سیاہ زلفوں" کو اس طرح پھیلایا کہ ہر شئے پر تاریکی چھاتی چلی گئی۔

تاریکی...........جو روحوں کی پر چھائیوں کو اجاگر کرتی ہے۔

تاریکی...........جو عشق و حسن اور جوانی کے جذبات کا ابھارتی ہے۔

تاریکی...........جو قدرت کے رازوں کو افشاں کرتی ہے۔

تاریکی...........جو آسمانی انوار کا مشاہدہ کراتی ہے۔

تاریکی...........وہ نور ہے جو زمین کو گھیر لیتا ہے۔

تاریکی...........روحوں پر اسرار منکشف کرتی ہے۔

تاریکی...........انسانی لغزشوں کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے۔

تاریکی اس کائنات کی رازدان ہے اور روشنی اس کی ضد ہے۔ رات کی اس تاریکی کے سایہ تلے رونما ہونے والے واقعات کو چاند بڑی ہی دلفریب مسکراہٹ سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ دلوں کی دھڑکنیں سن رہا ہو۔ اور جسموں کے لمس سے محفوظ ہو رہا ہو۔ پیپل اور نیم کے گھنے درختوں کے درمیان...........شیو بھگوان کے مندر کے آس پاس واقع مکانات میں روشنیاں جل اٹھیں...........جیسے کسی دوشیزہ کی آنکھیں جوانی کے خمار سے چمک اٹھی ہوں۔

ایسے میں جبکہ ہر طرف طلسمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ پنڈت ہری رام شیو بھگوان کی ایستادہ مورتی کے سامنے کھڑا تھا۔

www.ksars.org

اس نے کانپتے ہاتھ سے زیتون کے تیل میں ڈوبے ہوئے چراغوں کو روشن کیا۔ اور شیو بھگوان کے چرنوں میں دم توڑتی ہوئی آگ میں عود اور لوبان ڈال دیا۔..........ساری فضا خوشبو سے معطر ہو گئی اور عود و لوبان کا دھواں مرغولے بناتا ہوا اوپر کی جانب اس طرح اٹھا جیسے یہ کوئی آرزوئوں اور امیدوں کی چادر میں لپٹا ہوا انسان ہو۔

پنڈت ہری رام نے دھویں کے ان مرغولوں کے پیچھے شیو بھگوان کی مورتی پر نگاہیں جما دیں۔ چند لمحوں بعد اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی..........وہ نہایت ہی آہستگی سے کہہ رہا تھا۔

اے بھگوان..........رات کی اس پر سکون تاریکی میں جبکہ انسان حیات کے مزے لوٹنے میں مصروف ہے میں تجھے اپنی درماندگی کا حال سنانے آیا ہوں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ پھر وہ ملتجی انداز سے بولا۔

مجھے بتائو..........یہ شعلہ کیسا ہے جو میرے سینہ میں بھڑک رہا ہے اور جس نے میرے شور کو جھلسنا شروع کر دیا ہے..........یوں لگتا ہے کوئی میری روح کو بیدار کر رہا ہے۔ کوئی مجھے نیند سے اٹھا دینا چاہتا ہے اور میں جاگ رہا ہوں بھگوان..........اس انتظار میں جس کا مجھے علم نہیں۔

میں کان لگائے ہوں۔ اس آواز پر جس کا شناسا نہیں ہوں۔

میری نگاہیں متلاشی ہیں۔ اس وجود کی جسے میں پہچانتا نہیں۔

میں سوچتا ہوں اس مسئلہ پر جو میری فہم سے بالا ہے۔

پھر اس کی آواز بلند ہو گئی اور اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔

اے بھگوان..........میں اپنی ذات سے نا آشنا ہوں۔ میں جسم سے بیگانہ ہوں۔ میں جب اپنی آواز سنتا ہوں تو یہ اجنبی معلوم ہوتی ہے۔

www.ksars.org

میں جب اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو ساری دنیا غیر مانوس لگتی ہے۔

اور جب کبھی اپنے وجود کو دیکھتا ہوں تو خود مجھ کو تعجب ہوتا ہے۔ میری روح مجھ سے پوچھتی ہے کہ اے اجنبی تو کون ہے؟

اے بھگوان..........میں نہیں جانتا کہ یہ دھرتی کیا ہے اور منش نے کس کارن جنم لیا ہے..........مجھے تو تیرے مہان پجاری نے تیرا سیوک بنا دیا تھا۔ نجانے یہ کیسی سیوا ہے جس کے کارن برسوں بعد آج من میں آگ بھڑک اٹھی ہے۔ پھر وہ سانس لینے کے لئے رکا۔ اور دوبارہ نہایت ہی افسردگی سے بولا۔

میں نے آج تک اپنے جیون کو تیری مرضی کے تابع رکھا ہے۔ تیرے بغیر تو میں نے سانس بھی نہیں لیا۔ اگر تو کچھ ہے تو میرے من میں روشنی ڈال دے..........میری روح کے اس جزو کو زندہ رکھ..........جس کی خاطر میں لطافتیں حاصل کر سکوں اور تیرا ''مہان'' ہونے کا پرچار کرتا رہوں۔

اس کے بعد وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔

اے بھگوان..........رات کی اس تاریکی میں تجھ سے تیرے پریم کی بھکشا مانگ رہا ہوں تیرا سیوک ہوں..........مجھے نراش نہ کر..........میں نے اپنا جیون تیرے چرنوں میں تیاگ دیا ہے..........لیکن پریم کی تڑپ نے میری آتما کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میرا دل میرے سینہ میں گم سم ہے۔

اے دیوتا..........وہ رقت سے مخاطب ہوا۔

اگر تو مادی لباس پہنے ہوئے ہے تو مجھے اپنا جلوہ دکھا۔

اگر تو عناصر کی قید سے آزاد ہے تو میری روح کو بھی کھینچ لے۔ تاکہ میں تیرے درشن کر سکوں۔

www.ksars.org

اگر تو "راز" ہے تو اس پردہ کو چاک کر دے جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہے۔ اور اگر تو میری ذات میں ہے تو اس دیوار کو ڈھادے جو میرے سامنے کھڑی ہے۔ اس کے ساتھ ہی پنڈت کو مندر میں بادمرمر کی آواز سنائی دی جو جلد ہی نہایت مترنم گھنٹیوں کی آواز میں بدل گئی۔ یہ آواز پنڈت کے لئے غیر مانوس تھی............ لیکن ......وہ صاف سن رہا تھا۔ گھنٹیوں کی اس بازگشت میں کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ محبت......... محبت......... محبت...... پریم۔

پریم............ انسان اور اس کائنات کی حقیقت پریم ہی تو ہے۔

پریم............ اشرف و اعلیٰ معرفت ہے۔

پریم............ سے آتما کو نروان حاصل ہوتا ہے ایسا نروان............ جو انسانی بصیرت کو اجاگر کر دیتا ہے اور پھر اسے ہر شئے حقیقت کے روپ میں نظر آنے لگتی ہے............ تمہاری روح، پریم پیاسی ہے۔ تمہاری آتما پیاس سے تڑپ رہی ہے اور تمہارے چاروں جانب معرفت کے چشمے جاری ہیں۔ پھر تم اپنی پیاس کیوں نہیں بجھاتے............ کیوں نہیں بجھاتے۔

اس کے ساتھ ہی گھنٹیوں کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی............ پنڈت ہری رام نے چونک کر اپنے اطراف میں اس طرح سے دیکھا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔

چراغوں کی ٹمٹماتی روشنی میں اس کے چہرہ پر تلاش کی پرچھائیاں چھا گئیں۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں صاف و شفاف فضا میں جمی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے دل کی دھڑکن سن رہا تھا اور اس کی روح کروٹ بدل رہی تھی۔ اس کے جذبات............ احساسات و ادراک کی حدود میں منتقل ہو رہے تھے۔

وہ اپنے غم سے خوش تھا اس کی نمناک نگاہیں فطرت کے حقیقی مناظر کو دیکھ رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ اس کی ذات روحانی کیفیات اور سرور سے محروم ہے۔ جس طرح آنکھ بصارت کے منبع کو دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔

www.ksars.org

وہ اس ہی طرح سوچ میں غرق اپنی کوٹھری کی طرف چل دیا۔

وقت ساعتوں لمحوں.........منٹوں اور گھنٹوں میں تبدیل ہوتا ہوا سالوں پر محیط ہو گیا۔ پنڈت ہری رام کو پھر کسی نے مندر میں یا اس بستی میں نہیں دیکھا.........لوگوں کا خیال تھا کہ اس نے "بن باس" لے لیا ہے۔

اس عرصہ میں دیوان موتی رام کو بھی اجل نے اچک لیا اور پیر حاضر شاہ بھی ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی نہیں دکھائی دیئے۔

ان کے گھر کا دروازہ اب بھی ہر وقت کھلا رہتا تھا اور حسین و جمیل ساوتری جو بچپن ہی سے دیوانی کے نام سے مشہور تھی۔ اس ویران گھر میں آتی رہتی تھی اس کے پتا کے مرنے کے بعد بھائیوں نے "دیوانی بہن" پر توجہ دینا چھوڑ دی تھی اور اس کے دکھ سکھ کا انحصار بھاوجوں پر تھا۔

بھاوجوں نے اس پر ظلم ڈھانا شروع کر دیا تھا.........وہ کئی کئی دن تک اسے کھانے کو نہیں دیتیں۔ اور جب کبھی وہ حالت استغراق میں ہوتی تو نہ صرف یہ کہ اسے برا بھلا کہتیں.........بلکہ سب مل کر مارنے بھی لگ جاتیں۔ ایسی حالت میں ساوتری کے لئے جائے پناہ پیر حاضر شاہ کا مکان تھا۔

جب بھاوجیں اس کو مارنے سے باز نہیں آتیں تو وہ اپنے گھر سے نکل کر اس مکان میں آ جاتی۔ ایک دوبار ایسا بھی ہوا کہ ساوتری نے ہلکے سے کسی بچے کے چپت رسید کی تو اس کی ماں ڈنڈا لے کر اس کے تعاقب میں پیر حاضر شاہ کے مکان تک آ گئی.........لیکن.........ساوتری ہمیشہ برق رفتاری سے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا کرتی تھی۔

پھر جب بھاوجوں کا ظلم حد سے زیادہ بڑھا اور ساوتری کے جسم پر زخم بھی پڑنے لگے تو اس نے اپنے گھر جانا ہی چھوڑ دیا.........اب وہ دن رات اس خالی مکان میں گزارتی تھی.........جب کبھی اس کا دل چاہتا تو اپنے گھر کی طرف چلی جاتی ورنہ دنوں ادھر کا رخ نہ کرتی۔

www.ksars.org

خان بہادر زندہ تھے...........وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ وہ ساوتری کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھے لیکن وہ...........اس سلسلہ میں کسی سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ فرقہ وارانہ فساد سے ڈرتے تھے۔ ساوتری بظاہر ہندو تھی پھر وہ دیوانی تھی۔ اس کی اس دیوانگی کی وجہ سے ہندو خاموش تھے پھر بھی وہ...........کئی بار اس بات پر اظہار نفرت کر چکے تھے کہ ساوتری ہندو ہو کر ایک مسلمان پیر کے گھر میں کیوں بسیرا کئے ہوئے ہے...........لیکن انہیں اطمینان تھا کہ وہ ''دیوانی'' ہے۔

www.ksars.org

اختر کی واپسی

دیوانی ساوتری لباس کئی کئی دن تک نہیں اتارتی تھی۔ جس کی وجہ سے نہ صرف اس کے چاندی جیسے بدن پر میل جم جاتا تھا۔ بلکہ اس کا ماورائی حسن بھی متاثر ہوتا تھا............اس کے سر کے بالوں میں گرد و غبار کی تہہ جمع رہتی تھی............ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے دنیاومافیا کا ہوش ہی نہیں ہے۔

بعض دفعہ وہ بیری کے درخت کے نیچے آکر بیٹھ جاتی۔ جہاں پہلے پیر حاضر شاہ بیٹھا کرتے تھے۔ وہ گھنٹوں اس کے پتوں کو تکتی رہتی............یا پھر کبھی "عالم بے خودی" میں باہر دروازہ پر آکر بیٹھ جاتی اور مٹی کے گھروندے بناتی رہتی............ادھر سے گزرنے والے پوچھتے کہ "دیوانی" کیا بنارہی ہے؟ وہ بے ساختہ کہتی............جنت میں گھر بنارہی ہوں۔ محلے کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس کے ساتھ کھیل میں شامل ہو جاتے اور جب............ان کا اس کھیل سے دل بھر جاتا اور وہ کوئی دوسرا کھیل کھیلنے کو کہتے تو لہک لہک کر درود شریف پڑھنے لگتی............بچے بھی اس کی آواز میں آواز ملانے لگتے............اور اگر کوئی بچہ نہیں پڑھتا تو لات مار کر اس کا گھروندہ توڑ دیتی۔ یا پھر ہلکے سے سر پر چپت لگا دیتی۔

بچے اس سے خوفزدہ ہو کر دور بھاگ جاتے اور پھر ایک ساتھ آواز ملا کر اسے دیوانی............دیوانی کہہ کر چڑانے لگتے............وہ انہیں پکڑنے دوڑتی تو سب اپنے اپنے گھروں میں گھس جاتے............اور جب مائیں ان سے اس طرح بد حواس ہو کر آنے کی وجہ پوچھتیں تو وہ کہتے کہ دیوانی ہمیں مارتی ہے۔ مائیں سمجھاتیں کہ بیٹا اس کے ساتھ نہ کھیلا کرو۔ وہ پاگل ہے۔

کبھی کبھی............وہ حالت جذب و مستی میں خود سے باتیں کرنے لگتی............اور اگر محلے کی کوئی عورت اس سے پوچھتی کہ وہ کس سے باتیں کر رہی ہے تو ساوتری نہایت ہی سنجیدگی سے کہتی۔ اپنے روحانی باپ سے............ کبھی وہ کہتی کہ............فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔

www.ksars.org

غرض کہ یہ اور اس ہی طرح کی غیر مبہم باتیں سن سن کر لوگ اس کا مذاق اڑاتے اور افسوس سے کہتے کہ...........ہائے! اتنی حسین جوانی کو "دیوانگی" نے مٹی بنادیا ہے۔

☆××××××××××☆

اچانک ہی خان بہادر بیمار پڑ گئے اور اختر کو فوری طور سے واپس آنا پڑ گیا...........وہ تقریباً پانچ سال بعد لندن سے واپس آیا تھا...........خان بہادر کی خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا بیٹا بیرسٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے لوٹے...........لیکن ضعیف العمری اور بیماری نے بیٹے کو واپس بلوانے پر مجبور کر دیا تھا۔

اختر...........نہ صرف ماں باپ کا لاڈلا تھا بلکہ بہنوں کا بھی دلارا تھا...........وہ آیا تو تھا باپ کی تیمارداری کے لئے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

اس کے آنے کے فوراً بعد ہی بیماری نے ایسا زور پکڑا کہ خان بہادر جانبر نہ ہو سکے...........اور سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے۔

یہ ایسا غم تھا کہ جس کا سب سے زیادہ افسوس اختر کو تھا۔ ماں کے بعد باپ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا...........بہنیں اپنے گھروں کی ہو چکی تھیں...........باپ کی موت کا المناک حادثہ اور تنہائی کے احساس نے اسے ادھ مرا کر دیا گو کہ بہنوں نے اپنی شفقت اور محبت اس پر نچھاور کر دی لیکن پھر بھی اسے سنبھلتے سنبھلتے چھ ماہ لگ گئے۔

بیماری کے دوران ہی اسے ساوتری کے حالات کا علم ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ ساوتری جب کہ تین سال کی تھی دیوانوں جیسی باتیں کرتی تھی...........پھر جب اسے بہنوں نے بتایا کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد بھاوجوں نے اس پر بے انتہا مظالم ڈھائے تو اسے سخت افسوس ہوا...........اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انسان محبت سے خالی کیوں ہو جاتا ہے...........اور یہی سوچتے سوچتے اس کے سینہ میں پیار بھر جاتا اور محبت کی لہروں پر اسے زندگی ہچکولے کھاتی نظر آتی۔

www.ksars.org

اس نے لندن میں پانچ سال نہایت ہی رنگین گزارے تھے............یخ بستہ ہوائوں نے اس کے جس کو اپنی سانسوں سے گرم رکھا اور برف باری کے دوران سلگتے ہوئے جسم کے لمس سے حرارت پہنچائی۔ لیکن جوانی کے اس طوفان میں اسے پیار کا ایک بھی جھونکا نہ ملا۔ اس کا مقولہ تھا کہ:

"عورت اور مرد کی تخلیق صرف لذت نفس حاصل کرنے کے لئے کی گئی ہے۔"

اس مقولے نے جنسی بے راہ روی کا ایسا سیلاب برپا کیا کہ اس کے ریلے میں "پیار و محبت" خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔

جب وہ اپنے وطن میں واپس لوٹا اور یہاں کی سرد گرم ہوائیں اس کے جسم سے ٹکرائیں تو اسے پہلی بار احساس ہوا کہ باپ کی شفقت، ماں کا پیار اور بہنوں کی دل گیری انسان کا جوہر ہے............وہ جس معاشرے سے آیا تھا وہ جس دنیا میں گھوما تھا وہ ایک خواب تھا۔ ایسا خواب جس میں جوانی کی تپش تو تھی لیکن پیار کا کہیں سایہ نہ تھا۔

اسے اب واپس لندن نہیں جانا تھا۔ اس کا دل اس رنگین دنیا سے اکتا گیا............پھر بہنوں کی شفقت اور جاگیر کی ذمہ داریوں نے بھی اس کے ارادوں کو زنجیریں پہنا دیں............اور اس نے واپس نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

طبیعت سنبھلنے کے بعد اس نے شہر کے مضافات میں واقع اپنے باغات میں جانا شروع کر دیا۔

☆××××××××××☆

آہستہ آہستہ اختر کی زندگی معمول پر آتی چلی گئی............اس نے اپنے ماں باپ کے پرانے مکان میں ترمیم و توسیع بھی کرا لی تھی اور اسے اپنی حسب منشاء کسی حد تک ماڈرن بنوا لیا تھا۔ کیونکہ بہنوں نے اس کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ اس کی شادی کے لئے لڑکی تلاش کر رہی ہیں۔

www.ksars.org

یوں تو............اختر کے لئے رشتوں کی کمی نہیں تھی۔ اپنے اور غیر سبھی اس "لندن پلٹ" کو اپنی دامادی میں لینا چاہتے تھے............لیکن اختر نے انی سب سے بڑی بہن کو اپنا معیار بتا دیا تھا اور اس کی بہن اس کے بتائے ہوئے معیار کو تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ وہ اپنی بھابھی ایسی لڑکی کو بنائیں جو ان کے بھائی کی دل پسند ہو۔

ایک دن اختر کسی کام سے پیر حاضر شاہ کے گھر کی طرف سے گزرا۔ دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے............وہ آگے بڑھا اور دروازہ پر پہنچ گیا............اندر صحن میں ساوتری بیری کی ایک شاخ دائیں ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی............اسے متوجہ کرنے کے لئے اختر کھنکارا۔ لیکن ساوتری نے کوئی توجہ نہیں دی۔

اختر نے ہمت کی اور دروازہ سے اندر داخل ہو گیا............ساوتری نہایت ہی صاف و شفاف سفید لباس پہنے کھڑی تھی۔ اس لباس میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا............اختر نے اسے پانچ سال بعد دیکھا تھا اور اس عرصہ میں وہ بیس سال کا حسین و جمیل مجسمہ بن چکی تھی۔ بیضوی چہرہ، سرخی مائل سفید رنگ، بادام جیسی پلکیں اور ان میں ہرن جیسی سرمگیں آنکھیں مائل بہ پرواز کشادہ سینہ، سفید شانوں کے درمیان گردن............جیسے مصور نے صراحی کے منہ میں گلدستہ رکھ دیا ہو............کمر چیتے جیسی غرض اس کا سراپا حسن ہی حسن تھا............لیکن نہیں وہ تو نور تھا۔ ایسا نور جو شاید حوروں کو بھی نصیب نہ ہو۔

اختر نے اسے دیکھا............اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

قدرت کی اس صناعی نے اسے سحر زدہ کر دیا تھا............ساوتری کے جسم سے چنبیلی کی تیز خوشبو اس طرح پھوٹ رہی تھی کہ ساری فضا معطر ہو کر رہ گئی تھی۔ چند ساعت بعد اختر کو قدرے ہوش آیا اور اس نے کپکپاتے ہونٹوں سے پکارا............ساوتری۔

ساوتری............مر گئی............دیوانی کے حالت استغراق میں جواب دیا۔

www.ksars.org

دیکھ ساوتری میں آگیا ہوں...........اختر نے اس کے حسن سے مرعوب ہو کر ڈرتے ڈرتے کہا۔ میں تیرا بچپن کا دوست۔ تیرا ساتھی...........میں اختر ہوں اختر۔

ساوتری نے اس کی بات سن کر نہایت ہی آہستگی سے گردن گھما کر دیکھا...........اس کی آنکھوں کی چمک سچے موتی سے زیادہ تابناک تھی...........اختر تاب نہ لا سکا اور نظریں جھکا لیں۔

ساوتری نے اس ہی لمحہ اپنے سر کو دوبار جھٹکے دیئے...........اور بیری کی شاخ چھوڑ کر نہایت ہی پروقار لہجہ میں بولی:

"تم آگئے۔ تم اختر ہو؟"

ہاں...........ہاں......میں اختر ہوں...........اختر نے خوش ہو کر جواب دیا۔

نہیں...........ساوتری نے اس کے چہرہ پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ اب نہ تم اختر ہو اور نہ میں ساوتری ہوں۔ ساوتری تو اس دن مر گئی تھی جس دن اس نے ہندو دھرم کی عورت کے پیٹ میں جنم لیا تھا۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟...........اختر نے تعجب سے پوچھا۔

میں سچ کہہ رہی ہوں دوست...........ساوتری نے قدرے مسکرا کر جواب دیا۔ اس دھرتی پر زندگی کیوں جنم لیتی ہے کوئی نہیں جانتا...........لیکن جوں جوں وہ اندر کی دنیا میں منزلیں طے کرتا ہے "حیات" کروٹیں بدلتی رہتی ہے اور اب میں تمہارے سامنے ساوتری نہیں "دیوانی" کھڑی ہوں۔

نہیں نہیں...........تم دیوانی نہیں ہو...........اختر نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔ تمہیں دیوانہ کہنے والے خود پاگل ہیں۔

www.ksars.org

نہیں وہ لوگ پاگل نہیں ہیں..........ساوتری نے پیار بھرے لہجہ میں سمجھایا..........دیوانے تو میری طرح ہوتے ہیں۔

تم بچپن میں ایک خواب دیکھا کرتی تھی..........اختر نے پوچھا۔

ہاں..........اور وہ خواب میں تمہیں اکثر سنایا کرتی تھی..........ساوتری نے جواب دیا..........اور اس خواب کی تعبیر یعنی "میں" تمہارے سامنے موجود ہوں۔

کیسا خواب تھا..........وہ..........اختر نے بے خیالی میں افسوس سے کہا۔

بڑا ہی اچھا خواب تھا۔ بڑا ہی سچا تھا۔ ساوتری نے بے ساختہ جواب دیا۔

ساوتری..........اختر نے افسوس سے کہا۔ مجھے یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ ماتا پتا کے بعد بھاوجوں نے تم پر بے پناہ ظلم کیا اور تمہیں ان کے ظلم کی وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا۔

یہاں گھر ہے کسی کا..........ساوتری نے پوچھا..........پھر مسکرا کر بولی..........اصلی گھر تو وہ ہے۔ جہاں سے انسان اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے اور پھر پلٹ کر اس ہی طرف جاتا ہے۔ یہ دنیا تو عارضی ٹھکانہ ہے..........اور ایک نہ ایک دن سب ہی کو پلٹ کر اپنے پرانے گھر جانا ہے۔

اس..........اس گھر میں تو پیر حاضر شاہ رہتے تھے..........اختر نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔

ہاں..........وہ میرا پیر و مرشد تھا۔ میرا روحانی باپ تھا۔ ساوتری نے سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر معنی خیز انداز میں بولی۔ اس کے اس مکان پر میرا حق تھا۔

بڑا ہی بوسیدہ مکان ہے..........اختر نے مکان کے در و دیوار پر نظر ڈالتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ تمہارا یہاں دل کس طرح لگتا ہے؟

www.ksars.org

دل بھی کوئی لگانے کی چیز ہے؟............ساوتری نے ایک زور دار قہقہہ لگا کر جواب دیا۔ انسان تو خود فانی ہے۔ وہ بھلا کیا کسی سے دل لگائے گا۔

میرے پاس بڑا اور قیمتی مکان ہے............اختر اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے بولا............تم

نہیں............نہیں............ساوتری نے فوراً ہی اس کی بات کاٹی۔ تمہارے پاس اس سے بڑا اور قیمتی مکان نہیں ہو سکتا۔

تم چل کر دیکھو تو سہی............اختر نے التجا کی............لندن سے آنے کے بعد میں نے مکان کو نئے ڈیزائن سے بنوایا ہے۔

ہاں............ہاں............تم نے بنوالیا ہو گا............ساوتری نے اس کی تائید کی۔ پھر اس کے چہرہ پر نظریں جما کر بولی

کیا تمہارے مکان کی بنیاد انسانیت پر قائم ہے؟

کیا............کیا اس کی چنائی "وحدانیت" کی اینٹوں سے کی گئی ہے؟

کیا............کیا اس پر "ایمان" کا پلاسٹر کیا گیا ہے؟

کیا............کیا اس کی چھت "تقویٰ" پر قائم ہے؟

تم کیا کہہ رہی ہو؟............اختر نے تعجب سے پوچھا۔

میں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ سچ ہے۔ ساوتری نے جواب دیا............جو لوگ دنیا میں اس طرح کے مکان تعمیر کرتے ہیں وہ ہی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

www.ksars.org

تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔اختر نے شش و پنج میں کہا۔

جب ہی تو لوگ مجھے دیوانی کہتے ہیں............ساوتری نے رازداری سے کہا............لوگ میری باتیں نہیں سمجھتے اور میں لوگوں کی بات نہیں سمجھتی۔

اس کے بعد وہ زور سے ہنستی ہوئی اندر کمرہ میں چلی گئی۔اور دروازہ بند کر لیا۔اختر کچھ دیر کھڑا اس کی بے رخی پر غور کرتا رہا پھر وہ کچھ سوچ کر باہر نکل آیا۔

☆xxxxxxxxxxx☆

اس ملاقات کے بعد اختر کو احساس ہو گیا کہ ساوتری دیوانی نہیں ہے بلکہ وہ درویش ہے۔دنیا سے لاتعلقی اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھی۔یہ ایسی صورتحال نہیں تھی جو اختر کے لئے مایوس کن ہو۔

اس کے دل میں بچپن کا سویا ہوا جذبہ جاگ اٹھا اور ساوتری کے شعلہ حسن نے اسے اور بھی بھڑکا دیا۔محبت کا وہ جذبہ جو اس کے سینہ میں دفن تھا دفعتاً جاگ پڑا اور............اور............اس نے ساوتری کو اپنا شریک حیات بنانے کا فیصلہ کر لیا۔وہ اس درنایاب کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے اپنی بہنوں سے اس ارادہ کا تذکرہ کیا۔جس بہن نے بھی اس کی بات سنی حیرانگی سے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا اور اسے سمجھایا کہ کیوں "دیوانی" کے پیچھے دیوانہ ہوا ہے۔اختر کو جب یہ احساس ہوا کہ اس معاملہ میں کوئی بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہے تو اس نے خود ہی ساوتری سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر ایک رات سورج ڈھلنے کے بعد اس کے گھر پہنچ گیا۔

اس وقت ساوتری بیری کے درخت کے نیچے بیٹھی سر جھکائے درود شریف پڑھنے میں مشغول تھی۔

www.ksars.org

اختر کی آہٹ پاتے ہی اس نے سر اٹھا کر دیکھا............اور اس کے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم پھیل گیا۔ اس کی یہ مسکراہٹ گویا اختر کے ارادہ کو جان لینے کی بازگشت تھی۔

آئو............اس نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے کہا............کہو، کیسے آنا ہوا؟

ساوتری............اختر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا............تو میرے بچپن کی دوست ہے............ساتھی ہے۔ میں نے کبھی تیری طرف توجہ نہیں دی۔ کبھی تیری حالت پر غور نہیں کیا۔

تمہیں اس کی فرصت کہاں تھی؟............ساوتری نے برجستہ جواب دیا۔

مجھے اپنی اس کوتاہی کا احساس ہے۔ اختر نے شرمندگی سے کہا۔

غلطی کا تدارک کرنے کا وقت گزر چکا ہے............ساوتری نے مصلّٰی سے اٹھ کر جواب دیا۔ اب نہ تو تم اختر ہو اور نہ ہی میں ساوتری ہوں۔

لیکن............لیکن............اختر نے کسی قدر جھجھکتے ہوئے کہا............میں تم سے پیار کرتا ہوں۔ سچا پیار۔

اچھا............ساوتری نے تعجب سے کہا۔

ہاں............لندن سے آنے کے بعد میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے۔ دل کا عجب عالم ہے۔ اختر نے نیم وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا............تمہارے حسن جہاں سوز نے میرے دل میں خوابیدہ محبت کے جذبوں کو جگا دیا ہے اور اب میں تمہیں............

جھوٹ کہتے ہو............ساوتری نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ اگر تمہارے دل میں ''محبت'' ہوتی تو مجھے چھوڑ کر لندن نہیں جاتے۔

www.ksars.org

میں بھی اب اپنے اس عمل کو غلطی سمجھنے لگا ہوں۔ اختر نے اظہار ندامت سے کہا۔ لیکن اب تمہارے حسن کے نور نے میرے اندر کی دنیا میں ہلچل برپا کر دی ہے۔

خدا خود حسین و جمیل ہے............ساوتری نے اس کی بات کاٹی............ حسن کو پسند کرتا ہے۔ چاہتا ہے اور تخلیق کرتا ہے یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے تمہارے مزاج میں حسن کی پسندیدگی کی شمع روشن کر دی ہے۔

میں تمہیں صرف پسند نہیں کرتا ہوں............بلکہ پیار بھی کرتا ہوں۔ اختر نے اپنی بات کی وضاحت کی............وہ سمجھ رہا تھا کہ ساوتری اس کی بات سمجھ نہیں پا رہی ہے۔

یہ تو بڑی ہی اچھی بات ہے............ساوتری نے خوشی سے جواب دیا۔ اگر تمہیں مجھ سے پیار ہے۔ محبت ہے تو پھر آئو مجھ جیسے بن جائو۔

کیا مطلب............اختر نے پوچھا۔

محبت ایک معرفت ہے۔ ساوتری نے اسے سمجھایا۔ اگر تمہیں مجھ سے پیار ہے، تم مجھے چاہتے ہو تو محبت کے رموز سے بھی آگاہ ہو جائو کہ وہ اللہ کی سب سے اعلیٰ و ارفع صفت ہے۔ پھر والہانہ انداز سے بولی۔

محبت چاند کی کرن ہے جس سے اللہ انسانوں کے جذبات کو ابھارتا ہے۔

محبت ایک تجسس ہے۔ جس سے انسان تلاش و جستجو میں سرگرداں رہتا ہے۔

محبت بشری کمزوری بھی ہے جو آدم کو ورثہ میں ملی ہے۔

محبت، وہ راستہ ہے جو بندہ کو خدا تک پہنچا دیتا ہے۔

www.ksars.org

اب اگر........... اس نے سنبھل کر کہا۔ واقعی تمہارے دل میں "محبت" پیدا ہو چکی ہے تو سمجھو عشق الٰہی کی راہیں تمہاری منتظر ہیں۔ آگے بڑھو اور محبت کی راہیں طے کرتے ہوئے "عشق الٰہی" کی منزل میں داخل ہو جائو جہاں محبت اور محبوب دونوں ہی باہم مل جاتے ہیں۔ جہاں حسن اور عشق دونوں ہی فنا ہو جاتے ہیں۔

ہو نہہ........... اختر نے اس کی بات سمجھ کر ایک گہری سانس لی اور سوچ کر بولا........... میں تم سے "عشق طریقت" کے بارے میں نہیں "عشق مجازی" کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ میں نے تمہیں دیکھا........... تمہارے حسن نے میرے دل میں عشق کی آگ بھڑکا دی........... اور تمہیں شریک حیات بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

تم........... کون ہوتے ہو فیصلہ کرنے والے........... ساوتری نے تمکنت سے کہا........... فیصلہ کرنے کا حق صرف اس قادر مطلق کو ہے جو حیات و موت کا بانی ہے اور اس نے فیصلہ کر دیا ہے۔

اس کی بات سن کر اختر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا........... ساوتری نے اپنی پوری بات کی۔ اس نے مجھے حسن عطا کیا ہے اور حسن مظاہر قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔ میں اس لئے حسین ہوں کہ لوگ حسن عطا کرنے والے کا شکر ادا کریں۔ مجھے حسن اس لئے دیا گیا ہے کہ لوگ ذات الٰہی کی صفت کے معترف ہو جائیں۔ پھر اس نے ناگواری سے کہا۔ میرا حسن لوگوں کی ہوس نفس کی تسکین دینے کے لئے نہیں ہے۔

تم........... میرے پیار کو........... میری محبت کو........... میرے خلوص کو ٹھکرا رہی ہو........... اختر نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

نہیں........... میں تمہیں "حسن و عشق" کی حقیقت سمجھا رہی ہوں........... ساوتری نے ٹھنڈے لہجہ میں کہا........... اس کائنات میں ہر طرف قدرت کا ایسا حسن بکھرا ہوا ہے جسے صرف باطنی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

www.ksars.org

اختر نے سوچا............ساوتری "تصوف" کی زبان میں بات کر رہی ہے ممکن ہے اس نے تھوڑی بہت روحانی تعلیم حاصل کر لی ہو۔ اس خیال کے آتے ہی اس کے شعور کے کسی گوشہ میں چھپی ہوئی "مادیت" بیدار ہو گئی اور اس نے کسی قدر شکوہ آمیز لہجہ میں کہا اور جن لوگوں کے پاس باطنی نگاہ نہ ہو۔ کیا انہیں حسن سے لطف اندوز ہونے کا حق نہیں ہے۔

سب ہی لوگوں کے لئے اللہ نے حسین صورتیں بنائی ہیں۔ ساوتری نے قدرے مسکرا کر کہا۔

اور ان حسین صورتوں سے محبت کرنے کو بھی کہا ہے۔ اختر نے فوراً ہی کہا۔

مجھے اس سے انکار نہیں۔ ساوتری نے جواب دیا۔ لیکن یہ حسین صورتیں صرف طبعی تقاضے پورے کرنے کے لئے تخلیق نہیں کی گئیں۔

طبعی تقاضے............تم الفاظ کے پیچ و خم میں الجھا کر مجھے بہلانا چاہتی ہو۔ اخر نے جھنجھلا کر کہا۔

لیکن یاد رکھو............میں نے تم سے محبت کی ہے سچی محبت............

تمہاری محبت جھوٹی ہے............ساوتری نے بڑے ہی تحمل سے کہا............تمہاری چاہت فریب ہے۔ تمہارا پیار دھوکا ہے۔

اختر چند منٹ خاموش نظروں سے ساوتری کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ یہ کہتا ہوا............"میں پھر آئوں گا" گھر سے باہر نکل گیا۔

www.ksars.org

دوشیزہ قید میں

اختر نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جہاں روحانیت کو عاملوں سادھوئوں اور پنڈتوں کا شعبدہ سمجھا جاتا تھا یا پھر روحانیت کو رہبانیت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اس داستان کو پڑھنے والوں کو علم ہو گا کہ خان بہادر پیر حاضر شاہ کے بچپن کے دوست تھے۔ انہوں نے کبھی بھی انہیں ولی کامل نہیں سمجھا.........حالانکہ ان کی دعا کی بدولت اختر کی پیدائش ہوئی تھی.........اس کے بعد یکے بعد دیگرے ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے ان کی حقیقت عیاں ہوتی تھی۔ ممکن ہے انہوں نے ان واقعات سے کوئی تاثر لیا ہو۔ لیکن زبان سے کبھی بھی اظہار خیال نہیں کیا۔ اس میں شاید.........پیر حاضر شاہ کے ضبط نفس کو بھی دخل ہو۔ کیونکہ انہوں نے کبھی بھی خود کو ولی اللہ ظاہر نہیں کیا۔ ان پر تو ہر وقت جذب و مستی کی ایسی کیفیت طاری رہتی تھی جسے ہر کوئی آسانی سے پہچان بھی نہیں سکتا تھا اور وہ ایسی ہی کیفیت کے دوران ایسی باتیں کہہ جاتے تھے جنہیں دنیاوالے نہیں سمجھ پاتے تھے.........اور ان کا مذاق اڑاتے تھے.........علم معرفت کے اس استاد نے جس خاموشی سے زندگی گزاری تھی وہ موجودہ زمانے کے درویش صفت مشائخ سے قطعی مختلف تھی۔ "قدرت کی بھی عجیب کرشمہ سازی ہے۔"

ان ہی پیر حاضر شاہ کی دعا سے دیوان موتی رام کے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی تھی جو کہ حسن میں یکتا اور معرفت الٰہی کے رازوں سے آگاہ تھی جبکہ ان ہی کی دعا سے خان بہادر کے گھر پیدا ہونے والا بیٹا اختر اولیاء اللہ کسی حد تک مخالف تھا لندن میں قیام کے دوران اس کے ذہن میں مادہ پرستی کے گرد و غبار کی تہہ جم گئی تھی۔

www.ksars.org

مغربی ممالک میں مذہب کو عبادت خانوں تک محدود کر دیا گیا ہے اور انسان کو معاشرہ میں ہر طرح کی آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دیا گیا ہے اگر وہاں.........روحانیت کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی یا ہیلنگ ہے۔

درحقیقت روحانیت کی بنیاد ارتکاز توجہ ہے.........مراقبہ.........کشف اور اعتکاف وغیرہ اس کے بنیادی اصول ہیں لیکن ان لوگوں نے روحانیت کی اس بنیاد کی بھی ایک حد مقرر کر دی ہے اور باقی سب لوگ مظاہر قدرت کی مادی توجیہہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں۔

اختر نے لندن میں قیام کے دوران پانچ سال میں جو پڑھا جو دیکھا وہ اس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ اسے مادہ پرست تو نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن وہ روحانیت کا بھی قائل نہیں تھا۔ اس وقت ساوتری کی باتوں نے اسے عجیب ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ کسی حسین لڑکی نے اس کے پیار کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حسن کا ہر کوئی پرستار ہوتا ہے.........اور.........یہ حسن ہی ہے جو انسان کی پسند کو "پیار" میں بدل دیتا ہے لیکن ساوتری نے اپنے اور اس کے پیار کی جو توجیہہ پیش کی تھی.........اسے اختر کا دماغ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

ساوتری کے خلاف اس کے دل میں نفرت یا انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ایسا جذبہ بیدار ہو گیا جس نے اسے ہر حال میں ساوتری کو حاصل کر لینے پر ابھارنا شروع کر دیا۔

ساوتری سے گفتگو کے دوران اسے اس بات کا احساس ہو چلا تھا کہ وہ روحانیت میں کچھ سوجھ بوجھ رکھتی ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ کی دیوانی بھی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ساوتری کو خلوص دل سے قائل کیا جائے تو وہ اس کے پیار کو قبول کر لے گی کیونکہ وہ یہ ہی سمجھتا تھا کہ یہ سب ڈھونگ ہے اور ساوتری اس طریقہ سے دنیا سے اپنے بچپن کی ناکامیوں اور محرومیوں کا بدلہ لے رہی ہے۔ اس کی مجذوبانہ روش اور دیوانہ پن صرف اس وجہ سے بھی ہے کہ میں نے اس سے پہلے اسے کبھی لفٹ نہیں دی۔

"کتنا غلط خیال تھا اس کا۔"

www.ksars.org

پھر اس نے.........اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا.........اور وہ منصوبہ تھا روحانیت کی تردید کرنا مافوق الفطرت واقعات کی تکذیب کرنا۔

جب کسی کے سینہ میں آتش عشق بھڑک اٹھتی ہے تو اس کا ذہنی سکون تہہ وبالا ہو جاتا ہے جب تک وہ اپنے محبوب کو دیکھ نہ لے چین و سکون نہیں ملتا۔ یہی حال اختر کا تھا.........وہ دوسرے دن صبح کے وقت پیر حاضر شاہ کے گھر پہنچ گیا جہاں ساوتری نے رہائش اختیار کر رکھی تھی۔

اس وقت ساوتری بیری کے درخت سے دور ہٹ کر آلتی پالتی مارے ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم نے ذرا سی بھی حرکت نہیں کی تھی.........وہ بیری کے درخت کو بڑے ہی غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں جھپک نہیں رہی تھیں۔

وہ جلوہ الٰہی کو دیکھنے میں محو تھی.........اسے بیری کے درخت کی ہر شاخ اور پتہ میں اللہ لکھا ہوا نظر آرہا تھا۔ یہ وہ نور تھا.........جسے مومن کی باطنی نگاہ ہی دیکھ سکتی ہے وہ عالم جذب میں بڑبڑا رہی تھی۔

اے.........میرے دل میں بسنے والی آنکھوں سے دور رہنے والی ہستی.........مجھے خود سے بیگانہ بنانے والی ہستی۔

"تو کون ہے؟"

کیا تو کسی حور کا نور ہے؟

کیا تو کسی فرشتہ کا سایہ ہے؟ جو میری بصیرت کو بہکا کر مجھے مالک حقیقی سے دور کر دینا چاہتا ہے جو مجھے عقل و ہوش سے بیگانہ کر کے دیوانی کہلوانا چاہتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ میں فضائی ذرات کی چمک کو نور الٰہی سمجھ رہی ہوں۔

www.ksars.org

کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سب بھان متی کے وسوسے ہوں جو حقائق کو چھپا کر میری عقل و خرد کو بہکانا چاہتے ہیں۔ میں............ میں............ کیا ہوں؟ یہ عقل و خرد یہ وسوسے کیا ہیں؟............ یہ بھی تو تُو ہی ہے............ اور جب تُو ہی تُو ہے تو پھر میں کیا ہوں اور میں بھی تُو ہوں۔ تُو مجھ میں ہے............ اور............ اور میں تجھ میں ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ اختر جو کہ دیر سے کھڑا اس کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا ایک دم گھبرا گیا............ ساوتری کا یہ روپ اس کی سمجھ سے باہر تھا............ اس نے سوچا کہیں وہ واقعی دیوانی تو نہیں ہے۔ ابھی وہ اس ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا............ کہ اچانک اس نے اپنے ایک اڈھیر عمر چچازاد بھائی کو دیکھا۔ وہ ایک بیس بائیس سالہ دوشیزہ کو زنجیروں سے جکڑے ہوئے محلہ کے چند نوجوانوں کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔

اختر کے ان چچازاد بھائی سے کبھی بھی خان بہادر کے گھر والوں کے تعلقات نہیں رہے............ اور نہ ہی کبھی کسی دوسرے رشتہ دار نے انہیں منہ لگایا............ تمام رشتہ داروں کا کہنا تھا کہ وہ طوائف کی اولاد ہیں اس لئے قابل نفرت اور باعث ہتک ہیں۔ اختر نے بھی کبھی ان کی طرف توجہ نہیں دی اور نہ ہی اسے توجہ دینے کی ضرورت تھی لیکن اس وقت انہیں دیکھ کر وہ بھی حیرت زدہ سا رہ گیا۔ خاص کر وہ دوشیزہ اس کی توجہ کا مرکز تھی جسے لوگ زنجیروں سے باندھ کر لائے تھے۔ اس کے چہرہ، بال اور پورے لباس پر مٹی کی ہلکی سی تہہ جمی ہوئی تھی اور لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے وہ کسی سے کشتی لڑتی رہی ہو۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی اس نے نوجوانوں کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی زنجیر کو پوری قوت سے جھٹکا دیا اور چلائی............ چھوڑو مجھے............ چھوڑو مجھے۔ میں سلامو کے پاس جاؤں گی۔ سلامو میرا ہے۔

اس کی آواز سن کر دیوانی استغراق سے اس طرح چونکی جیسے خواب سے بیدار ہوئی ہو۔ لوگ دوشیزہ کو کھینچتے ہوئے دیوانی کے قریب لے آئے............ ادھیڑ عمر کے شخص نے جس کے چہرہ سے بیماری اور نقاہت صاف ظاہر ہو رہی تھی آگے بڑھ کر نہایت ہی غمزدہ لہجہ میں کہا۔

www.ksars.org

ساوتری.................یہ میری اکلوتی بہن ہے..........اسے بچالے۔ اسے اس مصیبت سے چھٹکارہ دلا دے۔

کیا ہوا اسے ؟..........ساوتری نے کھوئے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔ جیسے وہ ابھی تک ماحول سے بے گانہ ہو۔

نجانے کیا ہو گیا ہے اسے..........ایک مہینہ سے اس ہی طرح کی حرکتیں کر رہی ہے..........ادھیڑ عمر شخص نے بتایا..........اسے نہ تو کھانے پینے کا ہوش ہے اور نہ ہی تن بدن کا۔ بس ہر وقت سلامو سلامو کی رٹ لگائے رہتی ہے اور جب بھی موقع ملتا ہے گھر سے نکل کر بھاگتی ہے..........پھر وہ نہایت ہی عاجزی سے بولا..........بیماری نے مجھے لاغر کر دیا ہے اب یہ مجھ سے نہیں سنبھالی جاتی۔

ادھیڑ عمر شخص کے خاموش ہوتے ہی ساوتری دیوانی نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت اٹھائی۔

اس پر پھونکا..........اور زنجیر پکڑے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہوئی..........اسے چھوڑ دو۔

لوگوں نے فوراً ہی زنجیر کے سرے چھوڑ دیئے..........دوشیزہ نے آزاد ہوتے ہی تیزی سے مڑ کر دروازہ کی جانب زقند لگائی۔

کہاں جاتی ہے ؟..........ساوتری نے نہایت ہی رعب سے پوچھا۔

دوشیزہ نے ایک لمحہ کے لئے رک کر جواب دیا..........اپنے سلامو کے پاس۔

ٹھہر جا۔ تیرا سلامو یہیں آ جائے گا..........ساوتری دیوانی نے کہا۔

اری جا۔ تو کیا بلائے گی..........دوشیزہ نے منہ چڑا کر جواب دیا۔ اور دروازہ کی طرف دوڑ لگا دی۔

www.ksars.org

اس ہی لمحہ دیوانی نے اپنی انگشت شہادت کو اوپر سے نیچے کی جانب حرکت دی اور پھر یوں معلوم ہوا جیسے زمین نے دوشیزہ کے پاؤں پکڑ لئے ہوں۔

چھوڑ دے مجھے جانے دے............دوشیزہ نے اس کی طرف مڑ کر کرخت آواز میں کہا۔

ساوتری دیوانی نے کوئی جواب دینے کی بجائے انگشت شہادت کو دوبارہ اٹھایا اور دوشیزہ کو اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا............دوشیزہ ساوتری دیوانی کی طرف دیکھے بغیر اس طرح الٹے پاؤں چلتی ہوئی آئی جیسے اسے کوئی آگے سے دھکیل رہا ہو............پھر وہ دیوانی سے چند قدم پر رک گئی اور اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ کیوں مجھے تنگ کرتی ہے۔

تو کیوں اسے تنگ کرتا ہے............ساوتری دیوانی نے برجستہ پوچھا۔ لیکن اس کا لہجہ نہایت ہی نرم تھا۔

مجھے اس سے پیار ہے............دوشیزہ نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا............مجھے یہ اچھی لگتی ہے۔

لیکن تو جانتا ہے یہ انسان ہے............ساوتری نے سرزنش کے لہجہ میں کہا۔

جب ہی تو یہ مجھے اچھی لگتی ہے............دوشیزہ نے قدرے تمسخر سے جواب دیا۔

آگ اور پانی کا میل نہیں ہو سکتا............ساوتری نے تنبیہہ کی............اسے چھوڑ دے۔

میں اسے نہیں چھوڑ سکتا............مجھے اس پر قدرت حاصل ہے............دوشیزہ نے سپاٹ لہجہ میں جواب دیا۔

قدرت کے بچے............ساوتری نے ڈانٹا............یہ اشرف المخلوقات ہے۔

www.ksars.org

لیکن اس وقت میرے بس میں ہے...........دوشیزہ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

یہ بھی اس کی برتری ہے کہ تجھے برداشت کئے ہوئے ہے...........ساوتری نے سمجھایا...........کوئی اور ہوتا تو تجھے ختم کر چکا ہوتا۔

کسی میں اتنی طاقت ہے کہ مجھ سے آنکھ ملائے...........دوشیزہ نے اکڑ کر کہا۔

سلامو...........ساوتری نے غصہ سے ڈانٹا...........تو نہیں جانتا کیا کہہ رہا ہے۔

میں ہر بات سوچ سمجھ کر کہتا ہوں...........دوشیزہ نے اس ہی طرح اکڑ کر جواب دیا۔

چلا جا...........چلا جا سلامو...........ساوتری نے ٹھنڈے لہجہ میں ایک بار پھر سمجھایا۔ ورنہ تیرا حشر بہت برا کرونگی۔

اری جا...........یہ دھمکی کسی اور کو دینا...........دوشیزہ نے غرور سے جواب دیا۔

تو مجھے جانتا ہے...........ساوتری نے نرم لہجہ سے پوچھا۔

خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں...........دوشیزہ نے مذاق اڑاتے ہوئے ہنس کر کہا...........تو دیوانی ہے۔ دیوانی۔

تو پھر...........مجھ دیوانی سے آنکھ ملا کر بات کر...........ساوتری نے تمکنت سے کہا۔

لے۔ دوشیزہ نے بھی اس ہی طرح جواب دیا۔ اور تیزی سے اس کی طرف گھوم کر بولی...........تجھ سے کوئی ڈرتا ہوں کیا...........اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھیں ساوتری کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

ساوتری نے ایک دوبار اپنی آنکھوں کو جھپکایا اور پھر کچھ زیر لب پڑھنے لگی۔

www.ksars.org

ارے۔ یہ تو مجھے بھی آتا ہے..........دوشیزہ نے ہنس کر کہا۔ اور زور زور سے درود شریف پڑھنے لگی۔

ساوتری نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور ایک آیت خاموشی سے پڑھنے لگی..........اس ہی آیت کو دوشیزہ پھر زور زور سے پڑھنے لگی..........پھر..........پھر..........ساوتری جیسے ہی کوئی آیت شروع کرتی۔ دوشیزہ بھی وہی آیت پڑھنے لگتی..........اس صورتحال سے وہاں پر موجود تمام لوگ خوفزدہ اور پریشان ہونے لگے..........ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ بلا کس طرح ٹلے گی۔ اس مصیبت سے کیوں کر چھٹکارہ حاصل ہو سکے گا۔

کچھ دیر بعد ساوتری نے اچانک آیات ربانی کی تلاوت ختم کر دی۔ اور گردن جھکا کر نگاہیں اپنے سینہ پر جمادیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مراقبہ میں چلی گئی ہے یا پھر تصور شیخ میں گم ہو گئی ہے۔

پڑھ۔ دیوانی پڑھ..........دوشیزہ نے اسے خاموش دیکھ کر بھرپور طنز کیا..........میں بھی اس ہی استاد کا شاگرد ہوں جس سے تو نے قرآن پڑھا ہے۔

ساوتری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس ہی طرح خاموشی سے گردن جھکائے سینہ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ دھک دھک کرتے دل کا زیر و بم سینہ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر دل کی یہ دھڑکن تیز ہوتی چلی گئی..........اس کے ذہن پر یہ آواز چھانے لگی..........اور پھر..........اس کے حواس ظاہری نے نقاب الٹنی شروع کر دی..........وہ اپنے وجود ظاہری کو بھول کر وجود معنوی میں گم ہو گئی۔ اس کے سامنے اسرار کی باریکیاں منکشف ہونے لگیں..........اسے اپنے سینہ میں گوشت پوست کے بجائے ایک نقرئی گھنٹی دکھائی دی۔ جس سے ہر جانب نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں لیکن نہیں وہ شعاعیں نہیں تھیں بلکہ وہ تو سوتی آہنگ تھے جن سے دھک..........د..........ھ..........ک..........کے بجائے ح..........ق..........ح..........ق..........ح..........ق..........کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ وحدت الوجود کی اس آگاہی کے ساتھ ہی اس کے سینہ میں آتش عشق بھڑک اٹھی۔ یہ ایسی تپش تھی جس نے اس کی روح کو گرما دیا۔ یہ نور تھا..........عشق کا..........یہ روشنی تھی..........حقیقت کی..........جس کے سامنے

www.ksars.org

کائنات کی کوئی بھی شئے، کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنی گردن کو اوپر اٹھایا۔ اور دوشیزہ کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ دوشیزہ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر ایک دم غصہ سے بولی............دیوانی ہوئی ہے کیا؟ جو پاگلوں کی طرح ہنس رہی ہے۔

ہاں............میں دیوانی ہوں............ساوتری نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ پھر دوسرے ہی لمحہ سنجیدگی سے بولی............تو کیا ہے؟ تیری حیثیت کیا ہے؟

میں تجھے اپنی حیثیت بتا چکا ہوں............دوشیزہ نے اکڑ کر جواب دیا۔

کچھ نہیں............کچھ نہیں............ساوتری نے سر ہلا کر کہا............تو کچھ بھی نہیں ہے............پھر وہ نہایت ہی جلالی انداز میں بولی۔ جو میں ہوں وہ تو نہیں ہو سکتا............چلا جا............چلا جا............ورنہ خاک کر دوں گی۔

ارے میں تو خود آگ ہوں............دوشیزہ نے ہنس کر مذاق اڑاتے ہوئے کہا............تو مجھے کیسے جلائے گی؟

اپنے اندر کی روشنی سے بھسم کر دوں گی............ساوتری نے نہایت ہی جلال میں زمین پر ہاتھ مار کر کہا............عشق طریقت کی چنگاری سے پھونک ڈالوں گی۔ لے دیکھ............اس کے ساتھ ہی ساوتری نے بیری کے درخت کی طرف منہ کر کے ہلکے سے پھونک ماری............اس کے منہ سے آگ کا ایک شعلہ سا لپکا۔ جس نے فوراً ہی درخت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

دوشیزہ کے ساتھ آئے ہوئے لوگ فوراً ہی خوفزدہ ہو کر صحن کے دروازہ کی طرف لپکے۔ ان میں اختر بھی شامل تھا پھر وہ سب کے سب دروازہ کے قریب پہنچ کر رک گئے............ان کی نگاہیں ساوتری دیوانی اور دوشیزہ پر لگی ہوئی تھیں۔ جن سے چند قدم کے فاصلہ پر بیری کا درخت مشعل کی مانند جل رہا تھا۔

www.ksars.org

بول..........کیا کہتا ہے جاتا ہے یا تیرا بھی یہی حشر کروں..........ساوتری نے اسے بڑے ہی پیار بھرے لہجہ میں پوچھا۔

بڑی آگ ہے تیرے سینہ میں...........دوشیزہ نے دانت چبا کر کہا..........اس آگ کو اس سے کیوں نہیں ٹھنڈا کرلیتی..........دوشیزہ نے آخری جملہ اختر کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

خاموش..........بکواس بند کر..........ساوتری نے غصے سے چیخ کر کہا۔

دوشیزہ کے ان الفاظ سے وہ مشتعل ہوگئی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتی..........اندر کوٹھری سے ایک عمر رسیدہ شخص بدحواسی کے عالم میں نمودار ہوا۔ ساوتری نے آہٹ پاتے ہی اس کی طرف دیکھا اور احتراماً کھڑی ہوگئی۔ وہ ضعیف العمر شخص جس کی کمر جھکی ہوئی تھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قریب آیا..........اس کے قریب آتے ہی دوشیزہ نے نہایت ہی غصہ کی نظروں سے دیکھا۔

حضور آپ نے کیوں تکلیف کی..........ساوتری نے نہایت ہی ادب سے پوچھا۔

یہ میرا بیٹا ہے..........اس شخص نے نہایت ہی آہستگی سے کہا۔

آپ کا بیٹا..........ساوتری نے حیرانگی سے کہا..........پھر گہری سانس لے کر بولی۔ جب ہی تو میں سوچ رہی تھی یہ مسلمان کہاں سے پیدا ہوگیا۔

یہ گستاخ ہو گیا ہے..........بوڑھے شخص نے اپنی جھکی ہوئی کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا..........میں..........اسے کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ انسانوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا..........اچھا نہیں..........لیکن یہ سمجھتا ہی نہیں..........اس ضعیف العمر شخص کی زبان سے الفاظ بمشکل تمام نکل رہے تھے۔

www.ksars.org

اچھا ہوا۔ جو آپ آ گئے............ساوتری نے خوش دلی سے کہا۔ اس ہی بہانہ آپ کی زیارت تو نصیب ہوئی کیونکہ آپ اپنی نسل کے ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فخر کائنات رحمت اللعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

ہاں............یہ میری خوش قسمتی ہے............ضعیف العمر شخص نے جواب دیا............بلکہ کچھ عرصہ............حضور ﷺ کی غلامی کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔

ہائے............ہائے............قربان جائوں اس غلامی کے میں............ساوتری نے والہانہ جذبہ محبت سے سرشار ہو کر کہا............پھر گڑگڑا کر بولی............خدا کا واسطہ۔ کچھ تو میرے آقا ﷺ کا حال بتائے۔

حال............ضعیف العمر نے لفظ دہرایا۔ کیا پوچھتی ہو۔ میرے آقا ﷺ کے حال کا میرے آقا ﷺ............رات رات بھر حق تعالیٰ کے حضور میں کھڑے رہتے تھے حتیٰ کہ کے پائوں پر ورم آ جاتا تھا۔

میرے آقا ﷺ............نے کبھی بھی عمر شریف میں تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

میرے آقا ﷺ............نے فاقہ کشی کے دوران پیٹ پر پتھر باندھے۔

میرے آقا ﷺ............نے بوسیدہ لباس میں پیوند لگا کر پہنے۔ اپنا وطن چھوڑا دکھ سکھ میں راضی برضا رہے۔

اتنا سن کر ساوتری عالم بے خودی میں درود شریف پڑھنے لگی۔ ضعیف العمر شخص زمین پر بیٹھی ہوئی دوشیزہ کی طرف متوجہ ہوا۔ نہایت ہی کرخت لہجہ میں بولا۔ اے نالائق تجھے بار بار سمجھا رہا ہوں کہ مسلمانوں سے دور رہا کر............یہ اپنے ہی نبی ﷺ کے امتی ہیں اور انسان ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔

www.ksars.org

تو میں کیا کروں.........دوشیزہ نے ضعیف العمر شخص کی بات کاٹ کر ناگواری سے کہا۔

یہ خاک کے پتلے ہیں..........ضعیف العمر شخص نے تنبیہہ سے کہا اور خاک فرش کی چادر ہے۔
خاک کی صفت ہے کہ پانی پر ڈالو تو اسے خشک کر دے.........آگ پر ڈال دو تو اسے ٹھنڈا کر دے۔ سمجھا۔

دوشیزہ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ اجنبی نظروں سے ضعیف العمر شخص کو دیکھنے لگی۔

ضعیف العمر شخص نے ایک لمحہ کے لئے توقف کیا اور پھر سمجھاتے ہوئے بولے..........تو ساوتری کو بچپن سے جانتا ہے اس کے ساتھ تو نے قرآن پڑھا ہے۔

وا سے دیوانی سمجھتا ہے..........لیکن تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دربار میں اس کے رتبہ کا علم نہیں پھر وہ ایک دم خاموش ہو گئے جیسے انہیں یہ بات نہیں کہنا چاہئے تھی۔

دوسرے ہی لمحہ انہوں نے کہا..........اچھا چل اٹھ..........اور اس کے ساتھ ہی دوشیزہ ایک جانب کو بے ہوش ہو کر لڑھک گئی۔ پھر وہ ضعیف العمر شخص اپنی جھکی ہوئی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے واپس کوٹھری میں چلے گئے..........دوشیزہ کے ساتھ آئے ہوئے لوگ فوراً اس کی طرف دوڑے۔ اس کے ادھیڑ عمر بھائی نے آگے بڑھ کر گود میں سر رکھ لیا..........اور منہ پر پانی کے چھینٹے مارے..........کچھ دیر بعد..........دوشیزہ کو ہوش آ گیا..........اس نے اجنبی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پریشانی سے بولی۔ ''بھیا میں کہاں ہوں؟''

بھائی نے فرط محبت سے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا..........گھبراؤ نہیں میری بہن۔ گھبراؤ نہیں۔

لے جاؤ اسے..........اب یہ ٹھیک ہے..........ساوتری اس کے بھائی سے مخاطب ہوئی اور پھر اطمینان سے وہ بھی اپنی کوٹھری میں چلی گئی۔ دوشیزہ سے نقاہت کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا..........اب وہ پوری طرح سے اپنے ہوش و حواس میں تھی اور اجنبی لوگوں کو اپنے اطراف دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوئی جا رہی تھی۔ اس

www.ksars.org

کے بھائی نے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کا خلوص دل سے شکریہ ادا کیا اور ان سے نہایت ہی عاجزی سے درخواست کی کہ وہ چلے جائیں تاکہ وہ اپنی بہن کو لے کر گھر جائے۔ لوگ ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ اختر ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ باہر جائے یا ساوتری کے پاس کوٹھری میں جائے اور اس سے بات کرے کہ اچانک دوشیزہ کے بھائی کی آواز سنائی دی۔ اختر کیا تم میری بہن کو گھر پہنچانے میں میری مدد نہیں کروگے۔

جی چلئے............ اختر نے بغیر کسی تردد کے کہا............ پھر اس نے آگے بڑھ کر دوشیزہ کے جسم کے گرد لپٹی ہوئی زنجیر کو کھولنا شروع کر دیا۔ دوشیزہ کے سیمیں بدن سے جونہی ہاتھ چھوتا۔ جسم میں کرنٹ سا دوڑ جاتا۔ پھر جب اس کے جسم کو زنجیر سے آزاد کر دیا گیا تو ایک بازو اس کے بھائی نے خود پکڑ لیا اور دوسرا بازو اختر کو پکڑنے کا اشارہ کیا۔ اختر پہلے تو ہچکچایا لیکن جب دوشیزہ کے بھائی نے یہ کہتے ہوئے اصرار کیا کہ تم کوئی غیر تو ہو نہیں اپنے ہی ہو۔ تو اس نے دوشیزہ کا بازو تھام لیا اور پھر وہ دونوں ہی اسے لے کر ساوتری کے گھر سے باہر آ گئے۔

دروازہ کے باہر دو تین سیڑھیاں اتارنے کے بعد اختر نے دوشیزہ کا بازو چھوڑ دیا............ دوشیزہ کا بھائی چاہتا تھا کہ اختر گھر تک چلے لیکن اختر نے معذرت کر لی............ وہ اس خوف سے نہیں جانا چاہتا تھا کہ اگر رشتہ داروں میں سے کسی نے دیکھ لیا۔ تو کیا جواب دے گا ان دونوں بہن بھائیوں کو رخصت کرنے کے بعد............ وہ پھر واپس اندر آیا............ وہ ساوتری سے موجودہ حالات اور اپنے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔

www.ksars.org

قرآن میں تفکر

اختر جب دوبارہ گھر میں داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا............بیری کا درخت پہلے ہی کی طرح ہرا بھرا اور ترو تازہ کھڑا ہے۔ اب نہ تو اس کی شاخیں جل رہی تھیں اور نہ ہی پتے سلگ رہے تھے۔

اس نے دو تین بار پلکیں جھپکا کر درخت کو گھورا۔ اور پھر اس کے چہرہ پر طنز سے بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا کہ یہ سب شعبدہ بازی ہے پھر وہ اندر کی جانب بنی ہوئی دو کوٹھریوں میں سے اس کوٹھری میں داخل ہوا جس میں ساوتری کی موجودگی متوقع تھی۔

کمرہ کے اندر ساوتری ایک اونچے سے تخت پر دروازہ کی جانب منہ کئے کروٹ سے لیٹی تھی۔ لکڑی کا یہ تخت نہایت ہی خوشنما تھا اس پر ریشم کا نہایت دیدہ زیب قالین بچھا ہوا تھا............اختر کو دیکھتے ہی اس کے چہرہ پر نہایت ہی معنی خیز مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے کہا............تم............تم پھر آ گئے۔

ہاں............اختر نے مختصر سا جواب دیا۔ اور پریشان نظروں سے کمرہ کا جائزہ لینے لگا............وہ حیران تھا کہ کمرہ میں سوائے اس تخت کے کچھ اور نہیں تھا اور یہ تخت بھی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ کیا دیکھ رہے ہو............ساوتری نے تخت پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

کچھ نہیں............کچھ نہیں............اختر نے اپنی پریشانی کو چھپاتے ہوئے جواب دیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ میں تم سے فیصلہ کن بات کرنے آیا ہوں۔

تم مجھ سے پیار کرتے ہو............ساوتری نے اپنی غزالی پلکوں کو قدرے جھکا کر پوچھا۔

اختر نے اقرار کے انداز میں سر ہلا دیا۔

www.ksars.org

کیوں پیار کرتے ہو مجھ سے............ساوتری نے بڑے ہی بھولے پن سے پوچھا۔ پھر خود ہی مسکرا کر بولی............اس لئے کہ میں حسین ہوں............لیکن............اس نے سنجیدگی سے کہا............مجھے تمہارے اوپر رحم آتا ہے ایک مورتی سے محبت کرتے ہو............

ساوتری............مجھے سمجھانے کی کوشش مت کرو............اختر نے ناگواری سے کہا۔

کاش! تم میری بات سمجھ لو............ساوتری نے ٹھنڈے لہجہ میں کہا............اور میرے حسن کے دیوانے ہونے کی بجائے مصور کے متوالے بن جائو۔ پھر وہ تخت پر پہلو بدل کر بولی............تم فانی حسن کا حشر دیکھ چکے ہو۔

تم اس دوشیزہ کی بات کر رہی ہو؟............اختر نے پوچھا۔

ہاں وہ بھی حسین تھی............ساوتری نے مسکرا کر سمجھایا............اتنی حسین کہ ایک جن اس کا پرستار بن گیا۔ اور اگر............اس نے ایک لمحہ توقف کے بعد کہا............وہ محترم ضعیف العمر صحابی جن نہ آجاتے تو میں اسے جلا کر خاک کر دیتی۔

جن............اختر نے قدرے اچھنبے سے کہا............اور وہ بھی صحابی جن............اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

کیا تمہیں جنات پر یقین نہیں ہے............ساوتری نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نہیں............یہ سب بکواس ہے............اختر نے سپاٹ لہجہ میں کہا۔ یہ سب شعبدہ بازی ہے۔

تم نہیں سمجھ سکتے............نہیں سمجھ سکتے............ساوتری نے اپنی نورانی پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔

مجھے کچھ سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے............اختر نے تیز و ترش لہجہ میں کہا۔ میں تم سے صرف اپنی محبت کا اپنے پیار کا جواب چاہتا ہوں۔

www.ksars.org

میں تمہاری اس ہی بات کا، اس ہی خواہش کا جواب دے رہی ہوں............ساوتری نے نہایت سکون سے کہا............جن اللہ تعالیٰ کی ماورائی مخلوق ہے اور اس ہی مخلوق کے ایک فرد نے حسین صورت پر قبضہ کر کے اس سے تسکین حاصل کرنا چاہی۔ اسے بھی یہ نہیں معلوم ہے کہ یہاں ہر صورت فانی ہے............اگر اس کے والد محترم نہیں آجاتے تو............

تو تم اسے جلا کر ختم کر دیتیں............اختر نے بات کاٹ کر کہا۔

ہاں............میں اسے جلا کر بھسم کر دیتی............ساوتری رعب دار آواز سے کہا۔

دیکھو۔ ساوتری............اختر نے اسے پیار بھرے لہجے میں سمجھایا............تمہاری یہ بے سروپا باتیں مجھے قطعی متاثر نہیں کر سکتیں۔ عشق حقیقی، عشق طریقت، جنات یہ سب............

میں جھوٹ نہیں بولتی............ساوتری نے اس کی بات کاٹی............تمہیں میری بات پر اعتبار کرنا چاہیئے جہاں تک جنات کا تعلق ہے۔ قرآن پاک میں اس مخلوق کے بارے میں سورہ جن موجود ہے۔

تم نے قرآن پڑھا ہے............اختر نے چونک کر طنزیہ لہجہ میں پوچھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ ہندو لڑکی قرآن کو کیا جانے۔

میں نے نہ صرف پڑھا بلکہ سمجھا بھی ہے............ساوتری نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور میرے اللہ کا کرم ہے کہ میں پیدائشی مسلمان ہوں۔

پیدائشی مسلمان تو میں بھی ہوں............اختر نے سینہ پھلا کر کہا۔

نہیں۔ تم میں اور مجھ میں فرق ہے............ساوتری نے اس ہی طرح دلفریب مسکراہٹ سے کہا۔

اور وہ فرق یہ ہے............اختر نے طنز سے ہنس کر کہا تم ہندو ہو............اور میں مسلمان۔

www.ksars.org

نہیں............یہ بات نہیں............پھر اسے یاد دہانی کراتے ہوئے بولی۔ جب ہم دونوں بہت چھوٹے تھے تو میں تم سے اکثر اپنے خوابوں کا ذکر کیا کرتی تھی۔

مجھے یاد ہے............اختر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

انہیں خوابوں کی سچی تعبیر ہوں میں............ساوتری نے کہا۔ پھر ہنس کر بولی............تم تو میری کسی بات پر اعتبار نہیں کرتے ہو لیکن............اب میں ضروری سمجھتی ہوں کہ تمہیں اپنی حقیقت سے آگاہ کر دوں............پھر اس نے خلاء میں نظریں گاڑتے ہوئے کہا............میں ان خوابوں میں ایک نورانی ہیولیٰ دیکھا کرتی تھی............میں نے منشاء الٰہی کے مطابق ایک ہندو کے گھر میں جنم لیا۔ لیکن میری پرورش ایک مومن کی طرح ہوئی۔ میرے پیر و مرشد پیر حاضر شاہ تھے۔

پیر حاضر شاہ............اختر نے اس نام کو دہرایا............میرے باپ کا کہنا تھا کہ میں اور تم انہیں کی دعائوں کی بدولت پیدا ہوئے تھے۔

یہ بھی غلط ہے............ساوتری نے زور سے ہنس کر کہا............صرف میں ان کی دعا کا نتیجہ ہوں............رہے تم۔ تو تم تو اس کائنات میں موجود تھے صرف چند مادی رکاوٹیں تھیں جنہیں میرے پیر و مرشد نے دور کر دیا تھا۔

کیا مطلب............اختر نے قدرے حیرانگی سے پوچھا۔

برزخ میں میرا وجود نہیں تھا............ساوتری نے اس کی طرف دیکھ کر کہا............یہ میرے پیر و مرشد کی کرامت تھی کہ انہوں نے اللہ کے حضور التجا کی اور قدرت نے ان کی دعا قبول کر لی اور میں عدم سے وجود میں آ گئی۔

www.ksars.org

تم تو خدا جانے کیسی باتیں کر رہی ہو............اختر نے منہ بگاڑ کر کہا............میں نے تو لوگوں سے سنا ہے کہ پیر حاضر شاہ سنکی تھے۔

نہیں............ساوتری نے برجستہ کہا............وہ پیر کامل............ تکوین کے ایک کارندے تھے۔ ان کے مرتبے کو پہچاننا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

خیر۔ وہ جو کچھ بھی تھے............اختر نے بحث سے بچتے ہوئے کہا............مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم مسلمان ہو اور اس طرح اب ہم دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی۔

تمہارا یہ خیال غلط ہے............ساوتری نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا............میری پیدائش کا مقصد اللہ کے بندوں کی خدمت کرنا ہے اور میں خود کو وقف کر چکی ہوں۔

اگر تمہاری زندگی کا یہی مقصد ہے تو تم میرے ساتھ کیا بھلائی کر رہی ہو............اختر نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

میں تمہارے ساتھ بھلائی کر رہی ہوں............ساوتری نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔ میں اب تمہارے قابل نہیں ہوں۔ میں گوشت پوست کے جسمانی لباس میں تمہارے سامنے موجود ہوں لیکن............میری روح سفلی جذبات سے پاک ہے یہی وجہ ہے کہ میرا لباس بھی ان جذبات سے خالی ہے۔

یہ جھوٹ ہے تم مجھے دھوکا دے رہی ہو............اختر نے غصہ سے کہا۔ تم جوان ہو۔ تمہارے جذبات تمہارے ارمان ختم نہیں ہو سکتے۔

میرے حسن کی سحر انگیزی نے تمہارے شعور پر ہوس کا ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ تم خود غرض بن گئے ہو............ساوتری نے ضبط و تحمل سے کہا............

www.ksars.org

ساوتری...........اختر نے اسے سمجھانے والے لہجہ میں مخاطب کیا۔ اگر تم "راسپوٹین" کے حالات زندگی پڑھو گی تو معلوم ہو گا کہ وہ بھی روحانیت کا بادشاہ تھا...........لوگ اسے مسیحامانتے تھے لیکن اس کے جذبات ختم نہیں ہوئے۔

تم ٹھیک ہی کہتے ہو...........ساوتری نے اس کی تائید کی...........جسم کے بھی فطری تقاضے ہوتے ہیں اور جس طرح انسان اپنے لباس سے میل کو دور کرتا رہتا ہے۔ اس ہی طرح جسمانی تقاضوں کے میل کچیل کو بھی دور کیا جانا چاہئے۔ پھر بولی شاید تم کو معلوم ہو گا کہ اللہ نے انسان کو اپنی صفت "تخلیق" میں شامل کیا ہے اور اس میں وہ جوہر پوشیدہ کر دیا ہے جسے حیات کا سرچشمہ کہا جاتا ہے اس "جوہر حیات" کو بروئے کار لانے کی خاطر عورت اور مرد دونوں کے جذبات متلاطم رہتے ہیں اور سب سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اللہ نے جسم انسانی سے جوہر حیات کے اخراج کے وقت جو لطف رکھا ہے۔ وہ اس کائنات کے کسی بھی عمل میں نہیں ہے...........اتنا کہہ کر اس نے اپنی آنکھوں کو بند کر کے نہایت ہی لطیف انداز میں کہا...........وہ چند لمحے...........وہ چند ساعتیں۔ جو پلک جھپکتے میں گزر جاتی ہیں...........ایسا لطف دے جاتی ہیں کہ انسان تمام عمر اس لطف کو حاصل کرنے میں گزار دیتا ہے۔

جب تم عورت اور مرد کی اس فطرتی لذت سے آشنا ہو تو پھر اس لذت سے کیوں دور رہنا چاہتی ہو...........اختر نے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

کیونکہ اللہ نے ابھی تک مجھے اپنی صفت تخلیق میں شامل نہیں کیا ہے...........ساوتری نے بتایا بلکہ ابھی تک میں اس کی خلق میں شامل ہوں...........پھر اس نے نہایت ہی گہری سوچ سے کہا........... ممکن ہے وہ میرے جوہر حیات سے کچھ اور تخلیق چاہتا ہو۔

یہی بات راسپوٹین بھی کہا کرتا تھا...........اختر نے مضحکہ خیز لہجہ میں کہا۔ وہ جنسی لذت حاصل کرنے کی خاطر کہا کرتا تھا کہ تخلیق کرو...........کیونکہ خداوند کہتا ہے کہ میں نے تمہیں تخلیق کیا ہے۔

www.ksars.org

وہ۔ نفس پرست تھا..........ساوتری نے کہا..........لذت نفس کے لئے اس نے روحانیت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا..........وہ آج بھی انسانی معاشرہ کے لئے ننگ ناموس ہے۔ پھر یہ مثال ایسی تو نہیں جو ہر کسی پر صادق آتی ہو۔

کیا مطلب..........اختر نے پوچھا۔

جو لوگ مذہب کا لباس زیب تن کر کے "تصوف کی دنیا" بسا لیتے ہیں۔ ان کا مقابلہ دوسرے لوگوں سے نہیں کیا جا سکتا..........ساوتری نے پہلو بدل کر کہا کہ انسانی روح پاکیزگی کا مظہر ہے یہ دنیا اس کے لئے کھلی کتاب ہوتی ہے اور وہ جلوہ الٰہی دیکھنے میں کھویا رہتا ہے۔

یعنی اسے دنیا کا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے..........اختر نے ساوتری کا مذاق اڑایا۔

بالکل..........ساوتری نے کہا..........الٰہی جلوئوں کی لذت..........تمام لذتوں سے افضل ہے جس کی نظر کھل جاتی ہے اسے الٰہی جلوئوں کی لذت میں اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔

تو پھر یہ جتنے علماء ہیں۔ الٰہی جلوہ دیکھنے میں کیوں دلچسپی نہیں رکھتے۔ جبکہ یہ تم سے زیادہ دین کے بارے میں جانتے ہیں..........اختر نے کہا۔

پہلے اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ عالم کسے کہتے ہیں..........دین کیا ہے..........اور دین میں عالم کا کیا رتبہ ہے..........ساوتری نے سمجھانے والے انداز سے کہا..........دین در حقیقت معرفت الٰہی کا راستہ ہے اور عالم اس راستہ کا رہبر و رہنما ہوتا ہے۔ یہ راستہ ظاہری و باطنی دونوں طریقوں سے پیراستہ ہوتا ہے۔ وہ عالم جو باطنی راستہ سے آگاہ ہوتا ہے بغیر کسی دشواری کے "راہی" کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے جبکہ وہ عالم جو صرف ظاہری اعمال سے واقف ہوتا ہے۔ اس بے لگام گھوڑے کی مانند ہوتا ہے جو کہ معرفت الٰہی کے اطراف میں پھیلی ہوئی پگڈنڈیوں پر اس دھوکے میں بھاگ نکلتا ہے کہ شاید یہی راستہ اسے جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ لیکن وہ لوگ..........اس نے ہاتھ اٹھا

www.ksars.org

کر کہا۔ جو ظاہری اور باطنی دونوں راستوں سے آگاہ ہوتے ہیں............سچے عالم دین ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو الٰہی جلوہ سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔

ساوتری............اختر نے زچ ہو کر کہا............دین کی باتوں میں زیادہ نہ پڑو۔ دین نے انسانوں کو آپس میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر شخص اپنے دین کو سچا جان کر اس کی پیروی میں لگا ہوا ہے جبکہ ہر دین ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں رہ کر مادیت کا زہر تمہارے دماغ میں سرایت کر چکا ہے۔ ساوتری نے ہنس کر کہا۔ وہ دین کس کام کا جس میں صرف عبادت ہی کرنے کا حکم ہو............پھر اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا............اللہ عبادت کا محتاج نہیں............ان گنت فرشتے اور پوری کائنات اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔

تو پھر اللہ کس بات کا محتاج ہے؟............اختر نے بگڑ کر کہا............اللہ انسان سے کیا چاہتا ہے؟

اللہ نے یہ کائنات انسان ہی کے لئے بنائی ہے............ساوتری نے کہا۔ اور چاہتا ہے کہ انسان اس کی کائنات سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر اس کا شکر گزار بن جائے۔

تم۔ تم۔ یہ بات کس طرح کہہ سکتی ہو؟ اختر نے اکڑ کر پوچھا۔

یہ میں نہیں کہتی۔ ساوتری نے سنجیدگی سے کہا............قرآن کہتا ہے اور ہر مسلمان کا قرآن پر ایمان ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

اللہ کا کلام ہے............اختر نے چڑ کر کہا............اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

ہم تک جو بھی پہنچا ہے انسانی وسیلہ سے پہنچا ہے۔

www.ksars.org

یہ بات کہہ کر تم نے ان لوگوں کی ترجمانی کی ہے جو نبوت پر یقین نہیں رکھتے............ساوتری نے جواب دیا اور پھر اطمینان سے تخت پر بیٹھ کر بولی۔ جو لوگ کلام الٰہی پر یقین نہیں رکھتے اور منکر نبوت ہیں۔ اگر وہ ٹھنڈے دل سے تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات سب سے منفرد نظر آئے گی کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی پیغمبر گزرے ہیں کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کے اپنے نظریات ہیں۔ بلکہ یہی کہا کہ............وہ جو پیغام بھی دے رہا ہے............ حکم الٰہی ہے۔

لیکن............اس وقت کا معاشرہ اور تھا............اختر نے تنگ آ کر کہا۔ اس وقت کے معاشرے میں پیغمبروں کی ضرورت تھی۔ جبکہ آج کا انسان باشعور ہے وہ اچھے اور برے کی پہچان رکھتا ہے۔ اب کسی پیغام کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر کی۔

ہاں۔ اب کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے............ساوتری نے اس کی تائید کی............کیونکہ آخری نبی ﷺ کے ذریعے پیغام الٰہی کی تکمیل ہو چکی ہے۔

یہ غلط ہے............اختر نے جھنجھلا کر کہا............دین موجودہ دور کا ساتھ نہیں دے سکتا یہ دنیا کا انتہائی ترقی یافتہ دور ہے۔

تم............ساوتری نے انگلی سے اس کی جانب اشارہ کر کے کہا............اور وہ لوگ جو اس دنیا میں رہ کر دین سے فرار چاہتے ہیں۔ نام نہاد ترقی پسند کا لیبل لگا کر برملا یہ کہتے ہیں کہ اسلام جدید دور کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

یہ درست ہے............اختر نے برجستہ کہا............چودہ سو سال پہلے اسلام صرف عربوں کے بگڑے ہوئے معاشرہ کو سدھارنے کے لئے آیا تھا۔

افسوس............ساوتری نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا............تم ناعاقبت اندیش لوگ یہ نہیں سوچتے کہ ہم جس معاشرہ میں زندہ ہیں یہ تو چودہ سو سال پرانے معاشرہ سے زیادہ بدتر ہے۔

www.ksars.org

اس معاشرہ میں چند خرابیاں تو ہو سکتی ہیں..........اختر نے تذبذب سے کہا..........لیکن وہ اچھائیوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں..........اور اگر..........ہوتی بھی ہیں تو کیا انہیں اسلام کی مدد سے دور کیا جا سکتا ہے۔

بالکل دور کیا جا سکتا ہے..........ساوتری نے بڑے ہی اعتماد سے جواب دیا۔ لیکن لوگوں کی نظروں میں دین کی قدر و منزلت تو صرف اس حد تک ہے کہ اسلام محض روزہ..........نماز..........زکوٰۃ اور خیرات کی ادائیگی کا نام ہے۔ قرآن کو وہ ایسی کتاب سمجھتے ہیں جس میں ماضی کی نافرمان قوموں کے حالات اور ان کی تباہی کے تذکرے درج ہیں۔ انسان قیامت تک رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اور اس کی دلیل میں خدا خود یہ کہتا ہے کہ:

"یہ کتاب غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی ہی حکمت والی ہے۔"

میں تمہاری بات سمجھا نہیں..........اختر نے پوچھا..........غور و فکر کرنے والوں سے کیا مطلب ہے۔

میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اللہ نے یہ کائنات انسان کے لئے بنائی ہے..........ساوتری نے مسکرا کر کہا..........اور انسان اپنے شعور کے مطابق اس سے فیض حاصل کر رہا ہے..........اس کے باوجود یہ کائنات اتنی پر اسرار اور پیچیدہ ہے کہ زیادہ مسائل انسان کی عقل سے بالاتر ہیں۔

اگر تمہاری بات کو مان لیا جائے تو ان مسائل کا حل کیا ہے؟ ان مسائل کو کون حل کرے گا۔ اختر نے سوال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغام رسانی کے بعد سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا..........ساوتری نے اس ہی طرح مسکرا کر اعتماد سے جواب دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے "اولیاء کرام" کو دنیا میں بھیجتا رہتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں..........ساوتری نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا..........جو قرآن پر غور و فکر کرتے ہیں احکام الٰہی کو سمجھتے ہیں اور انسانی مسائل حل کرتے ہیں۔

www.ksars.org

میں تمہاری بات نہیں مانتا............اختر نے تردید کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا............اس کائنات میں انسانوں کی بھلائی کے لئے جو کام سائنس دانوں نے انجام دیئے ہیں............کسی پیغمبر کسی اولیاء نے انجام نہیں دیئے۔ ٹیلیگراف کا موجد گراہم بیل کوئی ولی نہیں تھا............لیکن۔

لیکن............اس نے رہنمائی اولیاء کرام سے حاصل کی............ساوتری نے اس کی بات کاٹی............

کیا مطلب ہے تمہارا............اختر نے چونک کر پوچھا۔

شاید تمہیں نہیں معلوم............ساوتری نے بتایا کہ اولیاء کرام اپنی دماغی صلاحیتوں کو اتنا زیادہ بیدار کر لیتے ہیں کہ وہ کسی بھی وسیلہ کے بغیر نہ صرف آپس میں گفتگو کر لیتے ہیں بلکہ کائنات میں جاری پیغامات بھی وصول کر لیتے ہیں۔

غلط............یہ بالکل غلط ہے............اختر نے کہا۔

اگر یہ غلط ہے تو پھر وہ انسانی مسائل کو کس طرح حل کر لیتے ہیں؟ ساوتری نے پوچھا۔

پھر خود ہی سمجھانے والے انداز میں بولی............تم گراہم بیل کے فارمولے سے واقف ہو۔ اب ذرا میری پیدائش کے بارے میں غور کر لو۔ جو کہ میرے پیر و مرشد کی دعا کے نتیجہ میں عمل میں آئی۔ کیا گراہم بیل کی ایجاد............میرے پیر و مرشد کی دعا سے زیادہ بڑی ایجاد ہے۔

ساوتری کی یہ بات سن کر وہ حیران و پریشان رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ یہ دیوانی تو جدید علوم میں بھی اس سے دو ہاتھ آگے تھی............وہ دیر تک سوچتا رہا۔ سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن اٹھائی۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا............لیکن ساوتری کمرہ میں تخت پر نہیں تھی وہ باہر آ گیا۔ باہر ساوتری بیری کے درخت کے نیچے مصلیٰ بچھائے نماز ظہر ادا کر رہی تھی۔ اختر نے اس پر ایک نظر ڈالی اور باہر آ گیا۔

www.ksars.org

اس ملاقات میں بھی اختر کو ساوتری سے جو توقعات تھیں پوری نہیں ہوئیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ ساوتری اس کے پیار کے جواب میں مثبت رویہ اختیار کرے گی۔ لیکن اسے یہ جان کر سخت افسوس ہوا کہ وہ اپنی پہلی ہی روش پر قائم ہے۔

اختر جتنا بھی اس کی باتوں پر غور کرتا الجھتا چلا جاتا.......... ٹیلیگراف۔ لاطینی زبان کا لفظ ہے جو سلسلہ ترسیل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ گفتگو کے دوران اختر نے ٹیلیگراف کا تذکرہ کرکے اسے سائنس کا قائل کرنا چاہا تھا لیکن ساوتری نے اس کی بھی روحانی توجیہہ پیش کر دی تھی اور اسے دعا ہی کا نعم البدل بھی قرار دیا تھا۔ دعا بھی کسی رابطہ کے بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچتی ہے اور پھر وہاں سے اس کی قبول ہونے یا نہ ہونے کا جواب بھی بغیر کسی رابطہ کے ملتا ہے۔

انسان کا ظاہری علم.......... جسے صرف دنیاوی علم ہی کہا جا سکتا ہے اتنا ناقص ہے کہ وہ.......... اس کائنات میں موجود مادی عناصر ہی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اپنی عقل اپنے شعور سے وہ اس رتی برابر ردوبدل نہیں کر سکتا۔ اللہ نے انسان کو صرف اتنا شعور عطا کیا ہے کہ وہ صرف اس کائنات میں ظاہری عناصر سے فائدہ اٹھا سکے یہ کیسا علم ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایسے عناصر بھی موجود ہیں۔ جن کا ادراک ابھی تک انسانی شعور نہیں کر پایا۔ کائنات میں قدرت الٰہی کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں اور ان نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے قرآن موجود ہے جو لوگ قرآن میں تفکر کرتے ہیں وہی ان نشانیوں سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔

کائنات کے ان مفکرین کا علم اتنا وسیع و ارفع ہوتا ہے کہ مادی سائنس دان حیران رہ جاتے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے بغیر کسی مادی وسیلہ کے ساوتری کو تعلیم دی تھی۔ روشنیوں کی جو کہکشاں اس دوران نظر آتی تھی۔ پیر حاضر شاہ کو ان میں کمال حاصل تھا۔ آج کے سائنس دان مادہ کی اصلی قوت روشنی یا حرارت قرار دیتے ہیں جبکہ تصوف کی دنیا کے بادشاہ، علم لدنی کے طالب علم اور قرآن حکیم کے مفکر اس راز کو برس ہا برس قبل پا چکے تھے اور یہی علم وہ راز تھا۔ جو سینہ بہ سینہ چلتا ہوا" پیر حاضر شاہ" تک پہنچا۔

www.ksars.org

اختر ان باتوں کو سمجھنے کے بجائے ساوتری کے بے مثال حسن میں کھویا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس کے حسن سے اپنے بے چین نفس کو تسکین دے سکے............ساوتری کا حسن ایسا حسن تھا جس نے اس کی رگ رگ میں چاہت کا سرور بھر دیا۔ یہ چاہت ایسی تھی جو مخفی انگلیوں سے اس کی دل کو گدگداتی تھی۔ اور وہ محبت کی شدید لہروں میں ڈوبتا جارہا تھا۔

اب............اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ ساوتری کے حسن کی خوشبو سے اپنی دنیا بسالے۔ لیکن حسن کا یہ مجسمہ اس کی پہنچ سے دور تھا............بہت ہی دور۔

www.ksars.org

شادی کا وعدہ

ساوتری کے حسن نے اس کے سکون کو تہہ و بالا کر دیا............محبت کا جذبہ چاہت اور چاہت کے جذبہ نے ’’پالینے‘‘ کی شکل اختیار کر لی۔ اپنا بنانے کی خواہش نے اس کے دماغ میں سازشوں کو جنم دینا شروع کر دیا۔

ساوتری پیر حاضر شاہ کے مکان میں تنہا رہتی تھی............وہ حسین تھی جوان تھی............اس کے باوجود بلاخوف رہتی تھی............مکان کے اطراف میں اور دوسرے لوگ بھی رہتے تھے............ان میں جوان اور بوڑھے سب ہی شامل تھے............سب کو علم تھا کہ حسین ساوتری اس مکان میں تنہا رہتی ہے۔ اس کے باوجود کبھی کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں گیا............یہ صرف اور صرف............اختر تھا جس نے سوچا کہ رات کی تاریکی میں حسن کی اس دیوانی کو اچک لے............اور پھر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے من کے مندر میں بسنے کی ترغیب دے............کتنا گھناؤنا خیال تھا اس کا لیکن سچی محبت کرنے والے جب اپنے محبوب کے پیار سے بالکل ہی ناامید ہو جاتے ہیں تو ان کے پاس نامرادیوں اور ناکامیوں پر فتح پانے کے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو وہ............محبوب کو حاصل کرنے کے لئے اخلاقی و غیر اخلاقی تمام حربے استعمال کرتے ہیں............اور یا پھر ناامیدی کی چادر اوڑھ کر اپنی جان دے دیتے ہیں۔

اختر نے فی الحال اول الذکر راستہ کا انتخاب کیا تھا............اور اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کئی ہفتوں تک غور کرتا رہا۔

اپنے سازشی ذہن کے تحت جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ ہر طرح سے کامیاب ہو گا تو پھر ایک رات............وہ رات یوں تو بڑی سہانی رات تھی............گھروں میں برقی روشنیاں تھیں جن کے عکس سڑکوں پر پڑ رہے تھے............راستوں پر آمد و رفت بھی برائے نام تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ رات کا سناٹا آہستہ آہستہ ماحول پر چھاتا جا رہا ہے۔

www.ksars.org

اختر اپنے گھر سے منصوبہ کے تحت نکلا۔ اور ساوتری کے مکان کی طرف چل دیا............ابھی اس نے اپنی گلی کو پار ہی کیا تھا کہ اچانک پیچھے سے کوئی چیز اس کی پیٹھ پر آ کر لگی............اختر نے فوراً ہی مڑ کر دیکھا۔ گلی کے آخری سرے پر واقع مکان کے کھلے دروازہ پر کوئی کھڑا تھا............لیکن اس کے مڑتے ہی ہٹ گیا۔

اختر اس گھر کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اس کے مکینوں کو پہچانتا تھا............یہ اس کے انہی چچازاد بھائی کا مکان تھا جو چند ہی دنوں قبل اپنی جواں سال بہن کا جن اتروانے ساوتری کے پاس آئے تھے............وہ لوگ یہاں برسوں سے رہا کرتے تھے............لیکن اختر یا کسی بھی اور عزیز یا رشتہ دار نے ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا اور اختر کو تو صحیح طریقہ سے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کا ذریعہ معاش کیا ہے۔

اس وقت اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا وہ اتنا اچانک تھا............کہ وہ چونک اٹھا............اس نے قدموں میں پڑا ہوا سفید رنگ کا پرچہ اٹھالیا۔ جو کہ ایک چھوٹے سے پتھر میں لپیٹ کر مارا گیا تھا............پرچہ اٹھانے کے بعد............وہ واپس اپنے گھر چلا آیا............کمرہ میں پہنچ کر اس نے برقی بلب جلایا۔ اور اس کے نیچے کھڑے ہو کر پرچہ کو پڑھنے لگا۔

"پرچہ میں لکھا تھا۔"

میرے عزیز برادر اختر

جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے دل ملنے کو بے تاب ہے............کئی بار سوچا کہ خود ہی تمہارے گھر آ جاؤں لیکن اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں آ سکا............یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی دادا کی اولاد ہیں............لیکن قسمت نے مجھے تمام خاندان والوں سے جدا کر دیا ہے۔ مجھے تو اب خاندان والوں کی شکلیں بھی یاد نہیں رہیں............یہ بات آج کی نہیں............بلکہ برسوں پرانی ہے............اور اب تو میں خود بھی تنہائی پسند ہو چکا ہوں۔

www.ksars.org

تم سوچ رہے ہوگے کہ میں تم سے کیوں ملنا چاہتا ہوں۔ تو بس یہ سمجھ لو کہ زندگی جتنی حسین ہے اتنی ہی تلخ بھی ہے............موت میری زندگی کی دہلیز پر کھڑی دستک دے رہی ہے۔ نجانے کب دروازہ کھل جائے اور جان............اس قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ موت کی دستک سن رہا ہوں اور اس ہی وجہ سے چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد مجھ سے مل لو............ہو سکے تو آج ہی رات کسی بھی وقت میرے گھر چلے آئو............ مجبوراً یہ پرچہ اپنی بہن عذرا کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔

فقط تمہارا چچازاد

پرچہ پڑھنے کے بعد اختر شش و پنج میں پڑ گیا............وہ گھر سے کس ارادہ سے نکلا تھا اور اب حالات نے اسے کہاں لا کھڑا کیا تھا............پرچہ کی تحریر نہایت ہی معنی خیز اور پر اسرار سی تھی۔ پھر اس کے سامنے ماضی گھومنے لگا............اس کے ماں باپ نے ہمیشہ اس چچازاد سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔ اور خاندان کے دوسرے افراد بھی یہی کہا کرتے تھے............وہ لوگ نہ تو خود اس سے ملتے تھے اور نہ ہی کسی اور کو ملنے دیتے............طرح طرح کی الزام تراشیوں نے اس کے ذہن کو گندہ کر دیا تھا اور وہ بھی اس چچازاد سے ملنا پسند نہیں کرتا تھا۔ سن بلوغت کو پہنچتے ہی وہ اپنی تعلیم میں مصروف ہو گیا اور پھر زندگی کے حسین جھمیلوں نے اسے اتنی فرصت نہیں دی کہ............وہ اس گھر کے مکینوں کی طرف متوجہ ہوتا۔

لیکن............اب جبکہ اچانک ہی اس بھائی نے اسے یاد کیا تھا............تو اس نے اپنے مرحوم والدین کی نصیحت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سے ملنے کا فیصلہ کر لیا............اور پھر وہ اسی رات............اسی وقت اپنے چچازاد کے گھر پہنچ گیا۔

www.ksars.org

قدرت کی بھی کیا شان ہے کہ ساوتری کے حسن کا دیوانہ جو کئی دنوں اور ہفتوں سے اپنے سفلی مقصد کی تکمیل کے منصوبے بناتا رہا............اور جو اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر گھر سے چل پڑا تھا............اب اس وقت اپنے بھائی کے گھر پہنچ گیا تھا۔

مشیت الٰہی کے سامنے انسان کس قدر بے بس ہے۔

وہ ایک اونچے سے پلنگ پر نہایت ہی صاف و شفاف بستر پر لیٹے ہوئے تھے............ان کے سرہانے ٹیبل لیمپ روشن تھا............قریب ہی ساگوان کی لکڑی کی ایک بڑی سی میز تھی۔ جس پر نہایت ہی قرینے سے کتابیں سجی ہوئی تھیں اور ایک طرف دوائوں کی شیشیوں کا ڈھیر تھا............قریب ہی دو آرام دہ کرسیاں تھیں جن کی پشت قدرے پیچھے کو جھکی ہوئی تھی............اختر سلام و دعا کے بعد ان کے پلنگ کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں جانتا تھا کہ تم ضرور آئو گے............انہوں نے استقبالیہ لہجہ میں کہا............پھر پلنگ پر اس طرح سے کروٹ لی کہ جسم اور منہ اختر کی طرف ہو گیا اور بولے............تم ماں باپ کی وصیت فراموش کر کے میرے پاس آئے ہو۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بھائی جان............اختر نے قدرے شرمندگی سے کہا............لندن سے آنے کے بعد میں ضرور آپ سے ملتا لیکن............کچھ ایسی پریشانیوں میں الجھا رہا کہ............

میں جانتا ہوں............انہوں نے بات کاٹی............باپ کی علالت اور پھر ان کی المناک موت کے صدمہ نے تمہیں بیحد پریشان کر دیا تھا۔

ویسے اب میں پر سکون ہوں............اختر نے جواب دیا............اس دن ساوتری کے پاس آپ کو اور عذرا کو دیکھ کر مجھے ملنے کا اشتیاق ہوا تھا............اور............

www.ksars.org

اس میں تمہارا قصور نہیں ہے............چچازاد نے اس کی بات کاٹی اور پھر پھیکی مسکراہٹ سے کہا............جب اپنے ہی بے گانے ہو جائیں............تو شکوہ کس سے کیا جائے............ویسے تم میری دعوت پر فوراً چلے آئے یہ تمہاری سعادت ہے جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بھائی جان............آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں............اختر نے گردن جھکا کر کہا............آپ کام بتائیں مجھے کیوں بلایا ہے؟

تم جانتے ہو............کہ عذرا میری ایک ہی بہن ہے............انہوں نے بستر سے اٹھ کر تکیہ کے سہارے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اس ہی کی خاطر تمہیں بلایا ہے۔

جی............کیا مطلب............اختر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

شاید............تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میں خاندان سے الگ کیوں ہوں............چچازاد نے سوال کیا۔

میرے ماں باپ اور خاندان کے دوسرے افراد آپ کے والد صاحب اور آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے............اختر نے بتایا۔

وہ ان کے طوائف زادہ ہونے والی بات کو چھپا گیا تھا۔

وہ جو کچھ بھی کہتے تھے ٹھیک ہی کہتے تھے............انہوں نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ سب قدامت پسند تھے............فرسودہ روایات کے حامی............ظاہری شان و شوکت کے دلدادہ۔ لیکن............میں ایسا نہیں ہوں............اختر نے خوش دلی سے کہا۔

جب ہی تو میں نے تمہیں بلایا ہے............چچازاد نے بے ساختہ کہا............میری نگاہ انتخاب غلط نہیں ہو سکتی۔

www.ksars.org

آپ مجھے کام تو بتائیں...........اختر نے سعاد تمندی سے پوچھا۔ مجھے بلانے کا مقصد تو بتائیں۔

...........تمہیں بلانے کا مقصد...........وہ چھت کو تکتے ہوئے بڑبڑائے...........میں تم سے ایک وعدہ لیناچاہتاہوں۔

وعدہ...........کیساوعدہ؟...........اختر نے چونک کر پوچھا۔

میں اپنی بہن عذرا کی شادی کرناچاہتاہوں...........چچازاد نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔

بڑاہی نیک خیال ہے...........ضرور شادی کیجئے...........اختر نے خوش ہو کر کہا۔ پھر اس نے سوچا کہ ممکن ہے کہ اس کا یہ بھائی مالی مدد چاہتا ہو۔ لہٰذا فراخدلی سے دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ اس سلسلہ میں ہر طرح سے خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

مجھے...........تمہاری صرف ایک ہی خدمت کی ضرورت ہے...........انہوں نے چھت پر نظریں جمائے ہوئے کہا...........اور وہ یہ ہے کہ تم...........عذرا سے شادی کر لو۔

جی...........اختر یہ سن کر بھونچکارہ گیا۔

ممکن ہے خاندان والوں نے تمہیں ہمارے بارے میں کچھ بتایاہو...........انہوں نے کہا...........ہم دونوں طوائف زادے ضرور ہیں لیکن حرام زادے نہیں ہیں...........ہمارے باپ نے ہماری ماں سے نکاح کیا تھااور ہم دونوں ان کی جائز اولاد ہیں۔

عذرا پڑھی لکھی اور خوبصورت تھی۔ لیکن اس کے بھائی کی اس اچانک پیشکش پر وہ سوچ میں پڑ گیا...........اس کی سمجھ میں نہیں آرہاتھا...........کہ وہ کیا کرے...........اس فیصلہ کو قبول کرلے یا مسترد کر دے۔

www.ksars.org

اسے خاموش دیکھ کر چچازاد بھائی نے دوبارہ کہا............میری بہن ساوتری کی طرح حسین تو نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بیوی بن کر تمہیں سچا پیار دے گی۔

اس کا مطلب ہے............ آپ کو سب کچھ معلوم ہے............اختر نے گھبرا کر کہا۔

اس کا خیال تھا کہ چچازاد بھائی اس کے اور ساوتری کے پیار سے آگاہ ہے۔

ہاں............مجھے سب کچھ معلوم ہے............انہوں نے قدرے مسکرا کر کہا............میں نے تمہیں کئی بار ساوتری کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے............اور جس دن میں اپنی بہن کو ٹھیک کرانے اس کے گھر گیا تھا............اس دن بھی تم وہاں موجود تھے............تم ساوتری کے حسن سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرنے لگے ہو............لیکن اب وہ تمہارے کام کی نہیں ہے۔

آپ............ آپ............یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں............اختر نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

پیر حاضر شاہ کو تو تم اچھی طرح سے جانتے ہوگے............انہوں نے سنجیدگی سے کہا............انہوں نے ساوتری کو عشق الٰہی کی ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے جہاں انسان کے لئے یہ دنیا............بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اب ساوتری کا کام دنیاوی جھمیلوں میں پڑنا نہیں ہے............بلکہ مخلوق کی خدمت کرنا ہے............پھر وہ ایک لمبی سانس کھینچ کر بولے............تمہیں چاہئے کہ ساوتری کا خیال دل سے نکال دو............ تمہیں زندگی گزارنے کے لئے ایک ایسی ساتھی کی ضرورت ہے جو تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔

آپ............ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں............اختر نے شکست خوردہ لہجہ میں کہا............وہ واقعی دیوانی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے اسے۔

وہ دیوانی نہیں ہے............چچازاد بھائی نے ہنس کر کہا روحانی دنیا کی ملکہ ہے تم نے دیکھا نہیں............اس نے کس طرح میری بہن پر مسلط جن کو اتار دیا تھا۔

www.ksars.org

اس کا مطلب ہے کہ آپ ساوتری کو اچھی طرح سے جانتے ہیں...........اختر نے قدرے تعجب سے کہا۔

ہاں...........اس لئے کہ میں بھی پیر حاضر شاہ کا مرید ہوں...........

انہوں نے عقیدت سے کہا۔

آپ...........پیر حاضر شاہ کے مرید ہیں...........اختر نے حیرانی سے پوچھا۔

پیر حاضر شاہ مفکر کائنات تھے...........چچازاد نے احترام سے کہا...........جس طرح اس دنیا کے لوگ مادی چیزوں پر غور و فکر کر کے فلاسفر ہو جاتے ہیں...........اس ہی طرح کائنات پر غور و فکر کرنے والوں کو صوفیاء کرام کہا جاتا ہے۔

لیکن آپ کس طرح ان کے مرید بن گئے...........اختر نے پوچھا۔

ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے جس کی توجیہہ میں وہ سرگرداں رہتا ہے۔ انہوں نے سمجھانے والے لہجہ میں جواب دیا...........اور جب وہ کسی بھی طرح سے نہیں سمجھ پاتا تو اسے بالآخر بزرگان دین کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

آپ کے ساتھ ایسی کیا بات ہو گئی تھی...........اختر نے اشتیاق سے پوچھا۔

بتائوں گا...........بتائوں گا...........انہوں نے ہاتھ ہلا کر تسلی دیتے ہوئے کہا...........پہلے تم...........اس بات کا وعدہ کرو کہ میری بہن عذرا سے شادی کرو گے۔

اختر نے کوئی جواب دینے کے بجائے شرم و حیا سے گردن جھکالی۔

www.ksars.org

اسے اس طرح خاموش گردن جھکائے دیکھ کر وہ نجانے کیا سمجھے...........انہوں نے اختر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھپتھپاتے ہوئے کہا...........میری حالت دیکھ کر شاید تم اس شش و پنج میں پڑ گئے ہو کہ عذرا کے ساتھ گزارہ کیسے ہو گا...........وہ غریب ہے۔

ان کی یہ بات سن کر اختر کو افسوس ہوا۔ اس نے آج تک دولت کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی...........اس نے اپنے چچازاد بھائی کی غلط فہمی دور کرنے کی خاطر گردن اٹھا کر کچھ کہنا چاہا...........لیکن چچازاد نے یہ سوچ کر کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے فوراً ہی کہا...........میری بہن سے شادی کے بعد تم لاکھوں روپے کے مالک بن جاؤ گے۔

مجھے دولت کی تمنا نہیں...........اختر نے قدرے ناگواری سے کہا۔

یہ غلط ہے...........وہ ایک معنی خیز انداز سے بولے...........دولت کی تمنا کس کو نہیں ہوتی...........ممکن ہے آج تمہیں دولت کی تمنا نہ ہو لیکن کل اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

چچازاد کی یہ بات سن کر اختر حیرانی سے ان کا منہ دیکھنے لگا۔

بظاہر میں غربت کی زندگی گزار رہا ہوں...........انہوں نے سانس لینے کے بعد بات جاری رکھتے ہوئے کہا...........لیکن کبھی ہم نے بھی اچھے دن دیکھے تھے اور ان ہی دنوں میں نے اپنی بہن کے لئے ایسی چیزیں بچا کر رکھ لیں تھیں جنہیں فروخت کر کے لاکھوں روپے مل جائیں گے۔

یہ آپ کی دور اندیشی ہے...........اختر نے سعادت مندی سے جواب دیا...........ورنہ آپ جانتے ہیں کہ...........میرے والد مرحوم میوئوں کے باغات چھوڑ گئے تھے جن سے معقول آمدنی ہو جاتی ہے۔

خاندان والوں نے مجھے چھوڑ دیا...........چچازاد بھائی نے نہایت ہی افسردگی سے کہا...........اور میں نے بھی عرصہ سے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی ہے...........میرے گھر کی چاردیواری کے باہر کیا ہے مجھے اس کا علم

www.ksars.org

نہیں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میرے چچا یعنی تمہارے باپ اچھی خاصی جائیداد کے مالک تھے............میرے باپ کے چلے جانے کے بعد وہ............اپنے باپ یعنی ہمارے دادا کی جائیداد کے تنہا وارث تھے۔

مجھے ان باتوں کا علم نہیں ہے............اختر نے سوچ کر جواب دیا............ویسے اگر آپ اس معاملہ میں بات کرنا چاہیں تو میں بڑا ہی فراخدل واقع ہوا ہوں۔ آپ جو کہیں گے ویسا ہی کروں گا۔

ارے نہیں برادر عزیز............انہوں نے زور سے ہنس کر کہا............مجھے اب نہ جائیداد کی تمنا ہے اور نہ ہی دولت کی خواہش............مجھے تو اب صرف ایک ہی فکر ہے کہ مرنے سے پہلے بہن کی شادی کر دوں۔

آپ عذرا کے لئے اتنے فکر مند نہ ہوں............اختر نے انہیں تسلی دی۔

آہ............تم نہیں جانتے............انہوں نے افسردگی سے کہا............یہ بیماری جان لیوا ہے............میں نے موت کی آواز سن لی ہے............اور وہ کسی بھی وقت مجھے لینے آجائے گی۔

آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟............آپ زندگی سے مایوس نہ ہوں............اختر نے پھر انہیں سمجھایا۔

تم اس بات کو نہیں سمجھ سکو گے............انہوں نے مایوسی سے جواب دیا............موت ہمارے سامنے مجسم بن کر آتی ہے............اور یہ ہمارے خاندان کی رسم بن گئی ہے۔

موت مجسم بن کر آتی ہے............اختر نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہاں............موت کسی نہ کسی جسمانی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے............انہوں نے اپنی بات پر زور دے کر کہا اور میں نے بھی اپنی موت کو دیکھ لیا ہے یہی وجہ ہے کہ عذرا کی شادی جلد از جلد کر دینا چاہتا ہوں............تا کہ سکون کی موت مر جائوں۔

www.ksars.org

عذرا کی شادی تو کہیں نہ کہیں ہو ہی جائے گی...........اختر نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا...........لیکن آپ کو زندگی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

بات یہ نہیں ہے...........چچازاد نے فکر مندی سے کہا...........سوال کہیں نہ کہیں اس کی شادی ہو جانے کا نہیں ہے۔ درحقیقت موت نے اپنا پیغام بھیجنا شروع کر دیا ہے اور مہلت کے ان لمحوں میں بہن کی شادی کر دینا چاہتا ہوں پھر اس کی طرف غور سے دیکھ کر بولے...........اس عجلت میں میری نگاہ انتخاب تم پر پڑی ہے...........کیونکہ تم نہ صرف تعلیم یافتہ ہو...........بلکہ مغرب میں بھی رہ آئے ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم فرسودہ خاندانی روایات کے حامی بھی نہیں ہو۔

یہ تو ٹھیک ہے...........اختر نے جواب دیا...........میں خاندانی رسم و رواج کا پابند نہیں ہوں...........لیکن شادی کے معاملہ میں سوچے سمجھے بغیر فیصلہ کرنا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔

میں جانتا ہوں...........انہوں نے نرم لہجہ میں کہا...........انسان کو کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل اس کے تمام پہلوئوں پر اچھی طرح غور کر لینا چاہئے...........لیکن میرے پاس وقت بہت کم ہے...........موت کا فرشتہ سامنے آ چکا ہے۔

آپ نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے...........اختر نے بے چارگی سے کہا۔

تم قطعی پریشان نہ ہو...........انہوں نے پیار سے کہا...........میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ عذرا میری بہن تمہاری زندگی کا بہترین ہمسفر ثابت ہوگی...........پھر وہ التجا آمیز لہجہ میں بولے۔ مجھ پر یہ احسان کرو میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دو میری روح تمہارے لئے دعا کرے گی۔

اختر کا دل نرم پڑ گیا...........لیکن پھر...........اس نے سوچا کہ عذرا کیسی ہوگی...........جوان ہونے کے بعد صرف ایک بار اس نے اسے دیکھا تھا...........وہ بھی اس وقت جبکہ اس کا بھائی جن اتروانے کے لئے اسے ساوتری

www.ksars.org

کے گھر لایا تھا..........اس وقت عذرا کی حالت "پاگلوں اور دیوانوں" جیسی تھی۔ لیکن پھر بھی اس کا حسن و شباب پوری طرح دمک رہا تھا۔

اختر کو سوچ میں گم دیکھ کر پھر اس کے بیمار بھائی کے دماغ میں مایوسیوں اور نامرادیوں کے غبار اٹھنے لگے۔ اس نے اختر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایک بار پھر تھپتھپاتے ہوئے سمجھایا۔ میں نے زندگی بھر عذرا کے وجود کو خوشی خوشی برداشت کیا..........لیکن اب یہ سوچ کر کہ میرے بعد اس کا کیا ہو گا..........دل ہول جاتا ہے..........چاہتا ہوں۔

ابھی وہ اتنا کہہ پائے تھے کہ اختر کی نظر عذرا پر پڑی۔ چوڑی دار سبز پاجامہ اور اسی رنگ کا ریشمی کرتا پہنے وہ دونوں ہاتھوں میں چائے کی ٹرے سنبھالے چلی آ رہی تھی۔

وہ حسن و جوانی کا مکمل مجسمہ تھی..........اس کا سرخ و سفید چہرہ سبز رنگ کے دوپٹہ میں یوں نظر آ رہا تھا جیسے چاند ہلکے نیلے بادلوں سے جھانک رہا ہو۔ گردن تنی ہوئی اور سینہ کسی مخروطی چٹان کی مانند نظر آ رہا تھا اس کی آہو چشم آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی تھیں۔

عذرا اتنی حسین ہے..........اختر کو معلوم ہی نہ تھا..........وہ تو اسے معمولی شکل و صورت کی لڑکی سمجھ رہا تھا..........اختر تو اس کے قیامت خیز حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

اس نے چچازاد بھائی کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر کچھ کہنا چاہا..........لیکن عذرا پہنچ چکی تھی..........اس نے اختر کے سامنے رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی میز پر جھک کر چائے کے برتن رکھ دیئے..........اس کے جسم کے اس خم نے اختر کے دل پر بجلی سی گرا دی۔ اور اس نے سوچا۔ حسن کی اس دیوی پر بھلا غیر مرئی مخلوق کیوں عاشق نہ ہو۔

www.ksars.org

میز پر چائے کے برتن رکھنے کے بعد وہ اسی طرح واپس نظریں جھکائے ہوئے چلی گئی۔ اس کے واپس جاتے ہی اختر نے نہایت ہی بے تابی سے کہا............ میں............ میں عذرا سے شادی کے لئے تیار ہوں۔

خوش رہو............ اللہ تمہیں اس نیک کام کا صلہ دے گا۔ اس کے چچازاد نے دعا دی............ تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا............ پھر وہ قدرے سنبھل کر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولے............ اب تمہیں میرے حالات جاننے کا حق ہے............ تم واقعی میرے محسن ہو............ تم نے میری بہن کا ہاتھ پکڑ کر انسان دوست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں............ اختر نے انکساری سے کہا۔

نہیں............ میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا............ اس زمانے میں کون کسی کا ساتھ دیتا ہے............ لوگوں نے خاندانی اساس کو معیار زندگی بنا لیا ہے۔ الٰہی تعلیمات کو چھوڑ کر دنیاوی رسم و رواج کو اپنا لیا ہے۔

ان باتوں کو چھوڑیئے............ اختر نے چائے دانی سے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے کہا............ اگر ہم معاشرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرتے رہیں گے تو جینا حرام ہو جائے گا۔

اس معاشرہ نے............ چچازاد نے غصہ سے دانت چبا کر کہا............ میرا جینا حرام کر دیا............ اگر اس معاشرہ کی روایات کے خلاف کوئی کام کیا تھا تو میرے باپ نے کیا تھا لیکن زندگی بھر سزا کا مستحق مجھے ٹھہرایا گیا۔

ہمارا معاشرہ اندھا ہے۔ بھائی جان............ اختر نے ان کی طرف چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا لیکن اس اندھے معاشرہ میں چند بصیرت والے موجود ہیں۔

تم نے بالکل سچ کہا ہے۔ انہوں نے چائے کا کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے جواب دیا اور اس کا ثبوت تم خود ہو کہ تم نے جس فراخدلی کا مظاہرہ کیا ہے............ میں اس احسان کا بدلہ بھی نہیں دے سکتا۔

www.ksars.org

پراسرار عورت

اختر نے سوچا کہ بھائی جان پھر تکلفات میں پڑتے جا رہے ہیں لہٰذا بات کا رخ موڑ کر بولا............اب جبکہ میں نے آپ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا ہے............کیا آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے۔

کیوں نہیں............کیوں نہیں............انہوں نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا............اور پھر خلاء میں اس طرح دیکھنے لگے جیسے کچھ کہنے سے پہلے سوچ رہے ہوں............اختر نے انہیں سوچ میں گم دیکھا تو نہایت ہی انکساری سے بولا............مجھے یہ معلوم کرنے کا حق تو نہیں ہے............لیکن گفتگو کے دوران چند باتیں ایسی بھی ہوئی ہیں جنہیں سمجھنے کی خاطر میں نے آپ کے حالات زندگی کا پس منظر بیان کرنے کو کہا ہے............مثلاً موت کا فرشتہ جو کہ مادی شکل میں آپ کے سامنے آتا ہے............یا وہ وجوہات جن کی بنا پر آپ سے خاندان والے دور رہے............ویسے اگر آپ............یہ سب کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھتے ہیں تو میں اصرار نہیں کروں گا۔

نہیں بھئی نہیں............انہوں نے ہنس کر کہا............بات یہ نہیں ہے۔ اب تو تمہیں سب کچھ معلوم کرنے کا حق ہے دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے ماضی کا آغاز کہاں سے کروں۔

کہیں سے بھی کر دیجئے............اختر نے پلیٹ میں سے بسکٹ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

اچھا تو پھر............انہوں نے اپنے دونوں پاؤں سمیٹ کر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

یہ آج سے تیس ۳۰ بتیس ۳۲ برس بیشتر کی بات ہے جبکہ میرے والد اور تمہارے والد ایک ساتھ اس ہی شہر میں رہا کرتے تھے..........اس ہی شہر کے اطراف میں سینکڑوں ایکڑ زمین ہمارے دادا کی تھی۔ آسمان سے دولت برستی تھی..........پھر تمہارے والد صاحب کی شادی کے موقع پر آگرہ سے ایک مشہور طوائف کو بلایا گیا۔ اس طوائف کی ایک نہایت ہی حسین و جمیل بیٹی بھی تھی اس کا نام سانولی تھا..........وہ حسین ہونے کے ساتھ ساتھ غضب کی رقاصہ تھی..........میرے والد نے اسے دیکھا اور دل و جان سے اسے چاہنے لگے..........شادی کے ہنگاموں میں کسی کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ حسن انہیں گھائل کر گیا ہے۔

ہمیں جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے یہ حسن ہی تو ہے..........چچازاد بھائی نے فلسفیانہ انداز میں کہا..........اور سب سے منفرد حسن..........عورت کا حسن ہے..........پھر انہوں نے قدرے مسکرا کر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو اپنی صفت حسن سے بے پناہ نوازا ہے اور یہی عورت کا ہتھیار ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑا سرکش مرد بھی سرنگوں ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا..........میرے باپ کی ڈھلتی جوانی تھی..........لیکن ابھی تک وہ اولاد سے محروم تھے..........جبکہ سانولی کی چڑھتی جوانی تھی..........جب سانولی کی ماں نے دیکھا کہ ایک بڑے جاگیردار کا بیٹا اس کی بیٹی کے حسن کا اسیر ہو چکا ہے تو اس نے منہ مانگی قیمت مانگی جو کہ والد صاحب نے دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں اس عشق کی دوسری بھاری قیمت ادا کرنی پڑی..........سانولی سے نکاح کرتے ہی انہیں خاندان والوں نے لعن طعن کرنا شروع کر دی اور پھر متفقہ طور سے فیصلہ کیا گیا نہ صرف انہیں خاندان سے جدا کر دیا جائے بلکہ ان کی اولاد سے بھی تعلق ختم کر دیا جائے۔

میرے والد کئی سالوں تک اس فرسودہ اور انسانیت سوز قانون کے خلاف لڑتے رہے لیکن کسی نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور جب میرے باپ یعنی دادا مرنے لگے۔ تو انہوں نے شفقت پدری سے مجبور ہو کر میرے باپ کو اپنے پاس بلایا اور کہا..........بیٹا تُو دنیا والوں اور خاندانی رسم و رواج کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تو کسی

www.ksars.org

گمنام شہر میں چلا جا.........جہاں تجھے کوئی نہیں جانتا ہو۔ تا کہ تو سکون سے زندگی بسر کر سکے اور اپنے بچوں کا بہتر مستقبل بنا سکے۔ میرے باپ نے اپنے باپ کی بات کو غور سے سنا اور اس پر عمل کرتے ہوئے لکھنؤ چلے گئے۔ چلتے وقت میرے دادا نے انہیں اتنی رقم دے دی کہ لکھنؤ شہر میں آ کر فوجی جوتے بنانے کا کارخانہ کھول لیا اور رہائش کے لئے کسی نواب کی بڑی سی حویلی خرید لی۔

اس کے بعد.........چچازاد بھائی نے تھوڑا سا رک کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور دوبارہ بولے۔

اس کے بعد.........جب میں قدرے جوان ہوا تو والد صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ عمارت کسی بہت بڑے نواب نے بنوائی تھی۔ لیکن اس نواب کو اس محل نما عمارت میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی نے اسے نگل لیا اور انگریزوں نے یہ عمارت ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کر دی تھی۔ جس نے اسے "دھرم شالہ" بنا دیا تھا.........لیکن پھر.........گردش زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس ہندو نے بھی اس عمارت کو ایک پارسی سیٹھ کے ہاتھوں بیچ ڈالا.........وہ پارسی بمبئی میں رہا کرتا تھا.........اور کبھی کبھی لکھنؤ کے محرم دیکھنے کی خاطر آتا تھا پھر اس پارسی کا دل بھی اس عمارت سے بھر گیا اور اس طرح یہ عمارت مختلف لوگوں کے ہاتھوں فروخت ہوتی ہوئی بالآخر میرے باپ کے پاس آ گئی۔

عجیب عمارت تھی یہ.........اختر نے ہنس کر کہا۔

بڑی ہی خوبصورت اور بڑی ہی دلکش عمارت تھی.........چچازاد نے اپنے خیالات میں مگن کہا.........وہ عمارت بہت اونچی جگہ پر بنائی گئی تھی.........اور.........زرد رنگ کے ستون بہت خوبصورت لگتے تھے۔ عمارت کے صدر دروازہ پر دونوں طرف سنگ سرخ کے دو شیر بنے ہوئے تھے۔ جن کے منہ خوفناک انداز میں کھلے ہوئے تھے۔ اس کے دروازے مضبوط اور وزنی لکڑی کے تھے جو کہ باہر کی جانب نوکدار میخوں سے بھرے ہوئے تھے.........ان دروازوں کو جب کھولا جاتا تھا تو ان میں سے ایک طرح کی خاص آواز پیدا ہوتی تھی.........جیسے بہت سی روحیں ایک ساتھ چیخ رہی ہوں.........اس عمارت کے بالائی حصہ میں دو کمرے تھے۔ وہ دونوں کمرے مکان کے انتہائی

www.ksars.org

کناروں پر بنائے گئے تھے اور ان میں پہنچنے کے لئے علیحدہ علیحدہ دو زینے تھے لیکن اوپر کی جانب ایک طویل راہداری بھی ان دونوں کو ملاتی تھی اور اس راہداری کے دونوں جانب محرام بنے ہوئے تھے............نیچے کے حصہ میں یوں تو کئی کمرے تھے لیکن میں اور میری بہن قریب کے دو الگ الگ کمروں میں رہا کرتے تھے۔ اس عمارت سے ذرا ہٹ کر چاروں جانب اینٹوں کی ایک چھوٹی سی فصیل تھی۔ جس کے ساتھ مالی ڈرائیور اور باورچی وغیرہ کے کوارٹر بنے ہوئے تھے۔

اس کا مطلب ہے کہ عمارت خوبصورت اور کشادہ تھی............اختر نے کہا۔

ہاں............وہ عمارت ایسی ہی تھی............اس عمارت کے چاروں جانب سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اور اس کے درمیان میں سفید پتھروں کا ایک بڑا سا حوض تھا............اکثر سورج ڈھلے میرے ماں باپ اس حوض میں نہایا کرتے تھے............کبھی کبھی میرے ابا پانی کے اندر ڈبکی لگا کر نیچے سے ماں کا پائوں پکڑ کر کھینچ لیا کرتے تھے اور وہ خوفزدہ ہو کر چیخنے لگتی تھیں۔ پھر مسکرا کر کہا............وہ دونوں اکثر حوض میں نہاتے ہوئے ایک دوسرے کے اتنے قریب آجاتے تھے کہ میں گھبرا کر وہاں سے بھاگ آتا تھا۔

ہم دونوں بہن بھائی باغ میں تتلیوں کے پیچھے دوڑتے پھرتے اور کبھی کبھی صدر دروازہ پر بھی پہنچ جاتے۔ یہاں چوکیدار کے پہرہ دینے کی جگہ تھی۔ یہ لکڑی کی مضبوط تختوں سے ایک پنجرہ نما برجی سی بنی ہوئی تھی............اور اس میں صرف ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی............دروازہ بند کرنے کے بعد پہرہ دار صرف اوپر کے کھلے ہوئے حصہ سے باہر دیکھ سکتا تھا۔

اختر جو بڑے ہی انہماک سے سن رہا تھا۔ قدرے رشک سے بولا۔

آپ نے عمارت کا نقشہ کچھ ایسا بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت ہی پر سکون زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر سکون سے تمہاری مراد دولت ہے تو بے شک میں نے پر آسائش زندگی گزاری ہے............چچازاد نے سنجیدگی سے کہا............لیکن............اگر تم دل و دماغ کے سکون کی بات کرتے ہو تو یہ مجھے اس عمارت میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔

www.ksars.org

وہ کیوں؟............اختر نے اچنبھے سے پوچھا۔

اس عمارت کے بارے میں اتنی تفصیل سے بتانے کا مقصد یہی ہے کہ تم تمام جزئیات کو اچھی طرح سے سمجھتے جائو............چچازاد نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا............جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ ہم دونوں بہن بھائی اس عمارت کے زیرین حصہ میں رہا کرتے تھے............اور میں اپنے کمرہ میں موجود تصویروں، کتابوں اور دیواروں پر کنندہ نقش و نگار سے مانوس تھا............یہ میری تنہائی کے ساتھی تھے اور میں تنہائی کے احساس کے ساتھ جوان ہوا۔

تو کیا ماں باپ آپ سے نہیں ملتے تھے............اختر نے قدرے تعجب سے پوچھا۔

ہاں............انہوں نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا............کیونکہ وہ اس عمارت کی بالائی منزل میں رہا کرتے تھے اور اپنی پیار بھری زندگی میں بچوں کا دخل پسند نہیں کرتے تھے۔ مجھے اور میری بہن کو اوپر ان کے کمروں میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ البتہ سونے سے پیشتر وہ دونوں ہمارے کمروں کا چکر لگالیا کرتے تھے۔

کمال ہے............اختر نے حیرت سے کہا۔ اس کا مطلب ہے آپ کو بچپن ہی سے ماں باپ کا پیار نہیں ملا۔

ہاں............چچازاد نے تائید کی............ماں کے پیار اور باپ کی شفقت سے ہم دونوں بہن بھائی شروع ہی سے محروم رہے............اور جب ہم دونوں نے جوانی کی حدود کو چھوا تو تنہائی کے احساس کے ساتھ............محبت کا وہ جذبہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد کے لئے ماں باپ کی رگ رگ میں جاری کر رکھا ہے۔ ہم اس سے تشنہ رہے............

انہوں نے آخری جملہ سوالیہ انداز میں کہا۔ جیسے اختر سے اس کا جواب چاہتے ہوں............اختر کیا جواب دیتا۔ اس نے گردن جھکالی۔

www.ksars.org

چچازاد بھائی نے کھانس کر گلا صاف کیا اور اپنی کمر سے لگے ہوئے تکیہ کو دوست کرتے ہوئے بولے۔ پھر ایک دن............میرے باپ کے ساتھ وہی پارسی سیٹھ آیا جس کے پاس پہلے یہ عمارت تھی............دراصل وہ بمبئی میں فلمیں بنایا کرتا تھا اور اسے اپنی ایک فلم کیلئے اس عمارت کے چند مناظر کی ضرورت تھی............میرے ماں باپ نے اسے سین فلمانے کی اجازت دے دی............وہ سیٹھ میری ماں کے حسن سے بھی متاثر ہوا۔ اور اس نے میری ماں کو بمبئی آکر فلموں میں کام کرنے کی دعوت دی۔

تو پھر آپ کی اماں نے فلموں میں کام کیا؟............اختر نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

نہیں............میرے باپ نے انہیں اجازت نہیں دی............حالانکہ اس زمانے میں فلموں میں کام کرنا خوش قسمتی سمجھا جاتا تھا۔

پھر بھی آپ کے والد صاحب نے اجازت نہیں دی............اختر نے پوچھا۔

چچازاد نے بتایا............اس زمانے میں طوائفیں ہی فلموں میں کام کرتی تھیں۔ میرا باپ جانتا تھا کہ اگر اس کی بیوی نے فلموں میں کام کیا تو یہ اس کے طوائف ہونے کی ایسی تصدیق ہوگی جس کی تردید وہ کبھی بھی نہیں کر سکیں گے۔

بات تو ٹھیک ہی تھی۔ اختر نے کہا۔

والد نے............اپنی بیگم کو سمجھایا کہ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے اور انہیں فلموں میں کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے............چچازاد نے خلاء میں دیکھتے ہوئے کہا............لیکن میری اماں کو دولت سے زیادہ شہرت کی تمنا تھی............وہ چاہتی تھیں کہ لوگ انہیں دیکھیں............ان کے حسن کی تعریف کریں اور ان کے آگے پیچھے اپنی آنکھیں بچھادیں............وہ اس گھریلو زندگی سے اکتا چکی تھیں۔ لیکن والد بھی اپنے فیصلہ پر قائم تھے۔ انہوں نے بتادیا تھا کہ اگر وہ فلموں میں کام کرے گی تو اسے طلاق دے دیں گے اور اماں کو بچوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

www.ksars.org

پھر..........اختر نے بے تابی سے پوچھا۔

پھر..........پھر بھی میری ماں کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی..........چچازاد نے بتایا..........وہ اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر باپ سے جھگڑا کرنے لگی اور جب بھی وہ باپ سے جھگڑا کرتی تھیں روتی ہوئی میرے پاس آتی تھیں اور کہتی تھیں تمہارا باپ اس لائق نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے لئے اپنی زندگی خراب کرے.......... تمہیں بڑا ہو کر بہت کچھ بننا ہے۔ اپنے باپ کی زیادہ پرواہ مت کیا کرو۔ کیونکہ وہ دوسروں کی پرواہ نہیں کرتے۔

میرے باپ زیادہ گفتگو نہیں کرتے تھے..........چچازاد نے اپنا دائیاں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر کہا..........وہ ہر روز صبح سویرے کارخانے چلے جاتے اور رات کو دیر سے گھر لوٹتے..........میں کار کے آنے اور بڑا دروازہ کھلنے کی آواز سن لیا کرتا تھا پھر میرے باپ زینہ سے چڑھ کر اپنے کمرہ میں جاتے تو بھی میں زینہ چڑھنے کی آواز سن لیا کرتا تھا..........میں جانتا تھا کہ میری ماں میرے باپ کا انتظار نہیں کرتی ہے اور رات کا کھانا اسے باورچی کھلاتا ہے۔

یعنی.......... آپ کے ماں باپ کے درمیان تلخی شروع ہوگئی تھی..........اختر نے پوچھا۔

تلخی نہیں..........بلکہ محاذ آرائی شروع ہوگئی تھی..........چچازاد نے جواب دیا..........کیونکہ میرے والد بھی ہفتہ میں ایک دوبار مجھے اور عذرا کو اپنے کمرہ میں بلا لیا کرتے تھے۔ ہم دونوں جب بھی ان کے کمرہ میں داخل ہوتے تھے تو سگریٹ اور شراب کی بو پھیلی ہوتی تھی..........اور میرے باپ نواڑ کی بنی ہوئی آرام دہ کرسی پر نیم دراز لیٹے ہوتے تھے..........وہ مجھ سے کہتے تھے کہ دیکھو بیٹا خوب دل لگا کر پڑھو.......... تمہیں بڑا آدمی بننا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ تم زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کروگے..........میرا مقصد تمہیں دولت کے لحاظ سے بڑا نہیں بنانا ہے بلکہ تعلیم کے لحاظ سے بڑا بنانا ہے۔ کیونکہ تعلیم انسان کو اعلیٰ شعور عطا کرتی ہے اور وہ ہر کام سمجھ کر کرتا ہے پھر وہ ہم دونوں بہن بھائی کو مخاطب کر کے نصیحت کرتے کہ تم دونوں اپنی ماں کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے پاس اعلیٰ شعور نہیں ہے اس لئے کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں ہے..........اسے اچھے اور برے میں تمیز نہیں ہے۔

www.ksars.org

پھر وہ نہایت ہی فکر مندی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر عذرا سے کہتے............بیٹی تم سے میری امیدیں وابستہ ہیں میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی ماں سے بالکل مختلف نکلو............بالکل............تمہیں میری طرح ہونا چاہئے۔ تم اپنی ماں کے نقش قدم پر نہ چلنا۔ وہ تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کرے گی لیکن تمہیں مجھ جیسا بننا ہے۔ مجھ جیسا اچھا۔ اب جائو............لیکن میری باتوں کو یاد رکھنا۔

ہم دونوں ان باتوں کو سنتے اور خاموشی سے اپنے کمرہ میں آ جاتے............اور کبھی کبھی ماں ہمیں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی ملتی............وہ ہم دونوں کو دیکھتے ہی غصہ سے پوچھتی۔

تم دونوں اپنے باپ کے پاس سے آ رہے ہو............وہ بڑا ہی خراب آدمی ہے۔ اس نے یقیناً تمہیں میرے خلاف بہکایا ہو گا............خدا اس شخص کو موت دے جو میری زندگی برباد کر رہا ہے۔

وہ انتہائی غیض و غضب میں میرے باپ کو کوسنے لگتی۔

اس کا مطلب ہے کہ ماں باپ دونوں ہی تم بہن بھائی کو ایک دوسرے کے خلاف بہکا رہے تھے............اختر نے کہا۔

ہاں............چچازاد نے ہنس کر کہا............لیکن ہم نے کبھی ان باتوں پر توجہ نہیں دی کیونکہ ہمارا شعور بھی اس قابل نہیں تھا کہ ہم ان باتوں سے متاثر ہو کر کسی ایک کے حق میں فیصلہ دے سکیں۔

لیکن آپ کی بہن عذرا............ابھی اختر نے اتنا ہی کہا تھا کہ چچازاد بھائی بولے............وہ بہت چھوٹی اور نا سمجھ تھی۔

اس کے ساتھ ہی عذرا دوبارہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اس کے بھائی نے سلسلہ کلام منقطع کر کے اسے برتن لے جانے کو کہا............حالانکہ وہ تو آئی ہی برتن اٹھانے کے لئے تھی۔ اس نے اختر کے سامنے سے چائے کا کپ اور

www.ksars.org

بسکٹوں کی پلیٹ اٹھائی۔ اختر نے چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ پہلے ہی کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی.........دونوں کی نگاہیں آپس میں ٹکرائیں اور عشق کا دیوتا اپنا کام کر گیا۔

عذرا کے جانے کے بعد اس کے بھائی نے ایک بار پھر اپنی کمر کے نیچے تکیہ کو درست کیا اور سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا.........پھر ایک صبح والد میرے کمرہ میں آئے۔ اس کے ساتھ میری چھوٹی بہن عذرا تھی.........والد کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ نہایت ہی پریشان اور خوفزدہ تھے۔ انہوں نے بتایا.........کہ میری ماں مر چکی ہے۔ یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی۔ بھلا وہ اتنی جلدی اچانک کیسے مر گئیں۔ اس خبر سے میرے آنسو نہیں نکلے۔ شاید محبت کا جذبہ ختم ہو چکا تھا.........پھر نہ جانے کیوں مجھے خیال آیا کہ یہ جھوٹ ہے۔ تصدیق کرنے کی خاطر میرے قدم خود بخود ماں کے کمرہ کی طرف اٹھنے لگے.........میرا دل کہتا تھا کہ وہ زندہ ہیں۔ میری ماں اتنی کمزور نہیں تھی کہ اچانک موت سے آ دبوچے۔

دروازہ پر میرے والد نے مجھے روک دیا اور جب.........میں نے ان سے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دیکھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا.........کہ میری ماں بھاگ گئی ہے یا یوں سمجھو کہ وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلی گئی ہے۔

اوہ.........یہ تو بہت برا ہوا.........اختر نے اظہار افسوس کیا.........آپ کی ماں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جب شوق جنون کی حد میں داخل ہو جاتا ہے.........چچازاد نے سمجھایا.........تو پھر انسان میں اچھائی برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حال میری ماں کا ہوا۔ فلموں میں کام کرنے کے جنون میں اپنی اور میرے باپ کی عزت داؤ پر لگا دی.........لیکن میرا باپ سمجھدار تھا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔ اس نے ہم دونوں کو سمجھایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ وہ اچھی عورت نہیں ہے۔ میرے بچو! اب تمہاری ماں کے اس فعل کو صرف اس کی موت کا بہانہ بنا کر ہی چھپایا جا سکتا ہے۔

www.ksars.org

آپ کے والد نے عقلمندی کا ثبوت دیا..........اختر نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

ہاں میرا باپ عقلمند تھا..........بہت ہی عقلمند..........چچازاد نے خلاء میں دیکھتے ہوئے کہا..........لیکن میری ماں بے عقل تھی..........اس نے فلمی اداکارہ بننے کے شوق میں ہم سب کی زندگی میں زہر گھول دیا۔ یہ صدمہ میرے باپ کے لئے ناقابل برداشت تھا..........موت کا بہانہ چل نہ سکا اور میرے باپ کو سب کچھ بتانا پڑ گیا..........پھر انہوں نے نہایت ہی غمزدہ انداز میں کہا..........جس کو یہ بات معلوم ہوئی اس نے کہا کہ وہ طوائف تھی اور ایک طوائف سے وفاداری کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

آخری جملے کے ساتھ ہی ان کی آواز رندھ گئی اور وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے۔

☆××××××××××☆

کمرہ کے ماحول پر ایک عجیب طرح کا المناک سا سناٹا چھایا ہوا تھا..........کچھ دیر بعد..........چچازاد نے اپنی آواز اور جذبات پر قابو پا کر دوبارہ بولنا شروع کیا۔

لوگوں کے طعنے سن کر میرے باپ گھلنے لگے..........یہ صدمہ غم بن کر ان کی صحت سے چمٹ گیا اور وہ بستر سے جا لگے۔ پھر جلد ہی کراہ پر درد آہوں میں تبدیل ہونے لگی..........مجھ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ڈاکٹر روز صبح و شام ان کے کمرہ میں آتا تھا اور مجھے تسلی دے کر چلا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ بیماری طول پکڑتی گئی..........اور نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہونے لگا کہ اب وہ بچیں گے نہیں۔

ایک سال یونہی گزر گیا۔

پھر ایک دن..........چچازاد نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بتایا..........جبکہ ان پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے کارندے اور قریبی دوست کمرہ میں موجود تھے..........میں اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کھڑا کھوئی کھوئی نظروں سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا..........اس دن سردی بھی کچھ زیادہ ہی تھی اور ابھی سورج پوری طرح چھپا بھی نہیں

www.ksars.org

تھا۔ اس کے باوجود ہلکی ہلکی کہر نے ماحول کو دھندلانا شروع کر دیا تھا........... کہ اچانک ایک گھوڑا گاڑی کی آواز سنائی دی۔ جو کہ کہر میں ڈوبی ہوئی سڑک پر ہماری حویلی کی طرف آ رہی تھی........... صدر دروازہ سے اندر داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے جس چیز پر نظر پڑی وہ بھورے رنگ کے گھوڑے کی تھوتھنی تھی جب وہ سانس لیتا تھا تو اس کے نتھنوں سے بھاپ کے مرغولے نکلتے تھے۔ جوں جوں گاڑی آگے بڑھتی جا رہی تھی نمایاں ہوتی جا رہی تھی........... یہ ایک سیاہ رنگ کی بگھی تھی جس کے چاروں جانب گھنگھروؤں کی جھالر لٹک رہی تھی جس سے نہایت ہی مترنم اور ہم آہنگ آواز سی پیدا ہوتی تھی۔

گاڑی جونہی حولی کے اندر داخل ہونے والے دروازہ کے قریب آ کر رکی۔ کوچوان نے جو بوڑھا آدمی تھا فوراً ہی اپنی جگہ سے اتر کر دروازہ کے قریب آیا اور گاڑی کے چمکتے ہوئے ہینڈل کو پکڑ کر دروازہ کھول دیا........... دروازہ کے کھلتے ہی گہرے سرخ رنگ کے برقعہ میں ملبوس ایک عورت بڑی ہی آہستگی کے ساتھ نیچے اتری........... اس نے برقعہ اس طرح سے پہن رکھا تھا کہ صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔

کون تھی وہ عورت؟...... اختر نے تعجب سے پوچھا۔

وہ عورت........... چچازاد نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا........... وہ عورت کون تھی مجھے نہیں معلوم........... لیکن نتھنے پھلاتا ہوا گھوڑا۔ بوڑھا کوچوان اور گہرے سرخ رنگ کے برقعہ میں لپٹا ہوا ایک نامعلوم پیکر........... یہ ساری چیزیں کسی دوسری دنیا سے متعلق معلوم ہو رہی تھیں........... اور میرے دل و دماغ کو اس پر اسراریت نے مائوف کر دیا تھا میں........... میں تو بس اس پر اسرار متحرک پیکر کو دیکھ رہا تھا پھر سنگی زینہ پر ہلکے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ عورت اوپر میرے باپ کے کمرہ کی طرف جا رہی تھی........... پھر میں بھی ایک نامعلوم کشش سے اس کے پیچھے کھنچتا چلا گیا۔

وہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت گلابی رنگ کے پائوں میرے باپ کے پلنگ کے پاس آ کر رک گئے۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی عطر کی تیز خوشبو پھیل گئی........... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خوشبویات کا سیلاب سا اُمڈ آیا ہے۔ میں

www.ksars.org

نے باپ کی پائنتی پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر اس کی طرف بڑھادی۔ وہ عورت اس ہی طرح برقعہ میں لپٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی............کرسی کھینچنے کی آواز پر میرے باپ نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھا............نقاب کے اندر دو پر کشش اور نہایت ہی تیز روشن آنکھیں چمک رہی تھیں اور جب ان کی تھکی ہوئی آنکھیں برقعہ میں سے جھانکتی ہوئی ان پر کشش آنکھوں سے ملیں تو ان میں بھی ایک عجیب طرح کی روشنی سی پیدا ہو گئی اور میرے باپ نے کچھ کہنے کی خاطر لب کھولے لیکن کمزوری کی وجہ سے بول نہ سکے۔

پھر جوں جوں رات گہری ہوتی چلی گئی۔ میرے باپ کے دوست اور کارندے بھی رخصت ہونے لگے۔ سب سے آخیر میں ڈاکٹر نے صبح ہی صبح آنے کا وعدہ کیا۔ اور رخصت ہو گیا۔

☆××××××××××☆

اب کمرہ میں ہم تین آدمی تھے............چچازاد نے کچھ دیر ستانے کے بعد دوبارہ بولنا شروع کیا۔

میں............میرا باپ اور............پراسرار پیکر۔

میں نے سوچا............شاید یہ میرے باپ کی دوست ہے اور............تنہائی میں کچھ کہنا چاہتی ہے۔
لہٰذا خاموشی سے باہر نکل آیا اور راہداری میں ٹہلنے لگا............میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی باہر آ جائے گی لیکن وہ باہر نہیں آئی اور ساری رات انتظار میں گزر گئی۔

پھر جب صبح کاذب کا اجالا آسمان کے افق پر نمودار ہونے لگا تو وہ عورت باہر نکل آئی۔ زینہ سے اترتے ہوئے ہلکی آہٹ کو سن کر میں نے اس کی طرف دیکھا پھر گھوڑے کے دوڑنے اور گھنٹیاں بجنے کی آواز سے تمام ماحول نہایت ہی پراسرار ہو گیا تھا۔

آپ نے والد سے اس عورت کے بارے میں معلوم کیا............اختر نے جو بڑی ہی توجہ سے یہ سب کچھ سن رہا تھا اچانک پوچھا۔

www.ksars.org

ہاں............چچازاد نے جواب دیا............اس عورت کے چلے جانے کے بعد میں اپنے باپ کے پاس گیا تھا............میں نے پوچھا کہ ابا جان یہ عورت کون تھی؟............جواب میں باپ نے ہونٹوں کو جنبش دی لیکن آواز حلق سے نہیں نکلی۔ وہ چند دنوں میں ہی سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے تھے۔

www.ksars.org

حالات میں تبدیلی

آپ نے کسی بھی طرح سے اس عورت کے بارے میں نہیں جاننا چاہا............اختر نے تجسس سے پوچھا۔

نہیں۔ یہ بات نہیں............چچازاد نے جواب دیا............میں نے ملازموں سے معلوم کیا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ رات کو ضرور کسی نے کوچوان سے بات کی ہو گی............لیکن ان سب کا یہی کہنا تھا............کہ ان میں سے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ کوچوان سے بات کر سکتے............اور بوڑھا کوچوان ماحول سے بے خبر رات بھر گاڑی کے پائیدان پر بیٹھا رہا۔

ملازم آدھی رات گزرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

کمال ہے............اختر نے حیرانگی سے کہا۔

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات اگلے روز پیش آئی............چچازاد نے قدرے مسکرا کر کہا۔

وہ کیا............اختر نے جلدی سے پوچھا۔

رات بھر جاگنے کی وجہ سے میرا دماغ بوجھل ہو گیا تھا............اگلے روز صبح سویرے سخت نیند آ گئی اور میں اپنے کمرہ میں مسہری پر جا کر بے خبر سو گیا۔

پھر............دوسرے دن میری آنکھ گھنٹیوں کی آواز سن کر کھل گئی............میں کچھ دیر بستر پر لیٹا۔ اس آواز کو سنتا رہا پھر یک لخت بستر سے اٹھا اور دروازہ پر آ گیا............وہی بھورا گھوڑا اور کالی گاڑی سنگ مرمر کی سیڑھیوں

www.ksars.org

کے پاس آکر رک گئی.........کل کی طرح ویسے ہی کوچوان نے دروازہ کھولا اور ویسے ہی گہرے سرخ رنگ کے برقعہ میں ملبوس پیکر نکلااور خراماں خراماں سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

یہ وقت تھا۔ جبکہ سورج مغرب میں چھپ چکا تھااور شفق کی سرخی کورات کی تاریکی اپنی آغوش میں سمیٹ رہی تھی.........اس شام بھی میرے باپ کے دوست کمرہ میں موجود تھے.........اور ڈاکٹر پوری توجہ سے میرے باپ کو دیکھ رہا تھا.........ان سب کے چہرے تھکے ہوئے اور افسردہ تھے۔شام ہوتی جارہی تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں گیا۔ان سب کی نگاہیں بستر پر میرے بیمار باپ پر مرکوز تھیں۔اور وہ عورت.........میرے باپ کے سرہانے بیٹھی روشن آنکھوں سے اسے دیکھے جارہی تھی۔

آپ نے اس بار بھی اس عورت سے بات نہیں کی.........اختر نے پوچھا۔

جب.........میں کمرہ میں داخل ہوا تو ماحول پر ایک پراسرار سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور اس سناٹے میں کسی بھی شخص نے اس عورت کی طرف توجہ نہیں دی.........چچازاد نے بتایا.........فضاء میں پھیلی ہوئی خوشبویات نے ہر شخص کے ذہن کو ایسا مست کر دیا تھا کہ ان میں کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہی.........میرے دل میں بار بار یہ امنگ سی اٹھتی تھی کہ اس عورت سے بات کروں.........لیکن نہ جانے وہ کونسی طاقت تھی جو مجھے اس سے بات کرنے سے روک رہی تھی.........میں اس ماحول سے خوفزدہ ہونے لگا تھا کہ اچانک ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

قریب آجائو.........تمہارے باپ کا آخری وقت آپہنچاہے.........اس کی نبض ڈوب رہی ہے۔

میں تیزی سے آگے بڑھااور باپ کی پٹی سے لگ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

اسی دوران سرخ رنگ کے برقعہ سے ایک نہایت ہی خوبصورت ہاتھ نکلااور مخروطی انگلیوں نے میرے باپ کی پیشانی کو آہستہ سے پکڑ لیا۔

www.ksars.org

اس عورت کا ہاتھ پیشانی سے لگتے ہی میرے باپ نے آنکھیں کھول دیں...........وہ مجھے اپنے قریب پا کر پوری قوت سے بولے۔

بیٹا! میں اب نہیں بچ سکوں گا...........تمہارے کمرہ کی الماری میں ایک نہایت ہی قیمتی ہیرا رکھا ہوا ہے...........میرے بعد یہاں کی تمام چیزیں فروخت کر کے...........اپنے رشتہ داروں کے پاس لوٹ جانا...........یہ عمارت منحوس ہے...........اس عمارت نے...........تمہاری ماں کو مجھ سے جدا کر دیا...........اور اب مجھے تم سب سے جدا کر رہی ہے...........یہاں...........موت کا فرشتہ...........صورت...........میں آتا ہے۔

میرے باپ نے بڑی مشکل سے آخری الفاظ ادا کئے اور اس کی گردن ڈھلک گئی...........میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ بس ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔

میں نے کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت کی طرف دیکھا...........لیکن کرسی خالی تھی اور زینہ پر سرخ رنگ کا برقعہ آہستہ آہستہ نظروں سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ جس طرح سے آسمان پر پھیلی ہوئی شفق کی سرخی سمٹتی چلی جاتی ہے...........پھر ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر میرے باپ کی آنکھیں بند کیں اور اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے سسکیاں نکلنے لگیں...........

اس ماحول میں جہاں ہر ایک کو موت کی موجودگی کا احساس تھا۔ بلند آواز میں گھنٹیوں کے بجنے اور گھوڑے کے دوڑتے وقت ٹاپوں کی آواز ہر ایک نے سنی...........پھر یہ آواز رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی بتدریج دور ہوتی چلی گئی۔

اس کا مطلب ہے وہ عورت موت کا فرشتہ تھی۔ اختر نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔

میرے باپ کے آخری الفاظ اور اس عورت کی پراسرار آمد و روانگی سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے...........بہر حال میں نے باپ کی وصیت کے مطابق الماری سے ہیرا نکالا۔

www.ksars.org

یہ کہہ کر انہوں نے سرہانے کی جانب سے بستر کے ایک کونہ کو تھوڑا سا الٹا اور چاندی کی بنی ہوئی، ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر اختر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے...........اس میں وہ نہایت ہی قیمتی ہیرا ہے۔ جس کی مالیت لاکھوں روپے ہے۔

اختر نے ڈبیہ ان کے ہاتھ سے لے کر کھولی۔ اس میں واقعی ایک نہایت قیمتی ہیرا جس کی جسامت کبوتر کے انڈے جتنی ہو گی اور پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا...........اختر نے چند لمحہ اسے دیکھا اور پھر ڈبیہ بند کر کے واپس دے دی۔

چچازاد بھائی نے ڈبیہ اس کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ پہلے والی جگہ پر رکھ دی اور بولے میں نے نہ صرف اس عمارت کا سارا سامان فروخت کر دیا۔ بلکہ عمارت ہی فروخت کر دی اور اپنی بہن کو لے کر واپس اسی شہر میں چلا آیا۔

یہاں میرے باپ کے تمام رشتہ دار رہتے ہیں۔ لہٰذا میں نے اسی محلہ میں مکان خرید کر رہائش اختیار کر لی...........لکھنؤ والی عمارت بیچنے سے میرے پاس اتنی دولت آگئی تھی کہ ذریعہ معاش کی فکر نہ رہی۔ میں نے عذرا کو تعلیم دلائی۔ میرا خیال تھا کہ خاندان والے مجھے یتیم سمجھ کر بخوشی قبول کر لیں گے...........لیکن انہوں نے آج تک میرے باپ کی غلطی کو معاف نہیں کیا۔

عجیب بات ہے...........اختر نے گہرا سانس لے کر کہا۔

برادر عزیز...........چچازاد نے اسے پیار سے مخاطب کیا...........یہ تھا میری زندگی کا کچا چھٹا جو کہ میں نے تمہیں صاف صاف سنا دیا...........پھر وہ افسردگی سے بولے مجھے اپنی تو فکر نہیں...........لیکن عذرا کی فکر کھائے جا رہی ہے کیونکہ آج کل میں اکثر پھر ویسی ہی گھنٹیوں کی آواز سنتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ موت کا وہ پیکر کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔

www.ksars.org

اللہ نہ کرے............اختر نے دعائیہ لہجہ میں کہا............پھر ناگواری سے بولا............مجھے آپ کے بارے میں خاندان والے ہمیشہ غلط بتاتے رہے ہیں............لیکن آج معلوم ہوا کہ آپ کا جرم کچھ بھی نہیں ہے۔

خاندان والے آج تک حسب نسب کو سینہ سے لگائے بیٹھے ہیں............چچازاد نے اسی طرح افسردگی سے کہا۔ تم کو پڑھا لکھا اور آزاد خیال سمجھ کر آج اپنی زندگی کی سب سے بڑی تمنا کا اظہار کیا ہے۔

میں............میں............عذرا سے شادی کروں گا............اختر نے اعتماد سے کہا۔

اللہ تمہیں سلامت رکھے............چچازاد بھائی نے خوش ہو کر دعا دی۔ تم نے مرنے سے پہلے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔

آپ جب چاہیں............اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں............اختر نے شرما کر کہا۔

میں مرنے سے پہلے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں............انہوں نے پیار سے کہا............تم قاضی اور محلے کے دو چار آدمیوں کو لے کر جمعہ تک آ جائو۔

ٹھیک ہے............اختر نے جواب دیا اور کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ بعد نماز جمعہ میں آ جائوں گا۔

اسی ہفتہ جمعہ کے دن اختر نے تمام خاندان والوں کی مخالفت کے باوجود عذرا سے شادی کر لی اور اس کا بھائی شادی کے دو ہفتہ بعد انتقال کر گیا۔

عذرا نہ صرف خوبصورت تھی بلکہ خوب سیرت بھی تھی۔ اس نے اختر کو پیار سے ایسا گرویدہ کیا کہ وہ ''ساوتری'' کو بالکل ہی بھول گیا۔ ابھی ان دونوں میاں بیوی نے ہمدم و دمساز بن کر صرف ایک سال ہی گزارا

www.ksars.org

تھا.......... کہ "آزادی" کی تحریک اٹھی.......... اور ان علاقوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے۔ آگ اور خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔ مسلمانوں کے جان ومال کا کوئی تحفظ نہیں تھا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کی بھاری قیمت چکانا پڑی۔

جب انہوں نے دیکھا کہ جان ومال کے ساتھ عزت و آبرو بھی محفوظ نہیں رہی.......... تو اپنی اس سرزمین کو خیرباد کہہ دیا۔ جس کی خاک میں ان کے آباؤاجداد کی ہڈیاں دفن تھیں۔ اور جس کی دھول میں ان کی ثقافت کی سینکڑوں سال پرانی تصاویر۔

اختر اپنی بیوی عذرا کے ہمراہ رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور اس سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا۔

جسے "پاک" کی نسبت سے "پاکستان" کہا جاتا تھا۔

شہر سے نکلنے کے بعد اس نے حسرت بھری نظروں سے اس شہر پر نظر ڈالی جہاں وہ پیدا ہوا تھا.......... جہاں اس کے ماں باپ دفن تھے.......... جہاں اس نے بچپن گزارہ تھا.......... پیدائش سے لے کر اب تک تمام واقعات اس کی نظروں کے سامنے فلم کی طرح گزر گئے۔

آج وہ شہر سے رخصت ہو رہا تھا کیونکہ اس شہر میں انسان انسان کا دشمن بن گیا تھا۔ اکثریت والے لوگ اقلیت والوں کے مکانوں کو دوکانوں کو حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر رہے تھے.......... وہ انسان جو دو نظریہ کی بنیاد پر سینکڑوں برس سے ایک ساتھ رہتے آرہے تھے.......... جن میں فرشتوں جیسی پاکیزگی تھی.......... یکایک شیطان بن گئے تھے۔

آزادی.......... یہ کیسی آزادی تھی۔ اس نے حسرت سے اپنے شہر پر الوداعی نظر ڈالی۔ رات کی تاریکی میں شہر جل رہا تھا اس کے شعلے آسمان تک پہنچ رہے تھے۔ اس کے کانوں نے عورتوں بچوں اور مردوں کی کرب ناک چیخیں سنیں

www.ksars.org

☆xxxxxxxxxxx☆

برصغیر کی تقسیم کے وقت جو خون آشام ہنگامہ آرائی ہوئی تھی............وہ ختم ہو گئی............اور پھر سے جلی ہوئی عمارتیں تعمیر ہونے لگیں............لوگوں نے دیکھا کہ نظریہ کی اس آگ میں ان کا دامن بھی جھلسا ہوا ہے۔

شیو بھگوان کا مندر بھی زمین بوس ہو چکا تھا۔ اس کی دیواریں منہدم ہو چکی تھیں اور بکھری ہوئی اینٹیں ہر طرف بکھری ہوئی تھیں۔ شیو بھگوان کی مورتی اس طرح ٹوٹ کر بکھر گئی تھی............کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی ماہر جراح نے اس کے اعضاء کو نہایت ہی سلیقہ سے جدا کر کے رکھ دیا ہے۔

جب سورج کی شعاعوں نے مکانوں کی چھتوں اور دالانوں میں اپنا دامن پھیلایا تو پنڈت ہری رام ایک چرواہے کے روپ میں نمودار ہوا۔ اس کی ہیئت دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ شیو بھگوان کا مہان پجاری ہے۔ اس کے جسم پر بوسیدہ لباس تھا۔ چہرہ اور سر کے بال آپس میں اس طرح باہم مل گئے تھے کہ صرف آنکھیں اور ناک ہی نظر آتی تھی............اس کے ساتھ صرف ایک گائے تھے............سرمئی رنگ کی اس گائے کے ساتھ اس نے ویرانوں میں پانچ سال گزار دیئے تھے............اس کی غذا صرف گائو ماتا کا دودھ تھا۔

وہ شیو بھگوان کے کھنڈر شدہ مندر کے احاطہ میں داخل ہوا۔ اس نے حسرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کھنڈر پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کبھی شیو بھگوان کی مورتی نصب تھی............لیکن اب اسی جگہ بے جان مجسمہ کے ٹوٹے ہوئے اعضاء فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔

شیو بھگوان کے اس پوتر مندر اور خود شیو بھگوان کو دیکھ کر اس کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا لگا............اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن سے لپٹا ہوا ''جذبہ'' بیدار ہو گیا............اس کے شعور نے ایک دم سے زبردست انگڑائی لی............یہ انگڑائی ایسی دلفریب تھی کہ اس کا دماغ چٹک گیا............اور اعتقاد و یقین کی اس درز میں سے اس نے جھانکنا شروع کر دیا۔

www.ksars.org

وہ شیو بھگوان کے ٹوٹے ہوئے پائوں دیکھنے لگا...........یہ وہی پائوں تھے جو فخر و عظمت کے ساتھ کھڑے تھے۔ اور ان ہی چرنوں میں کنواری کنیائوں نے اپنی آرزوئوں اور تمنائوں کے چراغ روشن کئے تھے۔ یہ وہی پوتر چرن تھے جن کی پتھریلی انگلیوں پر ان روشن جمال استریوں کی پیشانیوں کے نشان تھے۔ جو ماتھے پر سہاگ کی بندیا سجا کر اپنے ہی پتی دیوتائوں کی سلامتی مانگتی تھیں اور شیو بھگوان آج خود اس حال میں تھے کہ کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا۔

ماورائی طاقتوں کا عظیم دیوتا جس کے سامنے لوگ سرنگوں ہوتے تھے۔ آج خود زمین پر ڈھیر تھا۔

پھر اس کی نظر ان نقرئی چراغوں اور منقش آتش دانوں پر پڑی جو شیو بھگوان کی مورتی کو گھیرے رہتے تھے۔ اور جن کی ملگجی روشنی میں خوبصورت دیوداسیاں عقیدت و احترام کے ساتھ بھجن گاتے ہوئے رقص کرتی تھیں۔

یہ تمام مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک حقیقت بیان کر رہے تھے...........اس نے محسوس کیا کہ اس کا شعور اس نور کا جزو ہے جسے اللہ نے اپنی ذات سے جدا کیا تھا۔ اس کی روح شعور کی دراز سے چیخ اٹھی۔ اسے پہلی بار پیہم لرزشوں کا احساس ہوا...........اس کے اعتقاد و ایمان کا محل دھڑام سے نیچے آ گرا۔ اس کے شعور نے پہلی بار محسوس کیا کہ اس محل کی تو کوئی بنیاد ہی نہیں تھی۔ وہ تو بس کہاوتوں اور کہانیوں کی بے سروپا بنیادوں پر تعمیر کیا گیا تھا جن کے زیر اثر میں حقائق سے انحراف کرتا رہا۔

افسوس...........اس کے دماغ میں آواز ایکو ہوئی...........ہمیشہ لوگوں کی سنی سنائی کہاوتوں سے مرعوب ہوتا رہا۔ پتھر کے اس مجسمہ کو میں نے خود بھی سب سے بڑی طاقت جانا...........اور لوگوں کو بھی اس "جھوٹ" کا یقین دلایا۔

"اف میرا یہ نفس تعظیم و تکریم میں کہاں تک چلا گیا تھا۔"

www.ksars.org

میں نے آدھی زندگی روح کی پاکیزگی کے بغیر گزار دی............اور............اور شیو بھگوان کی مبالغہ آمیز شکتی حاصل کرنے کی خاطر زندگی کے پانچ سال ویرانوں میں گزار دیئے............لیکن اس تپسیا کا حاصل کیا ہوا............شیو بھگوان زمین بوس ہے............اور میں اس کی خستہ حالی سے پریشان ہو رہا ہوں۔

اس کے دل میں تسلی کی لہر اٹھی............اقرار ندامت کا جذبہ بیدار ہوا............نہیں یہ سب جھوٹ ہے، فریب ہے اس کی روح نے کہا............پیر حاضر شاہ............تم کہاں ہو............تمہارا خدا کہاں ہے............کہ وہی سچا ہے۔ وہی عظیم ہے۔ روح کی بازگشت نے اس کی قوت سماعت کو بڑھا دیا............اس نے چونک کر اپنے اطراف میں نظر ڈالی............وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ایک بہت ہی پرانا معتقد موہن لال جو کہ زمیندار تھا اس کے چرنوں میں سر رکھے ہوئے ہے۔

مہاراج............آپ کے درشن کو میری آنکھیں ترس گئی تھیں۔ موہن لال فرط عقیدت سے کہہ رہا تھا۔ آپ کے درشن کو میری آتما بیاکل تھی۔

کھڑے ہو جائو............موہن لال............پنڈت ہری رام نے نہایت ہی رعب سے حکم دیا۔

اور اس کے ساتھ ہی موہن لال ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نگاہوں میں عقیدت کی چمک اور چہرہ پر خوشی نمایاں تھی............پنڈت ہری رام کو پہلی بار احساس ہوا کہ سچی خوشی کیا ہوتی ہے............اس کے نفس نے پہلی بار اسے احساس دلایا کہ اس کا مقام کیا ہے۔ وہ جب بھی اس بستی میں داخل ہوا۔ اس کے عقیدت مندوں نے بڑے ہی چائو سے اس کا سواگت کیا۔ یہ عقیدت............یہ عزت............یہ تعظیم............یہ احترام............وہ چیزیں تھیں جنہوں نے ہمیشہ پنڈت ہری رام کے نفس کا گھیرائو کئے رکھا............اور اس وقت بھی جبکہ وہ روحانیت کے دوراہے پر کھڑا صراط مستقیم کی طرف گامزن ہونے والا تھا۔ تو یہ موہن لال کہیں سے آٹپکا۔ اور ایک بار پھر وہ انہی پگڈنڈیوں پر گامزن ہو گیا جو کہ بظاہر قوی معلوم ہوتی تھیں۔

”لیکن حقیقت میں ناقص اور کمزور تھیں۔“

www.ksars.org

☆×××××××××××☆

آپ کہاں چلے گئے تھے مہاراج............موہن لال ہاتھ جوڑے گھگھیایا............زمانہ بدل گیا............اس دھرتی پر منش نے منش کا خون بہایا............

موہن لال............پنڈت ہری رام نے اس کی بات کاٹ کر مخاطب کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ موہن لال کیا کہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا شیو بھگوان کے بھرم کو قائم رکھتے ہوئے نہایت ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولا............ہم جانتے ہیں کہ اس دھرتی پر کیا ہوا............یہی وجہ تھی کہ میں نے اور شیو بھگوان نے اس دھرتی کو چھوڑ دیا تھا۔

کیا مطلب مہاراج............موہن لال نے حیرت سے پوچھا۔

ظاہری اسباب یہی بتاتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا............انسان کے اپنے ہاتھوں ہوا ہے۔

پنڈت ہری رام نے اسے سمجھایا............لیکن سب کچھ بھگوان کی منشا سے ہوتا ہے............پھر وہ نہایت ہی تکبر سے بولا............کیا اس دھرتی کے کسی منش میں اتنی شکتی ہے کہ وہ شیو بھگوان کے پوتر مندر کو مسمار کر دے اور اس کے سیوک کے استھان کو برباد کر دے۔

موہن لال کیا جواب دیتا۔ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

پر نتو یاد رکھ............وہ اس ہی انداز سے بولا............اس دھرتی پر منش کوئی حیثیت کوئی اہمیت کوئی شکتی نہیں رکھتا۔ جو بھی کچھ ہے وہ بھگوان اور اس کی شکتی پر ایئت کرنے والے بھگتوں کا ہے............یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ ہماری منشاء سے ہوتا ہے۔

www.ksars.org

بالکل سچ...........کہہ رہے ہو مہاراج...........موہن لال نے ہاتھ جوڑتے ہوئے تشکر سے کہا...........آج سے پانچ برس قبل آپ نے میرے بارے میں جو کہا تھا سچ نکلا...........اب میں بہت بڑا ہو گیا ہوں...........آپ کی پرارتھنا سے لکشمی نے میرے گھر میں ڈیرہ جمالیا ہے۔

پر اب ہم کیا کریں...........پنڈت ہری رام نے لاپروائی سے کہا۔

آپ...........آپ میرے گھر چلئے مہاراج...........موہن لال نے خوشامد سے کہا...........آپ کی موجودگی میرے لئے باعث برکت ہو گی...........پھر وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا...........اب آپ یہاں کس طرح رہ سکتے ہیں۔

موہن لال نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس کی تجویز معقول تھی...........شیو بھگوان کے اس تباہ شدہ مندر میں وہ کس طرح رہ سکتا تھا...........اس وقت اس کے اس عقیدت مند نے "دعوت" دے کر اس کی رہائش کا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ پنڈت ہری رام نے کوئی جواب دینے کے بجائے گائے کو ایک مخصوص آواز سے بلایا۔

گائے اس کی آواز سنتے ہی چلی آئی...........پنڈت ہری رام نے اس کی گردن پر پڑی ہوئی سرخ رنگ کی چھوٹی سی دوڑی کو پکڑ اور بغیر کچھ کہے مندر کے احاطہ کے باہر کی طرف چل دیا...........موہن لال اس کے پیچھے پیچھے ایک سچے عقیدت مند کی طرح چل رہا تھا۔

احاطہ کے باہر موہن لال کی کار کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پنڈت ہری رام نے رعب کے ساتھ کہا...........دیکھتا نہیں ہے...........میرے ساتھ کون ہے...........اس کا اشارہ گئوماتا کی طرف تھا۔ موہن لال کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے گائے کی پیشانی کو چھو کر اسے ڈنڈوت کیا۔ اور پھر گاڑی کا دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور پھر ڈرائیور اس کی گاڑی لے کر چلا گیا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

موہن لال ایک غریب کسان کا بیٹا تھا۔ وہ اپنی مفلسی دور کرنے کی خاطر ''شیو بھگوان'' کے مندر میں آیا کرتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ''شیو بھگوان'' کی سیوا کرنے سے اس کی قسمت پلٹ جائے گی............یہیں اس کی ملاقات مہان پجاری پنڈت ہری رام سے ہوئی تھی۔

پنڈت ہری رام نے اس کی ''سیوا'' سے خوش ہو کر اچھے دن پھر جانے کی دعا دی تھی۔ اب یہ اس کی دعا کا نتیجہ تھا یا گردش حالات کا کہ تقسیم ہند کے بعد جب لوگوں نے سکون کا سانس لینا شروع کیا۔ تو وہ امیر ترین آدمی بن چکا تھا............اور اب............وہ موہن لال کے بجائے سیٹھ موہن لال کہلانے لگا تھا۔

اس کے پاس سینکڑوں ایکڑ زرعی اراضی تھی۔ جس پر وہ کپاس کی کاشت کرتا تھا۔ اور پھر وہی کپاس شہر میں واقع اس کے ''موہن لال مل'' میں لائی جاتی تھی۔ جہاں سینکڑوں مزدور اپنے ہی جیسے انسانوں کا تن ڈھانپنے کی خاطر کپڑا بننے میں لگے رہتے تھے۔

اب اس کے پاس بھگوان کی دیا سے سب کچھ تھا۔ مل کے احاطہ ہی میں اس کی دو منزلہ نہایت ہی شاندار اور آرام دہ کوٹھی تھی............جس کی نچلی منزل میں آخری کونے میں اس نے لکشمی دیوی کا چھوٹا سا مندر بھی بنوا رکھا تھا۔ اور ہر روز صبح ہی صبح وہ اشنان کر کے اس دیوی کے درشن کرنے کے بعد اپنے کام کا آغاز کرتا تھا............اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ لکشمی دیوی کی برکتوں کا نتیجہ ہے کہ پیسہ آسمان سے برستا ہے۔

اس کے پاس سب کچھ تھا............لیکن اولاد نہیں تھی............وہ اپنی زندگی کا سفر نہایت ہی اطمینان بخش طریقہ سے طے کر رہا تھا لیکن اولاد نہ ہونے کا غم اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔ لاکھوں اور کروڑوں کی اس جائیداد کا مالک صرف اور صرف وہی تھا۔ اس کے بعد............کوئی نہیں تھا۔

اس ہی خواہش کی خاطر اس نے اپنی خوبصورت دھرم پتنی کو شیلا کا علاج پیرس اور امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں کرایا۔ بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ان دونوں میاں بیوی میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہے لیکن ان کی خوشیوں میں کبھی اضافہ نہیں ہوا۔

www.ksars.org

کوشیلا بھی موہن لال کی طرح دہقان کی بیٹی تھی۔ اور ہندو سماج کے مطابق کم عمری ہی میں موہن لال سے بیاہ دی گئی تھی..........شادی کی پہلی رات سے لے کر آج تک اس کے دل میں اولاد کی تمنا رہی۔ اس کی ہم عمر سکھیاں شادی کے سال بعد ہی نہ صرف ماں بن گئیں بلکہ ان کی اولاد بھی جوان ہو چکی تھی۔

کوشیلا کے دل میں ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اولاد کی جتنی شدید تمنا تھی اتنی شاید موہن لال کو نہیں تھی..........موہن لال تو صرف اپنی جائیداد کا وارث چاہتا تھا جبکہ کوشیلا کو اپنی محبت کا طلبگار چاہئے تھا جو ماں کہہ کر اس کے سینہ سے لپٹ جائے۔ جو اپنا غم اور خوشی سب کچھ اس سے کہہ لے اور..........اور..........جس کی وہ بے جا ضدوں کو پوری کرتی رہے..........وہ اسے ڈانٹتی رہے..........اور وہ ماں کہہ کر اس کی آغوش سے لپٹتا رہے۔

اپنے جذبہ محبت کی اس تسکین کی خاطر جب وہ امریکہ سے واپس لوٹی تھی تو ایک نہایت ہی خوبصورت کتیا کے بچے کو بھی لے آئی تھی..........اور پھر اس کی تمام تر محبت اس کتیا کے بچے کی طرف منتقل ہو کر رہ گئی تھی..........اور اب تو کتیا کا وہ بچہ بھی ''جوان کتیا'' بن چکی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی جبلی فطرت کا اظہار بھی کر دیتی تھی۔ موہن لال کو اپنی دھرم پتنی کے جذبات کا احساس تھا۔ لیکن اس معاملہ میں وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔

ہر طرح کے طریقہ علاج سے مایوس ہو کر ایک بار پھر اس نے پنڈتوں اور جوگیوں کا سہارا لیا۔ لیکن وہ سب ٹھگ نکلے۔ اور کوئی بھی اسے اولاد کی نعمت سے مالا مال نہ کر سکا۔ اور پھر اس کا دل پنڈت ہری رام کی یاد میں تڑپنے لگا۔ لیکن شیو بھگوان کا مندر تباہ ہو چکا تھا اور پنڈت ہری رام جس کی دعا کے کارن وہ امیرانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

www.ksars.org

www.ksars.org

کوشیلا

اب یہ اس کی عقیدت تھی یا پنڈت ہری رام سے والہانہ لگاؤ کہ وہ جب کبھی بھی اپنی فیکٹری سے زمینوں کا معائنہ کرنے جاتا تھا۔ تو ایسے راستہ سے گزرتا تھا جس کے بیچ میں شیو بھگوان کا مندر پڑتا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو حکم دے رکھا تھا کہ شیو بھگوان کے مندر کے پاس چند لمحوں کے لئے گاڑی روک لیا کرے۔ اور جب ڈرائیور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا تھا تو وہ کار میں بیٹھے ہی بیٹھے شیو بھگوان سے اولاد کے لئے پرارتھنا کرتا تھا۔

اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ معمول کے مطابق کار روک کر پرارتھنا کرنا چاہتا تھا کہ اس نے زمین بوس مندر کے احاطہ میں کسی سادھو کو کھڑے دیکھا۔ وہ فوراً ہی کار سے اتر آیا.......... سادھو سینہ پر ہاتھ باندھے شیو بھگوان کی شکستہ مورتی کے پاس کھڑا تھا۔ اور وہ قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سادھو اس کا پرانا محسن پنڈت ہری رام تھا۔ اور اس نے فرط عقیدت سے اس کے چرنوں میں ماتھا ٹیک دیا تھا۔

ایک بار پھر بھگوان نے اس کی آشا پوری کرنے کے لئے اپنے سیوک کو بھیج دیا تھا۔ اور اس طرح پنڈت ہری رام سے اچانک ملاقات ہونے کے بعد وہ اسے اپنے گھر لے آیا تھا۔

☆××××××××××☆

پنڈت ہری رام سیٹھ کے ہمراہ اس کی بڑی سی کوٹھی میں داخل ہوا۔ اور سیٹھ موہن لال اسے لئے ہوئے سیدھا عمارت کے اس حصہ کی طرف چل دیا جہاں اس نے لکشمی دیوی کا مندر بنا رکھا تھا۔ جس وقت وہ اندر داخل ہوا تو یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ کوشیلا لکشمی دیوی کے چرنوں میں سر جھکائے بیٹھی ہے۔

www.ksars.org

مہان دیوی............جب سے تو نے ہمیں درشن دیئے ہیں ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں رہی لیکن میں ایسی دولت کا کیا کروں۔ جس میں سکھ نہیں۔ میرے من کو سکھ تو صرف اولاد کا پیار ہی دے سکتا ہے۔

مہان لکشمی............تو دولت لے لے لیکن مجھے اولاد دے دے............میری گود بھر دے۔

سیٹھ موہن لال اور پنڈت ہری رام دروازے پر کھڑے ہو کر اس کے دل کی آواز سن رہے تھے۔ کوشیلا کی پیٹھ ان دونوں کی طرف تھی۔ اس کے سیاہ بال پیٹھ پر مور کے پنکھ کی مانند پھیلے ہوئے تھے۔ کوشیلا............سیٹھ موہن لال نے اسے بڑے پیار سے پکارا............دیکھ تو تمہارے دوارے کون آئے ہیں۔ اپنے دھرم پتی کی آواز پر کوشیلا نے لکشمی دیوی کے چرنوں سے سر اٹھایا............اور بیٹھے بیٹھے ہی گردن موڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

پنڈت ہری رام کو یوں محسوس ہوا جیسے لکشمی دیوی اس کے سامنے موجود ہو۔ "ساوتری" کے بعد یہ دوسرا حسین چہرہ تھا۔ جس سے وہ متاثر ہوا تھا۔ ساوتری کو شیو بھگوان کی دیوداسی بنا کر وہ اس کا مالک ہو جاتا کیونکہ شیو بھگوان کے مہان پجاری کو یہ اختیار حاصل تھا............لیکن اس معاملہ میں جو کچھ بھی ہوا بالکل غیر اتفاقی اور اس کے ارادے کے بر خلاف ہوا تھا۔

پریم کا سبق اسے پیر حاضر شاہ نے پڑھایا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس نے پریم کا مطلب کچھ اور سمجھا۔ بہر حال............اس وقت کوشیلا اس کے سامنے "سیتا" کے روپ میں حسن کی دیوی بن کر کھڑی تھی۔

پنڈت ہری رام نے چند قدم آگے بڑھائے اور سرو قد کوشیلا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ کوشیلا نے سفید بے داغ ساڑھی باندھ رکھی تھی۔ اس نے پنڈت کے احترام میں سر کو ساڑھی کے پلو سے چھپایا اور گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

یہ میری دھرم پتنی کوشیلا ہے............سیٹھ موہن لال نے آگے بڑھ کر پنڈت ہری رام کو بتایا۔

www.ksars.org

ہم جانتے ہیں.........پنڈت ہری رام نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔ پھر اس کے سر پر اپنا داہنا ہاتھ رکھ کر آشیر واد دے کر بولا.........ہم لوگوں کے من کی آشا کو جانتے ہیں۔ تیری ناری کی کیا آشا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے.........اور جب تک تیری دھرم پتنی کے من کی اچھا پوری نہیں ہو جاتی.........لکشمی دیوی کے چرن ہمارا استھان ہو گا.........اب تم جائو اور ہمیں گیان دھیان کرنے دو۔

پنڈت ہری رام کا حکم سنتے ہی دونوں میاں بیوی نے ہاتھ جوڑ کر اسے ڈنڈوت کیا اور کمرہ سے باہر نکل آئے۔

پنڈت ہری رام کے آرام و آسائش کا جتنا خیال ان دونوں میاں بیوی نے رکھا تھا۔ شاید اپنے ماتا پتا کا بھی اتنا خیال نہیں رکھا ہو گا۔

☆××××××××××☆

سیٹھ موہن لال نے کوشیلا کو بتا دیا تھا کہ یہ وہی مہان گیانی پنڈت ہری رام ہے جس کی بھکشا کے کارن وہ نہایت ہی مسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں.........اور کسی نہ کسی دن موقع دیکھ کر ان سے اولاد کی خواہش بھی بیان کر دی جائے گی۔

کوشیلا کو دیکھنے کے بعد پنڈت ہری رام کو کسی پل قرار نہیں تھا.........وہ حسن کے اس مجسمہ سے اپنے بے چین دل کی تسکین کرنا چاہتا تھا.........لیکن.........حالات کے سامنے مجبور تھا.........کیونکہ وہ نہ تو کنواری کنیا تھی اور نہ ہی بیوہ جسے با آسانی دھرم کی بھینٹ چڑھایا جا سکتا۔

لیکن.........لیکن.........یہ موہن لال اسے اپنے گھر کیوں لے آیا.........پنڈت ہری رام نے سوچا.........کیا وہ اس طرح اس کی دعا کا احسان اتارنا چاہتا ہے.........لیکن اس قسم کی دعائیں تو اس نے اور دوسرے لوگوں کو بھی کئی بار دی تھیں پھر.........پھر.........کیا بات ہے کہ سیٹھ موہن لال اسے اپنے گھر لے آیا۔

www.ksars.org

لیکن وہ جانتا تھا کہ اس دھرتی پر بلا کسی کارن کے منش کسی کے کام نہیں آتا۔

اس ہی سوچ و فکر میں کئی دن گزر گئے۔

پنڈت ہری رام صبح سویرے لکشمی دیوی کی پوجا پاٹ سے فارغ ہونے کے بعد مندر کے باہر آجاتا تھا.........جہاں ایک طرف اس کی مخصوص گائے کھڑی جگالی کر رہی ہوتی تھی۔

سیٹھ موہن لال نے پنڈت کے ساتھ ہی ساتھ اس کی خاص گائے کی خوراک کا بھی انتظام کر دیا تھا.........اور پنڈت ہری رام ہر روز صبح و شام اپنے ہاتھ سے اسے کھلاتا تھا اور گائے بھی اس کے ہاتھ سے چارہ کھانے کی ایسی عادی ہو گئی تھی کہ کسی دوسرے کے دیئے ہوئے چارہ کو منہ تک نہیں لگاتی تھی۔

سیٹھ موہن لال اور اس کی دھرم پتنی کے خیال میں وہ بھی دھرم ماتا تھی۔

☆×××××××××××☆

سیٹھ موہن لال کے کلب جانے کا وقت ہو گیا تھا.........وہ وائیل کا کرتا اور وائل ہی کی نئی دھوتی باندھے ہوئے اوپر کی منزل سے نہایت تیز رفتاری سے اترا.........اور کوٹھی سے کچھ ہی فاصلہ پر کھڑی ہوئی نئی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ شام کو وہ جب بھی کلب جاتا تھا تو ڈرائیور کو ساتھ نہیں لیتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ملازم لوگ اپنے فائدہ کی خاطر مالکن کو غلط ملط باتیں بتا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔

ابھی اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے گیئر ہی ڈالا تھا کہ لکشمی کے مندر سے پنڈت ہری رام ہاتھ میں موٹے موٹے دانے کی مالا لئے نمودار ہوا۔ اس کی دونوں آنکھیں بند تھیں اور مالا کے دانوں پر تیزی سے انگلیاں چل رہی تھیں۔

موہن لال.........اس نے اپنی پاٹ دار آواز میں اسے مخاطب کیا۔

www.ksars.org

اپنا نام سنتے ہی سیٹھ نے آواز کی طرف دیکھا............وہ یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ پنڈت ہری رام اندھوں کی طرح آنکھیں بند کئے اس کی طرف بالکل ایسے انداز میں آرہا تھا جیسے دیکھ رہا ہو۔ لکشمی دیوی کے مندر سے لے کر سیٹھ موہن لال کی کار تک ایک طویل راستہ تھا۔ جس میں جابجا درخت لگے ہوئے تھے............لیکن پنڈت ہری رام اس طرح سے چل رہا تھا جیسے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہو............اس کے اس کرشمہ سے سیٹھ موہن لال حیرت زدہ رہ گیا۔ پنڈت ہری رام آنکھیں بند کئے ہوئے سیٹھ موہن لال کی کار کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

کیا آگیا ہے پنڈت جی............موہن لال نے کار میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔

"موہن لال" پنڈت ہری رام نے بند آنکھوں سے کہا............تو کہاں جا رہا ہے؟ ہم جانتے ہیں لیکن یاد رکھ سنسار میں شانتی اس ہی سے ملتی ہے جب من میں شانتی ہو............پھر وہ تھوڑا سا رکا اور دوبارہ بولا............تیرے من میں ایک آشا انگڑائی لے رہی ہے............ذرا سوچ تو............تیرے لگن کو کتنے برس بیت چکے ہیں............اس نے ہوا میں تیر پھینکا۔

سیٹھ موہن لال نہایت ہی توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر تھے اور آنکھوں میں عقیدت کی چمک نمودار ہو گئی تھی۔

موہن لال............میں تیری جنم پتری دیکھ رہا ہوں............پنڈت ہری رام اسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے بولا۔ لکشمی دیوی تجھ سے خوش ہے اور اس ہی کارن اس نے تجھے مایا سے بھر دیا ہے............پرنتو۔ یاد رکھ مایا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ مایا سے شریر کو تو سکھ مل سکتا ہے مگر............

آپ............آپ بالکل سچ کہہ رہے ہیں............سیٹھ موہن نے عقیدت بھرے لہجہ میں اس طرح سے کہا۔ جیسے پنڈت نے اس کے دل کی بات جان لی ہو۔ پھر اس نے گاڑی کا انجن بند کیا اور باہر نکل کر بولا۔

آپ گیانی ہو مہاراج............آپ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام نے جب دیکھا کہ موہن لال اس سے متاثر ہے تو کنٹھ مالا کو ہوا میں لہرا کو بولا۔

"اس سے ہم بھگوان کی آگیا سے تیرے پاس آئے ہیں تا کہ تجھے سیدھا راستہ دکھادیں۔"

یہ سن کر تو موہن لال کا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً ہی پنڈت ہری رام کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔
مہاراج مندر میں چلئے یہاں آپ کو کھڑا دیکھ کر............

ہاں............ بھگوان کی باتیں بھگوان کے سامنے ہونا چاہئے۔ پنڈت ہری رام نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا اور پھر آنکھیں کھول کر اس کا ہاتھ جھٹک کر بولا............ میں اندھا نہیں ہوں۔

اس کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا لکشمی دیوی کے مندر کی طرف چل دیا۔ سیٹھ موہن لال کیونکہ بھاری بھر کم جسامت کا تھا۔ لہٰذا اس کا ساتھ نہیں دے سکا۔

مندر میں پہنچتے ہی پنڈت ہری رام نے لکشمی دیوی کے پاؤں کو پکڑ لیا اور اس وقت تک پکڑے رہا جب تک موہن لال دروازہ پر نہیں آ گیا............ دروازہ پر آہٹ پاتے ہی وہ بڑبڑایا............ لکشمی تو بھی دیوی ہے۔ بھگوان کی تو بھی سمپھل ہے............ تیرے دوار سے جو بھی آئے اس کی پرارتھنا سن۔

پھر وہ موہن لال کی طرف دیکھ کر بولا............ موہن لال لکشمی دیوی کے چرن کو چھوئو سیٹھ موہن لال نے فوراً ہی دونوں ہاتھوں سے لکشمی دیوی کے چرن کو چھوا............ انہیں اپنے ماتھے سے لگایا اور نہایت ہی احترام سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

پنڈت ہری رام نے کنٹھ مالا کو گلے میں ڈالا۔ اور موہن لال کی پیشانی پر نظریں جما کر بولا............ میں نے تیرا لگن اور مہورت بچار دیکھا ہے............ نیو شبھ گھڑی ہے............ تیرا جیون بڑا ہی سکھی ہے پر زحل اور مشتری گردش میں ہیں اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

www.ksars.org

وہ کیسے مہاراج؟...........سیٹھ موہن لال نے گھبرا کر پوچھا۔

چنتا نہ کر...........پنڈت نے اسے تسلی دی۔ تیرے لگن کا ستارہ عقرب ہے...........جو کہ ناگن سے بھی زیادہ شکتی مان ہے۔ تیرے بھاگ کی ریکھائیں بتاتی ہیں کہ........... من کی آشا پوری ہو گی...........بالک کے ساتھ ناری کا بھی مان بڑھے گا۔

بالک کا نام سنتے ہی سیٹھ موہن لال خوشی و حیرت سے بولا...........سچ۔

تیری استری...........اپنے روپ انوپ سے من رجھائے۔ دل لبھائے اور اپنی سنور تا سے اس سنسار میں اجالا پھیلائے........... جس منش کے دل میں اس کی سندر تا پریم کا دیپ جلائے۔ چاہئے کہ اس کے بھی من کو لبھائے۔

پنڈت ہری رام نہایت چالاکی سے اپنے مطلب کی بات کہہ گیا........... سیٹھ موہن لال کو تو کہیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ انسان نہیں بھگوان بول رہا ہو........... لیکن آخری جملہ پر وہ ذرا سا چونکا...........شاید وہ اس کے مطلب و معنی جاننا چاہتا تھا لیکن پنڈت ہری رام نے نہایت ہی ہوشیاری سے اس لمحہ پر گرفت کرتے ہوئے کہا........... سن تیری جنم پتری بتاتی ہے کہ یہ شبھ گھڑی تیرے لئے بڑی کٹھن بھی ہے اور اس میں آنند بھی ہے...........رحم کرے گا سکھ پائے گا...........اپنے من کی سندر تا سے لوگوں کا دل لبھائے گا آنند پائے گا........... ظلم کرے گا........... من میں کھوٹ لائے گا...........نرکھ کی اگنی میں جائے گا۔

اتنا کہہ کر پنڈت ہری رام نے انگلی سے اشارہ کیا اور اپنے الفاظ پر زور دے کر بولا...........راج نیتی کے کام میں بول بالا ہو گا۔ سدا سکھی رہے گا۔ شبھ گھڑیاں تارے گن گن کر نہیں کاٹنی پڑیں گی۔

www.ksars.org

چین کی نیند سوئے گا............پر یاد رکھ...........اس نے اپنی آواز میں خوف پیدا کرتے ہوئے کہا کسی کے من مندر کو ڈھائے گا تو مایا ہاتھ سے جائے گی..........آشائوں پر اوس پڑے گی...........سینچر پائوں پڑے گا۔ در در کے دھکے کھائے گا۔

سیٹھ موہن لال یہ سن کر ایک دم خوفزدہ ہو گیا۔ پنڈت ہری رام نے جب یہ دیکھا کہ شکار پوری طرح جال میں پھنس گیا ہے تو نہایت ہی مکاری سے بولا۔ اپنی استری کی سندرتا پر گھمنڈ نہ کر............کالی مائی۔ درگا مائی اور لکشمی دیوی کی سندرتا کو دیکھ...........سیتا اور رامچندر جی کے پریم کو دیکھ...........کہ سیتا کی سندرتا کے گھمنڈ نے اسے جنگل جنگل پھرایا...........پھر بھی اسے چین نہ آیا۔

اس کے بعد پنڈت ہری رام نے نہایت ہی لاپروائی سے اس کی وائیل کی دھوتی کا لٹکا ہوا آنچل ہوا میں اچھال کر کہا جا...........اب جا...........اپنی استری کی سندرتا کی جگہ من میں پریم کو بسا...........پریم کر............کسی کو دوش نہ دے..........جب بالک آئے گا۔ ہنستا کھیلتا آئے گا..........جا اب جا۔

اور اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام نے اس کی طرف سے منہ موڑ کر لکشمی دیوی کے چرنوں میں سر رکھ دیا۔

سیٹھ موہن لال سوچ وبچار میں غوطہ زن باہر نکل آیا...........پنڈت ہری رام کی اس گفتگو نے اس کے ذہن میں ہلچل سی مچا دی تھی...........وہ کبھی اپنے دل کو ٹٹولتا جس میں کوشیلا کے لئے محبت تھی پیار تھا۔ اور کبھی پنڈت ہری رام کی باتوں کے پس پشت جھانکنے کی کوشش کرنے لگتا۔ اسی ادھیڑ بن میں وہ کلب جانے کے بجائے واپس اوپر کی منزل کی طرف چل دیا۔ اوپر پہنچ کر اس کے قدم خود بخود کوشیلا کے کمرہ کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

☆××××××××××☆

شام کا وقت تھا۔ اور سورج نے مغرب کی سمت جھکنا شروع کر دیا تھا۔

www.ksars.org

سیٹھ موہن لال نے کھڑکی کے قریب رک کر اندر جھانکا..........کھڑکی پر ہلکے سبز رنگ کا ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ اوپر نیچے سے ایک اسپرنگ نما تار میں جکڑا ہوا تھا۔

سیٹھ موہن لال کا خیال تھا کہ اس کی دھرم پتنی ابھی تک سو رہی ہو گی..........وہ اس کے آرام میں مخل نہیں ہونا چاہتا تھا..........لیکن جب اس نے پردہ کھسکا کر دیکھا تو پلنگ خالی تھا..........اور کوشیلا دائیں جانب دیوار کے ساتھ لگی ہوئی سنگھار میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

ہاتھی دانت کا بنا ہوا نہایت ہی خوبصورت کنگھا اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ بڑی ہی چابک دستی سے اپنے بال بنا رہی تھی۔ بالوں کو سونے کے کلپ اور چاندی کے کانٹوں سے جکڑنے کے بعد اس نے باقی ماندہ بالوں کو اپنی چھاتی پر بکھیر دیا اور کنگھا میز کی دراز میں رکھ دیا..........پھر اس نے سامنے ٹیبل پر رکھی ہوئی غیر ملکی لپ اسٹک نکالی اور اس کا ڈھکنا کھولتے ہوئے تھوڑی سے زبان نکال کر اوپر نیچے کے ہونٹوں کو تر کیا اور بعد میں لپ اسٹک لگانے لگی..........لپ اسٹک بہت ہی گہری سرخ تھی۔

لپ اسٹک لگانے کے بعد۔ اس نے میز پر سے ایک خوبصورت چھوٹی سی چپٹی گول ڈبیہ اٹھالی۔

ڈبیہ کھولنے کے بعد اس نے اپنے چہرہ پر پائوڈر ملا۔ جب چہرہ پر پائوڈر کی ہلکی سی تہہ جم گئی تو نہایت ہی ملائم رومال سے چہرہ کو صاف کیا..........پھر اس نے گالوں کی سرخی نکال کر آنکھوں کے نیچے واقع ابھار پر اس طرح ملی کہ وہ سیب کی مانند سرخ نظر آنے لگے۔

اس کے بعد اس نے اپنی ہرن جیسی آنکھوں میں کاجل لگایا۔ اور اس ہی سلائی سے اپنے ماتھے کے بیچوں بیچ کاجل کی بندیا بھی لگائی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے سینہ پر پڑے ہوئے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور بغل میں دبا کر گردن اور اس کے نچلے حصہ میں نہایت ہی تیز خوشبو کا عطر لگانے لگی۔

www.ksars.org

سیٹھ موہن لال کھڑکی کے پاس کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا............کوشیلا حسین تھی۔ بہت ہی حسین............اور اس سنگھار کے بعد تو وہ بالکل پری دکھائی دے رہی تھی............سیٹھ موہن لال کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی طرح سنگھار کرتی رہے اور وہ اسے یونہی ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے۔ عطر لگانے کے بعد اس نے شیشی دوبارہ میز پر رکھ دی۔ اور پھر عالم بے خودی میں دونوں ہاتھ اٹھا کر بھرپور انگڑائی لی۔

پھر............وہ آئینہ میں اپنا سراپا دیکھ کر خود ہی شرما گئی............اور اس سے پہلے کہ اس کے دونوں ہاتھ نیچے کو آئیں............دو ہاتھوں نے اسے پیچھے سے اس طرح گرفت میں لے لیا کہ وہ ویسے ہی کھڑی کی کھڑی رہ گئی............اس نے پیچھے تھوڑی سی گردن گھما کر دیکھا............یہ اس کا پتی دیو سیٹھ موہن لال تھا۔

وہ اس کی اس غیر متوقع آمد پر کچھ بوکھلا سی گئی............اس وقت اسے کلب میں ہونا چاہئے تھا............کوشیلا نے سوچا............یہ اچانک کہاں سے آگیا۔ کوشیلا کے چہرہ کا رنگ متغیر سا ہو گیا۔ جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو............دراصل اس وقت وہ اپنے ایک دور کے رشتہ دار سے ملنے جا رہی تھی۔ لیکن سیٹھ موہن لال نے غیر متوقع طور سے واپس آکر اس کے پروگرام کو ملیامیٹ کر دیا تھا............کوشیلا نے نہایت ہی سمجھ سے کام لیا۔ اس نے اپنے چہرہ سے کسی بھی قسم کا تاثر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

☆×××××××××××☆

دوسرے دن............ صبح ہی صبح سیٹھ موہن لال اپنی زمینوں پر کپاس کی فصل دیکھنے چلا گیا۔

پنڈت ہری رام نے اس مرتبہ نہایت ہی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس نے موہن لال سے گفتگو کے دوران یہ تو معلوم کر لیا تھا کہ جیون کی سب سے بڑی تمنا اولاد ہے............لیکن اسے یہ جان کر سخت افسوس ہوا تھا کہ موہن لال کے بھاگ میں اولاد نہیں ہے............اس نے گفتگو کے دوران اس کی پوری جنم کنڈلی کھنگالی تھی۔ سیٹھ موہن لال کی قسمت میں اولاد نہیں تھی............اب وہ صرف کوشیلا کی تقدیر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے کوشیلا کا انتظار تھا لیکن جب سے وہ مندر میں آیا تھا............کوشیلا کبھی کبھار ہی ادھر کا رخ کرتی تھی۔

www.ksars.org

آج جبکہ صبح ہی صبح سیٹھ موہن لال اپنی زمینوں پر چلا گیا تھا۔ تو پنڈت ہری رام سوچ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے کوشیلا کو بھی دیکھ لے اور............اور پھر وہ اس ہی خیال سے اوپر کی منزل کی طرف چل دیا۔

جب وہ اپنی دانستگی میں کوشیلا کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو کسی کے گنگنانے کی آواز سنائی دی............اس نے آواز کی طرف کان لگا دیئے۔ گانے کی آواز کے ساتھ قریبی غسل خانے سے پانی گرنے کی بھی آواز آ رہی تھی۔

پنڈت ہری رام کی باطنی نگاہ کوشیلا کے اندر ہونہار بچہ کلبلاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ فوجی انداز میں پلٹا اور مندر کی طرف چل دیا۔

نہانے کے بعد وہ اپنے کمرہ میں آ گئی............کمرہ کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر اس نے اپنے پورے سراپا کو تولیہ سے خشک کیا پھر ہلکے نیلے رنگ کی نہایت ہی خوبصورت بنارسی ساڑھی باندھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر سنگھار کرنے لگی۔

اسے کل شام کو جہاں جانا تھا۔ سیٹھ موہن لال کی غیر متوقع آمد کی وجہ سے نہیں جا سکی تھی۔ لیکن آج............جبکہ اس کا دھرم پتی زمینوں پر جا چکا تھا۔ اسے موقع مل گیا تھا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بن ٹھن کر جانا چاہتی تھی۔

☆××××××××××☆

ڈاکٹر سیٹھی ایک خوبصورت اور وجیہہ شکل نوجوان تھا۔ کشادہ پیشانی اور قدرے گول چہرہ تھا۔ اس کے خدوخال بھرے ہوئے تھے............اس کی ناک ستواں تھی جو کہ بھرے ہوئے گالوں پر خوب سجتی تھی۔ اس کے دانت چھوٹے چھوٹے سفید اور چمکیلے تھے جو کہ پتلے پتلے ہونٹوں کے درمیان موتی کی طرح چمکتے تھے۔ وہ ایک صحت

www.ksars.org

مند جسم کا مالک تھا۔ اس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ لیکن وہ ابھی تک کنوارا تھا۔ محبت کے معاملہ وہ شروع ہی سے ناکام رہا۔

کالج کے زمانے میں اس نے پہلی بار کامنی سے پیار کیا تھا۔ اور ابھی وہ ابتدائی مرحلے ہی میں تھا کہ کامنی اسے چھوڑ کر شنکر داس کی ہو گئی۔ شنکر داس مل مالک کا بیٹا تھا۔ اور وہ ایک معمولی دیوان کا بیٹا تھا۔ کامنی کی بے وفائی کا داغ اپنے پڑوس کی ایک لڑکی سے منسوب ہو کر مٹانا چاہا لیکن وہ بھی کسی اور سے سنجوگ کر بیٹھی۔

تب اس نے سوچا کہ میں ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کروں گا۔ گو کہ اس کے پتا کے پاس اتنا اثاثہ نہیں تھا کہ وہ ڈاکٹر کی تعلیم حاصل کر سکتا۔ لیکن مسلسل ناکامیوں سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ بڑی ہی مستعدی و محنت سے اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوشیلا اس کے دور کے رشتہ داروں میں سے تھی۔ وہ دہقان کی بیٹی تھی۔ اور گائوں کی کھلی فضا میں اس نے جنم لیا تھا............ سیٹھی جب کبھی اپنے گائوں جاتا اس سے ضرور ملتا تھا۔ اس کے چوٹ کھائے ہوئے دل میں کوشیلا کے لئے پریم کی لہر سی اٹھتی تھی............ لیکن وہ سوچتا تھا کہ کوشیلا تو بالکل ان پڑھ جاہل ہے۔ وہ اس کا کیا ساتھ دے سکے گی۔

کوشیلا کو بھی اس سے پریم تھا............ وہ چاہتی تھی کہ اپنا جیون سیٹھی کے ساتھ گزار دے۔ شہر میں سیٹھی کا ایک بڑا سا کلینک ہو گا اور وہ شوہر کے ساتھ ساتھ مریضوں کی بھی خدمت کیا کرے گی۔ لیکن ان دونوں کا یہ سپنا پورا نہیں ہوا۔

ڈاکٹر سیٹھی گورنمنٹ کے خرچہ پر لندن چلا گیا۔ اور کوشیلا موہن لال کی داسی بنا دی گئی۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

جب ڈاکٹر سیٹھی لندن سے واپس آیا تو ایک پرانے دوست کی معرفت اس کی ملاقات سیٹھ موہن لال سے ہو گئی اور سیٹھ موہن لال نے مزدوروں سے ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر ڈاکٹر سیٹھی سے دس سال کا معاہدہ کر لیا اور یوں ڈاکٹر سیٹھی نہ صرف مل مزدوروں کا بلکہ سیٹھ موہن لال کا بھی فیملی ڈاکٹر بن گیا۔

سیٹھ موہن لال کو قوی امید تھی کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور صاحب اولاد ہو جائے گا۔ لیکن جب ڈاکٹر سیٹھی کے علاج سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تو پھر مندروں اور پنڈتوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ڈاکٹر سیٹھی کی رہائش گاہ مل کے احاطہ ہی میں تھی۔ یہ دو کمروں کا ایک چھوٹا سا خوبصورت مکان تھا جو کہ مل کے ایک غیر آباد کونہ میں واقع تھا۔ اور سیٹھ موہن لال نے اس میں آسائش کی ہر چیز مہیا کر دی تھی۔

☆×××××××××××☆

ڈاکٹر سیٹھی کو بیدار ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اور اب تک اسے مل کی ڈسپنسری میں ہونا چاہئے تھا لیکن رات کو وہ دیر سے سویا تھا۔ ماضی کے خیالات نے رات بھر اسے بے چین رکھا۔ اور اس وقت جبکہ وہ سو کر اٹھا تو اس کا سر بھاری ہو رہا تھا.........اس نے اپنی طبیعت بحال کرنے کی خاطر سوچا کہ کچھ پی لے پھر وہ اپنی مسہری سے اٹھ کر اس الماری کے پاس گیا جس میں اس کے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے الماری کا ایک پٹ کھولا اور اجلے کپڑوں کے درمیان رکھی ہوئی ایک بوتل اٹھالی۔ بوتل اور گلاس لئے ہوئے دوبارہ مسہری پر آ گیا۔ ابھی وہ گلاس ہونٹوں کو لگانا ہی چاہتا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ سیٹھی نے ڈر کر گلاس پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ڈسپنسری سے کوئی بلانے آیا ہے۔

ڈاکٹر سیٹھی.........دروازہ کھٹکھٹانے کے ساتھ ایک دلکش نسوانی آواز بھی سنائی دی۔

سیٹھی خاموشی سے مسہری پر بیٹھا رہا جیسے وہ آواز پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"سیٹھی".........دروازہ کھولو۔

www.ksars.org

لکشمی دیوی

سیٹھی اس دلکش اور سریلی آواز کی بازگشت میں کھو گیا۔

وہ یہ آواز پہلے بھی کئی بار سن چکا تھا۔ وہ اس آواز کو اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔ اور اس دفعہ جو یہ آواز سنائی دی تو اس نے خوشی کے ملے جلے احساس کے ساتھ اچھا کہا۔ اور مسہری سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

کوشیلا حسن کی تمام رعنائیوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

تم............اس وقت............ سیٹھی نے اچھنبے سے پوچھا۔

کوشیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ وہ اٹھلاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

کیوں............کیا بات ہے............کیا کام ہے............مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو............ سیٹھی نے گھبرا کر ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

تم گھبرا کیوں رہے ہو؟............کوشیلا نے ایک دلاویز مسکراہٹ سے کہا............پھر وہ اس کی نشیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ تم نے شراب پی ہے۔

نہیں............میں نے نہیں پی۔ ڈاکٹر سیٹھی نے شرمندگی سے کہا اور مسہری پر بیٹھ گیا۔ اس کے پائوں نیچے لٹکے ہوئے تھے۔

تم ڈاکٹر ہو............کوشیلا نے بڑے ہی پیار بھرے لہجہ میں سمجھایا۔ جو دوسروں کا علاج کرتا ہے۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھتا ہے جو زہر کی جگہ امرت پلاتا ہے............لیکن تم............تم............خود تو زہر پی رہے ہو۔

www.ksars.org

اس لئے کہ میں مر جانا چاہتا ہوں............ سیٹھی نے بڑے ہی دکھ سے کہا۔ میرے پاس اب کیا رہ گیا ہے۔ میرا دل میرا پریم۔ میری دنیا سب کچھ لٹ چکا ہے۔ اب میں کس کے لئے زندہ رہوں، مجھے مر جانا چاہئے............ مجھے مر جانا چاہئے۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے مسہری کے نیچے چھپی ہوئی بوتل اٹھالی۔

نہیں سیٹھی نہیں............ کوشیلا نے آگے بڑھ کر بوتل پکڑ لی۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ تم زندہ رہو گے۔ پھر اس نے بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی۔ اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ سیٹھی کا بدن جل رہا ہے۔

تمہیں بخار ہے............ کوشیلا نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

نہیں تو............ سیٹھی نے بے پروائی سے کہا۔

نہیں............ تمہیں بخار ہے۔ کوشیلا نے اپنے الفاظ کو دہرایا اور اسے دونوں کاندھوں سے پکڑ کر مسہری پر لٹا دیا۔ کوشیلا............ سیٹھی نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔ پھر لحاف اپنے اوپر کھینچے ہوئے بولا............ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو۔

تو............ تو............ کیا ہو گا۔ کوشیلا نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا............ کیا لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ تم ڈاکٹر ہو۔

یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن سیٹھ موہن لال۔ ڈاکٹر سیٹھی نے تشویش سے کہا۔

وہ میرا پتی دیوتا............ کوشیلا نے قدرے نفرت سے کہا۔ پھر سیٹھی کے چہرہ پر جھک کر بولی۔ اس بیوقوف نے تو خود تمہیں یہ اختیار دیا ہے کہ تم مجھے دیکھ سکتے ہو۔

www.ksars.org

ہونہہ..........ڈاکٹر سیٹھی نے تھکے ہوئے لہجہ میں کہا اور دوسری جانب کروٹ لے لی۔

کوشیلا اس کے بالوں میں انگلیاں پھرانے لگی۔ پھر چند لمحہ بعد۔ وہ نہایت ہی کرب سے بولی۔ تم مجھے بے وفائی کا دوش کیوں دیتے ہو۔ کیا میں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے؟ شاید تم سمجھتے ہو کہ میں اس لگن سے خوش ہوں..........تم سمجھتے ہو کہ دولت کے ساتھ ساتھ مجھے پیار بھی مل گیا ہے۔ اتنا کہہ کر کوشیلا کی آواز رندھ گئی۔ اس کے سینہ میں دبا ہوا لاوا پھٹ پڑا۔

وہ دبی دبی سسکیوں کے درمیان بولی۔ مجھے کچھ بھی نہیں ملا..........نہ پتی کا پیار، نہ ہی اولاد کی ممتا۔ پھر وہ ساڑھی کے پلو سے اپنی آنکھوں کو خشک کرتے ہوئے بولی۔ تم صرف ڈاکٹر ہو۔ ڈاکٹر جو مریضوں کی نبض دیکھ کر نسخہ بناتا ہے۔ تم۔ تم۔ عورت کے دل کا حال کیا جانو۔

عورت جو سارا جیون پریم کی ٹھنڈی چھاؤں تلے گزارتی ہے۔

کوشیلا..........ڈاکٹر سیٹھی نے اس کی طرف پیٹھ کئے ہوئے کہا۔ پریم کی متلاشی صرف عورت ہی نہیں ہوتی مرد بھی ہوتا ہے..........میرے دل میں بھی آشائیں مچلتی ہیں۔ میں نے بھی جیون بھر پریم تلاش کیا ہے۔ میں نے بھی کبھی سندر سپنے دیکھے تھے۔ میں ایک ڈاکٹر ضرور ہوں لیکن انسان بھی ہوں۔ ایسا انسان جو عورت کی بے وفائی سے گھائل ہے۔

میں جانتی ہوں۔ کوشیلا نے اس کا سر اپنی گود میں لے کر بڑے ہی پیار سے کہا۔

ڈاکٹر سیٹھی اس کی گود میں سر رکھے چھت کو دیکھ رہا تھا۔ کوشیلا اس کے غمگین چہرہ کو دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک گئے۔ اسے اپنی غلطی کا، اپنی کوتاہی کا شدت سے احساس ہوا۔

اس کے آنسو سیٹھی کے چہرہ پر گر رہے تھے۔ جیسے یہ آنسو اس کے دل کی آگ بجھا دیں گے لیکن..........

www.ksars.org

وہ آگ ہی کیا جو بجھ جائے۔

وہ راز ہی کیا جو فاش ہو جائے۔

وہ خوشبو ہی کیا جو ختم ہو جائے۔

وہ تڑپ ہی کیا جس میں کسک نہ ہو۔

ڈاکٹر سیٹھی کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ اس سنسار میں نجانے کتنے گھائل پریمی بھٹک رہے ہیں۔ وہ محبت ہی کیا جو سماج سے شکست کھا جائے............ لیکن............ڈاکٹر سیٹھی شکست کھا چکا تھا............اپنے ضمیر سے، اپنے سماج سے............وہ ایک خوف سے اٹھا اور پھر پہلے ہی کی طرح کوشیلا کی طرف پیٹھ کرتے ہوئے بولا۔

کوشیلا............میں ڈاکٹر ہوں۔ میں تمہارے شوہر کا ملازم ہوں۔ میں اس کا نمک کھاتا ہوں۔ میں سیٹھ موہن لال کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔

نہیں سیٹھی نہیں............کوشیلا نے ایک بار پھر اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ کر کہا۔ ایسا نہ کہو۔ سماج کی نظروں میں سیٹھ موہن لال کی بیوی ضرور ہوں لیکن مجھے اس کی دولت سے، اس کے شاندار بنگلہ سے اور زرق برق لباسوں سے کبھی محبت نہیں رہی۔ شادی سے لے کر آج تک میں محبت کے لئے تڑپتی رہی ہوں............وہ محبت جو تمہارے دل میں ہے جو تم نے مجھ سے کی تھی۔ میری آتما آج بھی تمہیں پکار رہی ہے۔ میری آشائیں آج بھی تمہیں یاد کرتی ہیں۔ میرا دل میری روح، میرا جیون سب کچھ تمہارا ہے سیٹھی۔ سب کچھ۔

اس کے ساتھ ہی کوشیلا نے اپنا چہرہ اس کے چہرہ پر رکھ دیا۔

www.ksars.org

لیکن کوشیلا ڈاکٹر سیٹھی نے دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرہ کو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ آج تم اپنے پتی دیوتا سے بغاوت کرنے کو تیار ہو۔ جبکہ کل اگر تم چاہتیں اپنے ماتاپتا سے بغاوت کر سکتی تھیں۔ اگر تم ایسا کرتیں تو یہ پریم کے لئے ہوتی لیکن............ تم نے ایسا نہیں کیا۔

اور آج............ وہ اسے اپنے سے دور کرتے ہوئے بولا............ جبکہ تم کسی اور کی ہو چکی ہو۔ مجھ سے من کی آشائیں چاہتی ہو۔

نہیں کوشیلا نہیں............ وہ تڑپ کر مسہری سے اٹھتے ہوئے بولا۔ میں پاپ نہیں کر سکتا۔

میں نے تم سے پریم کیا ہے۔ اور پریم کرتا رہوں گا۔ میں تمہارے شریر کا بھوکا نہیں ہوں۔ بس میں تمہیں دیکھ لیتا ہوں اور میری پریم پیاسی آتما کو آنند مل جاتا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ مسہری سے نیچے اتر آیا۔ کوشیلا کی آنکھوں سے گنگا جمنا بہہ رہی تھی۔ وہ اس کا پریمی تھا لیکن اس کے باوجود نہیں تھا۔

کوشیلا............ وہ اپنے کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھتے ہوئے بولا............ تم نے مجھے سمجھا نہیں ہے۔ اور اگر سمجھا ہے تو غلط سمجھا ہے۔ میں اتنا گرا ہوا نہیں ہوں کہ پریم کی خاطر سماجی بندشوں کو توڑ دوں۔

سیٹھی............ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کوشیلا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ تم واقعی عظیم ہو لیکن میرا پتی میری ممتا کا دیا جلانے سے قاصر ہے۔

میں پوری توجہ سے تمہارا اور تمہارے پتی کا علاج کر رہا ہوں اور بھگوان کی کرپا سے ایک نہ ایک دن تم ضرور ماں بن جاؤ گی۔ اس کے بعد اس نے دیوار میں لگے ہوئے آئینہ میں کنگھا کیا۔ اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کوشیلا بھی باہر آگئی۔

www.ksars.org

☆×××××××××××☆

لکشمی دیوی کے مندر میں پنڈت ہری رام حیران وپریشان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

سیٹھ موہن لال کی قسمت میں اولاد نہیں تھی جبکہ کوشیلا کے پیٹ میں اس نے انسانی ہیولا کو کلبلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟

سیٹھ موہن لال اور کوشیلا آپس میں میاں بیوی تھے۔ ان کے لگن کو ایک عرصہ بیت چکا تھا پھر اولاد کے معاملہ میں دونوں کی قسمتوں میں اتنا زبردست تضاد کیوں تھا؟ وہ اس معاملہ میں جتنا بھی غور کرتا۔ الجھتا چلا جاتا۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ اللہ کی قدرت کو اور اس کے رازوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔

پنڈت ہری رام آنکھیں بند کر کے ایک بار پھر گیان کرنے لگا۔ اس نے سیٹھ موہن لال کی پوری جنم کنڈلی دیکھ ڈالی لیکن اس کے بھاگ میں دور تک اولاد کا پتہ نہیں تھا۔

سیٹھ موہن لال کے بعد اس نے کوشیلا کے حال اور مستقبل کو ٹٹولا۔ اسے ہر بار کوشیلا ماں کے روپ میں نظر آئی۔ اس صورتحال سے پریشان ہو کر اس نے گیان دھیان ختم کر دیا۔ اور سر کو دو تین بار زور زور سے جھٹکے دینے کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولنے کے ساتھ ہی اس کی نگاہیں لکشمی دیوی کے چہرہ پر ٹک کر رہ گئیں۔

اس تراشیدہ مورت کو کسی سنگتراش کا شاہکار تو نہیں کہا جا سکتا تھا............بہر حال وہ ایک عورت کا چہرہ تھا۔ جس کے تمام خدوخال نہایت متناسب طریقہ سے تراشے گئے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پچیس تیس سال کی بھرپور جوان عورت دوزانوں بیٹھی ہوئی ہے۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام کی نگاہیں لکشمی دیوی کی گردن سے ہوتی ہوئی نیچے کی طرف آئیں اور اس کے ساتھ ہی اسے کوشیلا یاد آگئی۔

کوشیلا اور لکشمی دیوی۔

ان دونوں میں صرف ایک فرق تھا۔

لکشمی دیوی پتھر کی بے جان مورتی تھی اور کوشیلا جیتی جاگتی تصویر تھی۔

پنڈت ہری رام کو یوں محسوس ہوا جیسے پتھر کے اس سینہ میں جان پڑ گئی ہو۔ خون کی نیلی نیلی دھاریاں صاف نظر آنے لگیں۔ اس نے آہستہ سے پتھریلے سینہ پر اس طرح ہاتھ رکھا جیسے یقین کرنا چاہتا ہو...........لیکن پتھر کے لمس نے اس کے خیالات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ایک جیتی جاگتی حسین صورت کے آگے یہ مورت کیا حیثیت رکھتی تھی۔

لکشمی دیوی کے برابر ہی کوشیلا کھڑی تھی۔ ڈاکٹر سیٹھی کے سلوک سے نراش ہو کر وہ سیدھی مندر میں چلی آئی تھی وہ لکشمی دیوی کے چرنوں میں بیٹھ کر اپنے پریم کی بھکشا مانگنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں آکر اس نے پنڈت کو محویت کے عالم میں لکشمی دیوی کے پوتر جسم کو چھوتے ہوئے دیکھا تو ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ مہان گیانی پنڈت جن کا سارا جیون بھگوان کی سیوا کرتے گزر جاتا ہے کیا جذبات بھی رکھتے ہیں۔

ہاں...........وہ ضرور جذبات رکھتے ہونگے۔ اس نے خود ہی جواب دیا۔ آخر کو وہ بھی تو انسان ہیں۔ بالکل ہماری طرح۔ ان کے من میں بھی آشائیں اور تمنائیں ہوں گی۔

www.ksars.org

اسے انسان کی اس کم عقلی پر ہنسی آگئی جو اپنی آشائوں کے لئے جوگی سے رجوع کرتا ہے۔ جوگی پجاری سے اور پجاری مہان پنڈت سے۔ اور پنڈت بھگوان سے پرارتھنا کرتا ہے لیکن انسان جوں جوں ترقی کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے۔ اس کے عقائد میں بھی تغیر پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ بھگوان تو پتھر کے بنے ہوئے بُت ہیں جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی بول سکتے ہیں تو وہ محض سنگ تراش کا شاہکار ہیں تو اس کے عقائد میں بھی لرزہ آجاتا ہے۔

وہ سمجھ جاتا ہے کہ پتھر اور انسان میں فرق ہے۔

وہ جان لیتا ہے کہ پتھر کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا تو اور ہی ہستی ہے............پھر............پھر............وہ احساس کمتری سے بیدار ہو جاتا ہے۔

اس وقت کوشیلا کی بھی یہی حالت تھی۔ اس کے چہرہ پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

پنڈت ہری رام اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس کے ہاتھ لکشمی دیوی کے بت پر جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ سنبھلا۔ اس نے کوشیلا کی پیشانی پر نظریں گاڑ دیں۔ اور تمام خیالات کو جاننے کے بعد نہایت ہی چالاکی سے بولا۔

یاد رکھ سچا جوگی سچا پجاری اور سچا پنڈت وہی ہے جو انسان کی تشنگی بجھا دے۔ انسان انسان کو نراش کر سکتا ہے لیکن بھگوان کا سیوک کسی کو نراش نہیں کر سکتا۔

آخری جملہ پر کوشیلا چونک پڑی۔ جیسے پنڈت نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہو۔ ڈاکٹر نے اسے نراش کیا تھا۔ اس کی محبت کے جواب میں مایوس کیا تھا۔ وہ عقیدت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ پنڈت تو واقعی بھگوان کا سچا اوتار ہے۔

www.ksars.org

پرنتو تیرے کارن میں نے لکشمی دیوی سے بھکشا مانگی ہے۔ پنڈت ہری رام دوبارہ بولا۔ وہ کوشیلا کے چہرہ سے اندازہ لگا چکا تھا۔ اس کے دل میں عقیدت پیدا ہو چکی ہے۔

وہ تجھے نراش نہیں کرے گی............پنڈت ہری رام نے اپنی بات پوری کی۔ پھر نہایت ہی اطمینان سے بولا۔ اب جا اور اس شبھ گھڑی کا انتظار کر جب دیوی تیری آشا پوری کرے گی۔

کوشیلا نے عقیدت سے جھک کر اس کے چرنوں کو چھوا اور دل میں انجانی خوشی سے باہر آگئی۔

دوسرے دن پنڈت ہری رام کافی دن چڑھے اٹھا۔ رات بھر وہ کوشیلا کے خیالات میں کھویا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کوشیلا کے حسن نے اس کے من میں جذبات کی ہلچل کیوں برپا کر دی ہے۔

کیا وہ مکافات عمل کے تحت کسی امتحان سے گزرنے والا تھا۔

رات کو دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ وہ مندر سے ملحق غسل خانے میں گیا اور کافی دیر تک نہاتا رہا۔ نہانے کے بعد جب وہ باہر آیا۔ تو کسی حد دماغ ہلکا ہو چکا تھا۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر اس نے لکشمی دیوی کے گلے میں پڑی ہوئی کنٹھ مالا اتاری اور مندر کے دروازہ پر بنی ہوئی سیڑھیوں پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے مالا کے دانوں پر جاپ شروع کر دیا۔ مل کے مزدور دور ہی سے اسے ڈنڈوت کر کے گزر جاتے تھے۔ ابھی اسے سیڑھیوں پر بیٹھے کچھ ہی دیر گزری ہو گی کہ مل کے اندر سے سیٹھ موہن لال اپنے دو منیجروں کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ سیٹھ پر نظر پڑتے ہی اسے خیال آیا کہ کتنا بدنصیب ہے یہ شخص کہ اس کے بھاگ میں اولاد نہیں ہے جبکہ اس کی گھرم پتنی کے بھاگ میں اولاد تھی۔ یہ چکر اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

سیٹھ موہن لال نے اپنے دونوں منیجروں کو چند ہدایات دیں اور پھر............جونہی اس کی نظر سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے پنڈت ہری رام پر پڑی۔ وہ ان کو چھوڑ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام نے آنکھیں بند کر کے کنکھیوں سے سیٹھ کی طرف دیکھا اور جب سیٹھ اس کے سامنے پہنچ کر رکوع کی حالت میں اسے ڈنڈوت کر رہا تھا تو اس نے بڑی ہی رعب دار آواز میں کہا۔ آ گئے سیٹھ۔

ہاں پنڈت جی............سیٹھ موہن لال نے قدرے کمر سیدھی کرتے ہوئے کہا آپ کو مندر کی سیڑھیوں پر دیکھا تو دل بے چین ہو گیا۔ کیوں نہ بے چین ہو............پنڈت ہری رام نے بند آنکھوں سے اس ہی طرح کہا۔............بھگوان تمہاری آشا جو پوری کرنے والا ہے۔

کیا کہہ رہے ہو پنڈت جی............سیٹھ موہن لال نے حیرت اور خوشی سے اس کے چرن پکڑتے ہوئے کہا۔

میں پنڈت ہوں............ہری رام نے آنکھیں کھول کر کہا............جھوٹ............فریب اور دھوکا دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ بھگوان کے سچے سیوک کا کام منش کے من کو شانتی دینا ہے۔

آئو............اندر چلو............پنڈت ہری رام نے سیڑھیوں سے اٹھتے ہوئے کہا............وہ سمجھ چکا تھا............کہ اولاد کا بھوکا سیٹھ موہن لال پوری طرح اس کے قابو میں ہے اور اب وہ جو بھی کہے گا سیٹھ بلا چوں چرا اس کا حکم بجالائے گا۔ اندر مندر میں پہنچ کر پنڈت ہری رام لکشمی دیوی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں کنٹھ مالا تھمی ہوئی تھی اور دانوں پر تیزی سے انگلیاں چل رہی تھیں۔

پنڈت بیٹھا رہا۔ اور سیٹھ کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد............پنڈت ہری رام نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا............بھگوان نے اس سنسار کو انسانوں سے سجایا۔ اس میں منش بھی ہے اور کنیائیں بھی............اور عورت کو بھگوان نے اپنی جیسی جنم شکتی دی۔

عورت جنم دیتی ہے۔ جیون کی سہائتا کرتی ہے۔ اس کے پیٹ سے انسان جنم لیتا ہے اور سینہ سے خون چوس کر جوان ہوتا ہے۔

www.ksars.org

پنڈت بولے جارہا تھا اور سیٹھ بڑے ہی غور سے سن رہا تھا۔

اور...........مایا بھی اس ہی کے کارن ملتی ہے.........تیری استری کے بھاگ میں دھن بھی ہے اور اولاد بھی۔

سچ...........سیٹھ موہن لال نے تڑپ کر پوچھا۔

ستارہ...........پنڈت ہری رام نے دھیرے سے ڈانٹا...........تیرے گھر آنگن میں مایا نے ڈیرہ جمالیا ہے۔

دھن آسمان سے برستا ہے اور لکشمی دیوی کٹیا میں بیٹھی تجھے خوش ہوتا دیکھتی رہتی ہے۔ پرنتو تو نے یہ نہ سوچا کہ جب لکشمی دھن دے سکتی ہے تو اولاد کی مایا سے بھی مالا مال کر سکتی ہے۔

اس انکشاف سے سیٹھ موہن لال چونک اٹھا۔ اسے کبھی بھی لکشمی دیوی سے اولاد مانگنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اب جو اسے پنڈت ہری رام نے بتایا تو وہ درزیدہ نگاہوں سے لکشمی دیوی کے چہرہ کو تکنے لگا...........اور پھر...........دوسرے ہی لمحہ وہ اس کے چرنوں میں سر رکھ کر گڑ گڑایا۔

مجھے شما کر دے دیوی...........مجھے شما کر دے...........مجھ سے بھول ہو گئی۔

ایسے نہیں...........پنڈت ہری رام نے اسے کاندھے سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ آج رات جب آکاش پر چندا چمک رہا ہو۔ ساری دنیا نیند سے سو رہی ہو تو...........یہاں لکشمی دیوی کے پاس اپنی دھرم پتنی کو بھیج دینا۔

پنڈت ہری رام نے تیر کمان سے چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ دیکھنے کی خاطر کہ وہ نشانہ پر لگا یا نہیں لمحہ بھر کے لئے سیٹھ کے تاثرات کو دیکھنے لگا۔

سیٹھ کا چہرہ تاثرات سے خالی تھا۔ پھر پنڈت ہری رام نے اسے مطمئن کرنے کی خاطر سمجھایا۔

www.ksars.org

تیرے گھر میں لکشمی موجود ہے...........وہ بڑی دیالو ہے...........صرف بھکشا مانگنے کی ضرورت ہے۔ لکشمی بھی استری ہے اور تیری دھرم پتنی بھی استری ہے۔ عورت عورت کو سنتی ہے...........اور جب اس نے تیری دھرم پتنی کو مایادی ہے تو اولاد بھی دے گی۔ ضرور دے گی۔

آخری الفاظ اس نے اس طرح ادا کئے جیسے لکشمی دیوی نے اس سے وعدہ کر لیا ہو۔

سیٹھ موہن لال کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑنے لگی۔

من میں کھوٹ نہ لا...........اوش اس کی آشا ضرور پوری ہو گی...........

پنڈت ہری رام نے اتنا کہہ کر اپنی آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ اور کنٹھ مالا کے دانوں پر تیزی سے انگلیاں چلانے لگا۔

سیٹھ موہن لال سے زیادہ اس کی دھرم پتنی کوشیلا پنڈت ہری رام کی معتقد تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب سے اس نے لکشمی دیوی کے چرنوں میں ڈیرہ جمایا تھا۔ کوشیلا نے مندر میں آنا بہت کم کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح اس مہاپرش پنڈت کو زیادہ سے زیادہ دھیان گیان کا موقع ملے گا۔ اور پھر ایک دن اس کی تپسیا کے کارن وہ صاحب اولاد ہو جائے گی۔

اسے پکا یقین تھا کہ یہ مہان گیانی پنڈت ہری رام دنیا کی لذتوں کو تیاگ چکا ہے۔ حالانکہ کوشیلا کو دیکھنے کے بعد اس کی عبادت و ریاضت میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔

جب سیٹھ موہن لال نے کوشیلا کو بتایا کہ آج رات اسے پنڈت نے لکشمی دیوی کے مندر میں بلایا ہے تو وہ بغیر کسی شک و شبہ کے جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

www.ksars.org

اور پھر رات کو جب آسمان پر ستارے دیوالی کے چراغوں کی مانند ٹمٹمارہے تھے اور چاند نے دھنکی ہوئی روئی کی مانند سفید بادلوں کے پیچھے سے جھانکنا شروع کر دیا تھا تو کوشیلا اپنے کمرہ سے نکلی اور لکشمی دیوی کے مندر میں پہنچ گئی۔

پنڈت ہری رام لکشمی دیوی کے چرنوں میں آنکھیں بند کئے اس طرح بیٹھا تھا جیسے اسے دنیا کی خبر ہی نہ ہو۔

جے رام جی کی............کوشیلا کی مدھ بھری آواز سنائی دی۔ جے لکشمی دیوی کی............پنڈت ہری رام نے آنکھیں کھول کر جواب دیا۔

دیوی نے مجھے بتایا ہے کہ دھرم پتنی کا مان پتی دیوتا سے نہیں اولاد سے بڑھتا ہے۔

دیوی نے سچ کہا ہے مہاراج............کوشیلا نے قدرے ہی اداسی سے کہا۔ میرے پتی دیوتا اب وہ پریم نہیں کرتے جو پہلے کرتے تھے۔

اس کا کارن صرف یہی ہے کہ تو اسے اولاد نہ دے سکی............پنڈت ہری رام نے اس کے جواب سے پورے حالات کو سمجھتے ہوئے کہا............پھر وہ انگلی اٹھا کر بولا۔ پرنتو یاد رکھ مرد اپنی دھرم پتنی سے اس ہی وقت پریم کرتا ہے جبکہ وہ اس کی سیوا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی نسل کو بھی بڑھائے............اور اگر کوئی استری سیوا تو کرتی ہے لیکن اولاد نہیں دے سکتی............تو مرد اسے چھوڑ بھی سکتا ہے۔

میں مہاراج............کوشیلا نے اس طرح کہا جیسے وہ اپنے انجام سے باخبر ہو گئی ہو۔

www.ksars.org

اندھی عقیدت

پنڈت کی بات سن کر کوشیلا نے اس کی طرف بڑی ہی پر امید نگاہوں سے دیکھا۔

ہم نے تجھے بتایا تھا............پنڈت ہری رام نے بدستور اس کے چہرہ پر نظریں جمائے ہوئے بولا کہ کچھ ہی سمے بیتا ہے جب لکشمی نے ہمیں درشن دیئے ہیں............ہم نے اسے تیری آشا سنا دی ہے۔ آدھی رات گزرنے کے بعد دیوی پھر درشن دے گی اور وہ جو کہے تو بلا جھجک پورا کرنا............پھر وہ اپنے آخری الفاظوں پر زور دے کر بولا۔ یاد رکھنا دیوی کا کہا پورا نہیں ہوا تو سارا جیون کھشٹ میں گزرے گا۔ اولاد کی تمنا کبھی پوری نہیں ہو گی۔

نہیں مہاراج............کوشیلا گڑگڑائی............مجھ بدنصیب کی یہ مجال کہاں کہ دیوی کے حکم کو ٹال دوں............پھر اس نے قدرے ڈرتے ڈرتے پوچھا............لیکن مہاراج دیوی کیسے درشن دے گی؟

ایک عام منش میں اتنی طاقت کہاں کہ وہ دیوی اور دیوتاؤں کے درشن کر سکے............پنڈت ہری رام نے نہایت ہی تکبر سے کہا............دیوی یا دیوتا جب کسی پر مہربان ہوتے ہیں تو اپنے سیوک کے ذریعے اسے حکم دیتے ہیں پھر وہ سمجھانے والے انداز سے بولا۔ وہ اپنے سیوک کی آتما کے ذریعے پورے شریر میں رچ بس جاتے ہیں............جب ہی تو لوگ بھگوان کے سیوکوں کا مان رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اس نے کوشیلا کو حکم دیا کہ وہ لکشمی دیوی کے چرنوں میں بیٹھ کر بھجن گاتی رہے............اور اس دوران وہ خود گیان لگا کر دیوی کو بلانے کی خاطر ایک منتر کا جاپ کرتا رہے گا۔

کوشیلا ایک فرمانبردار غلام کی طرح لکشمی دیوی کے ساتھ بیٹھ گئی اور پنڈت ہری رام دائیں جانب آنکھیں بند کر کے گیان میں مصروف ہو گیا۔

www.ksars.org

کوشیلا آنکھیں بند کئے مستانہ وار بھجن گانے میں مشغول تھی۔ پنڈت ہری رام نے جب دیکھا کہ وہ دل سے لکشمی دیوی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بھجن گانے میں مصروف ہے تو دبے پائوں اپنی جگہ سے اٹھا اور مندر کے دروازہ کو مضبوطی سے بند کر دیا۔

اور زور زور سے سانس لینا شروع کر دیا۔ جب کوشیلا نے آنکھیں کھولیں تو نسوانی آواز آئی۔

تجھے وچن دینا ہو گا............پنڈت ہری رام نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

میں وچن دیتی ہوں دیوی............کوشیلا نے جواب دیا............میں وچن دیتی ہوں تو سن............

ہری رام نے نسوانی آواز میں کہا............اگر تو اولاد چاہتی ہے تو میرے سیوک کی داسی بن جا۔

یہ سن کر کوشیلا پریشان نظروں سے پنڈت ہری رام کے چہرہ کو تکنے لگی۔ لکشمی دیوی کا یہ حکم عجیب تھا۔

کیا وچار کر رہی ہے............پنڈت ہری رام نے دوبارہ کہا............یہ میرا اپدیش ہے۔ لکشمی دیوی کا اپدیش ہے۔ اگر تجھے اولاد چاہئے تو میرے آگیا کا پالن کر............میں بھی تیری ہی طرح استری ہوں۔ وچاروں کے منجدھار سے نکل اور میرے سیوک کی داسی بن جا............یا پھر کھشٹ کے لئے تیار ہو جا۔ جو الادنہ ہونے کے کارن تیرا پتی دیوتا تجھے دینے والا ہے۔

کوشیلا کے دل و دماغ پر لکشمی دیوی کے الفاظ ہتھوڑے برسا رہے تھے............لیکن وہ اپنے شوہر کی طرف سے بھی خوف زدہ تھی۔ آخر اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ مجھے دیوی کے سیوک کی داسی بننا قبول ہے۔

اس کے ساتھ پنڈت ہری رام نے آنکھیں کھول دیں اور............اور............کہا۔

دیوی کی آگیا کا پالن کرتے تو سپھل ہو جائے گی۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام نے اپنی استدراجی طاقت کا وہ جادو کر دیا تھا جو کو شیلا کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

دوسری جانب اس نے سیٹھ موہن لال کو بھی اپنی ماورائی طاقتوں کے دام میں پھانسنے کی تیاری کر لی تھی۔

اور پھر ایک صبح جب کہ سیٹھ موہن لال لکشمی دیوی کے درشن کر کے لوٹنے ہی والا تھا کہ پنڈت ہری رام نے اپنی پاٹ دار آواز میں اسے مخاطب کیا۔

سیٹھ........... آج تم بہت خوش ہو۔ بہت خوش۔ اس لئے کہ اس ہفتہ تمہیں بے انتہا منافع ہوا ہے۔ لکشمی تم پر مہربان ہے سیٹھ۔

پنڈت جی........... سیٹھ موہن لال نے ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا........... یہ سب دیوی کی کرپا ہے مہاراج۔

لکشمی دیالو ہے سیٹھ........... پنڈت ہری رام نے دیوی کے چہرہ پر نظریں جما کر کہا۔ تم بہت جلد ایک خوشخبری سن لوگے۔

وہ کیا مہاراج........... سیٹھ موہن لال نے گھگیا کر پوچھا۔

لکشمی دیوی نے وہ بتانے سے انکار کیا ہے........... پنڈت ہری رام نے اپنے کنٹھ مالا کو گھماتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن میرا وچار ہے کہ وہ اپدیش تمہاری اولاد کے بارے میں ہے۔

کیا کہہ رہے ہو مہاراج........... سیٹھ نے حیرت سے پوچھا۔

www.ksars.org

میں جوگی ہوں............پنڈت ہری رام نے اس کی حیرت کا مزہ لیتے ہوئے کہا............ جھوٹ، فریب، دھوکہ ہم جوگیوں کے لئے عظیم گناہ ہے۔ ہمارے من میں اگر ذراسا بھی کھوٹ آجائے تو بھگوان ہمیں بھسم کر کے رکھ دیں۔ ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں بھگوان کی اچھا کے بغیر نہیں کہہ سکتے............

میں جانتا ہوں مہاراج............سیٹھ موہن لال نے عقیدت سے اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ کر کہا۔ اپنی منڈی اٹھا............پنڈت ہری رام نے اسے جیسے حکم دیا اور میری بات کو دھیان سے سن۔

پنڈت کا حکم سنتے ہی سیٹھ نے اپنا سر اٹھایا اور ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پنڈت ہری رام سمجھ چکا تھا کہ اب سیٹھ ذہنی طور پر اس کے حکم کے طابع ہو چکا ہے۔ لہٰذا نہایت ہی گھمبیر آواز سے بولا۔

آج رات لکشمی دیوی نے مجھے درشن دیئے تھے اور اس نے مجھے ایک جاپ بتایا ہے جو کہ تجھے پڑھنا ہو گا۔ اور پھر تیرے من کی آشا پوری ہو جائے گی۔

سچ مہاراج............سیٹھ نے تذبذب سے پوچھا۔

پر نتو یاد رکھ............پنڈت نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا............دیوی تجھ پر مہربان ہے اور ممکن ہے کہ وہ دھن کے ساتھ ساتھ تجھے اولاد بھی دے دے............لیکن یہ اس ہی وقت ممکن ہے جبکہ تو دیوی کے بتائے ہوئے جاپ کو پورا کرے گا۔

میں............میں دیوی کا جاپ پورا کرونگا............سیٹھ نے اعتماد سے کہا۔

تو پھر آج آدھی رات گزرنے کے بعد تو اس ہی مندر میں آجانا............پنڈت نے اس کی طرف سے منہ موڑ کر کہا۔ پر نتو یاد رکھنا اس بارے میں تو کسی سے حتیٰ کہ اپنی دھرم پتنی سے بھی کچھ نہ کہنا............جا............اب جا............اور رات سمے کا انتظار کر۔

www.ksars.org

سیٹھ موہن لال یہ سن کر الٹے قدموں مندر سے باہر آیا۔ اب اس کے سینہ میں انجانی خوشیاں کروٹیں لے رہی تھیں۔

آدھی رات گزرتے ہی سیٹھ موہن لال مندر میں پہنچ گیا۔

آئو سیٹھ............مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ پنڈت ہری رام نے بے تابی سے کہا۔ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اس سنسار میں تم واحد شخص ہو جس کے کارن دیوی نے جاپ بتایا ہے۔

یہ سب تمہاری کرپا ہے مہاراج............سیٹھ نے عقیدت سے کہا۔ ورنہ میرے بھاگ ایسے کہاں۔

اس جاپ کو آج ہی کے دن چار ہفتہ تک تم کو پڑھنا ہے۔ پنڈت ہری رام نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ آج رات بھر تمہیں لکشمی دیوی کے چرنوں میں کھڑے ہو کر جاپ کرنا ہے۔

پھر وہ قدرے تفکر سے بولا۔ پر نتو یاد رکھ۔ اگر آج رات تو نے دیوی کے چرنوں میں گزار لی تو اپنے من کی مراد ضرور پالے گا............لیکن............وہ خوفزدہ آواز سے بولا۔

اگر تیری ذرا بھی پلک جھپکی تو لکشمی دیوی تیری آشا کے ساتھ تجھے بھی نرکھ میں پہنچادے گی۔

بول............تو اس کٹھن تپسیا کے لئے تیار ہے۔

مجھے............مجھے منظور ہے مہاراج............سیٹھ موہن لال نے وفور جوش سے کہا............میں اپنے وارث کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔

تو پھر ادھر آ............پنڈت ہری رام نے کاندھے سے پکڑ کر لکشمی دیوی کی پھیلی ہوئی ٹانگوں کے درمیان کھڑا کرتے ہوئے کہا اور جب سیٹھ اس کی بتائی ہوئی جگہ پر کھڑا ہو گیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی موٹی

www.ksars.org

دانوں کی مالا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا............تو پہلا شخص ہے جسے آج مین زندگی میں اپنی کنٹھ مالا دے رہا ہوں۔ اسے لے اور اپنی دائیں ٹانگ پر کھڑا ہو جا............میں تجھے لکشمی دیوی کا پرائیت کیا ہوا جاپ یاد کراتا ہوں۔

سیٹھ موہن لال نے مالا اس کے ہاتھ سے لے لی۔ خوشی سے اس کی باچھیں کھلی جارہی تھیں اولاد کا نشہ دولت، عورت سب پر سبقت لے گیا۔

پنڈت ہری رام نے کچھ دیر تک اسے جاپ یاد کرایا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ جاپ کے الفاظ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہے ہیں تو خاموشی سے مندر کے باہر نکل آیا۔

اولاد کی چاہت اور خواہش نے سیٹھ کی آنکھوں سے نیند اڑادی تھی۔ حد تو یہ تھی کہ اسے بھولے سے جمائی تک نہیں آئی............اور پنڈت ہری رام دبے قدموں اوپر کی منزل کی طرف جارہا تھا۔

لکشمی دیوی نے اس سے ماں بننے کا سفلی عمل شروع کرادیا تھا۔

اس نے مسہری پر لیٹے لیٹے کھڑکی کے باہر آسمان پر نظریں دوڑائیں۔ نیلے آسمان پر سفید بادل چاند سے چھیڑ کر رہے تھے اور لطیف جسموں کو گدگدانی والی ہوا سبک رفتاری سے چل رہی تھی۔ اس کی کھڑکی کے پاس بڑے سے لان میں لگی ہوئی رات کی رانی کی مسحور کن خوشبو ہوا کے ساتھ کمرے میں آرہی تھی۔

ابھی صبح کاذب کا اندھیرا چھٹا ہی تھا کہ پنڈت ہری رام دبے قدموں سے مندر میں داخل ہوا۔

سیٹھ موہن لال کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ رات بھر کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں سن ہو چکی تھیں وہ زندگی میں پہلی بار اتنی دیر تک کھڑا رہا تھا۔

اور اسے اپنی اس تپسیا پر پورا پورا یقین تھا کہ وہ صاحب اولاد ہو جائے گا اور اس کی دولت کا وارث ضرور پیدا ہو گا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام نے مندر میں داخل ہو کر پاٹ دار آواز میں کہا............بیٹھ جائو۔

اور سیٹھ موہن لال اس کی آواز کے ساتھ ہی دھم سے زمین پر بیٹھ گیا۔

تم کیسے سیٹھ ہو؟............پنڈت ہری رام نے تمسخر سے کہا۔ مجھ جیسے پنڈت کی ایک ہی آواز پر بیٹھ گئے۔

تم............تم............بہت ہی عظیم ہو............سیٹھ نے نہایت ہی عقیدت سے کہا۔ آج کی تپسیا سے میرا من شانت ہو گیا ہے۔ مجھے یقین ہو چلا ہے کہ دیوی میری آشا ضرور پوری کرے گی۔ اوش پوری کرے گی پنڈت ہری رام نے بڑے ہی اعتماد سے کہا۔ دیوی اور دیوتا کسی کی تپسیا کو ضائع نہیں کرتے۔ یہ ہم منش ہیں جو کسی کا احسان نہیں مانتے۔

ایسا نہ کہو مہاراج۔ سیٹھ اس کے پائوں پکڑ کر گڑ گڑایا۔ میں نے ہمیشہ آپ کا مان رکھا ہے اور گر میری یہ آشا پوری ہو گئی تو............تو میں لکشمی دیوی کے چرنوں میں سونے کا ڈھیر لگا دوں گا۔

دیوی کے قدموں میں سونے کا ڈھیر لگانے کی ضرورت نہیں............پنڈت نے عقیدت سے کہا۔
تم اپنے من کی آشا پوری ہو جانے پر دولت مزدوروں میں لوٹا دینا۔ سونا چاندی ہیرے جواہرات تو دیوی کی ٹھوکروں میں رہتے ہیں۔

پھر وہ لہجہ بدل کر سمجھانے والے انداز میں بولا............پرنتو دیوی اور دیوتا کسی سے کچھ نہیں لیتے............بلکہ دیتے ہیں۔ سومنات کے مندر کا سونا کس کے کام آیا؟

تم سچ کہہ رہے ہو مہاراج............سیٹھ نے خوف سے کہا۔ رات جب میں دیوی کی آنکھوں سے آنکھیں ملائے جاپ کر رہا تھا۔

www.ksars.org

تونے کیا دیکھا؟............پنڈت نے پوچھا۔

میں نے دیکھا............سیٹھ نے نیند سے بوجھل پلکوں کو حیرت سے پھیلاتے ہوئے کہا............کہ جیسے دیوی کی آنکھوں میں جان پڑ گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کی چمک میں، میں نے اپنی پتنی کو دیکھا۔ اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا۔ اور............ڈاکٹر سیٹھی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

یہ ڈاکٹر سیٹھی کون ہے؟............پنڈت نے آنکھیں مچکا کر پوچھا۔

میرا فیملی ڈاکٹر ہے مہاراج............سیٹھ نے جھینپتے ہوئے بتایا۔ کوشیلا کی دیکھ بھال وہی کرتا ہے۔

پنڈت ہری رام کچھ اور ہی سمجھا............اور آتش حسد اس کے سینہ میں بھڑک اٹھی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب اس کی ضرورت نہیں۔ جب لکشمی دیوی کی آنکھوں میں اپنی آشا پوری ہوتے دیکھ چکا ہے تو دنیاوی سہارے چھوڑ دے............تیرے بھاگ میں اولاد لکھی جا چکی ہے اور تو ضرور باپ بنے گا۔

ایسا ہی ہو گا مہاراج............سیٹھ نے ہاتھ جوڑ کر سعادت مندی سے کہا............میں ڈاکٹر سیٹھی کو منع کر دوں گا۔

اب تم جا سکتے ہو............پنڈت ہری رام نے لاپروائی سے کہا۔

سیٹھ موہن لال اس کا حکم سن کر بمشکل تمام اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈگمگاتے قدموں سے مندر کے باہر نکل آیا............وہ خوش تھا............بہت خوش۔

ڈاکٹر سیٹھی نے کوشیلا کو ٹیسٹ کیا تو وہ یہ جان کر حیران رہ گیا کہ کوشیلا کی گود بھر گئی ہے۔

www.ksars.org

ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ کوشیلا میں ماں بننے کی پوری صلاحیتیں موجود تھیں..........لیکن اس کے مالک سیٹھ موہن لال میں کمزوری تھی۔ ایسی کمزوری جس کا علاج اگر دلجمعی سے کرایا جائے تو ٹھیک ہو سکتا تھا لیکن شروع میں تو سیٹھ موہن لال نے اس علاج کو اپنی مردانگی کے خلاف سمجھا پھر وہ ڈاکٹر سیٹھی کے سمجھانے بجھانے پر راضی ہو گیا..........

اسے کاروبار سے اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ علاج کر سکے۔

یہ لاپروائی دیکھ کر ڈاکٹر سیٹھی نے سمجھ لیا تھا کہ سیٹھ کو اولاد کی زیادہ تمنا نہیں ہے۔

وہ سیٹھ کے دل کا حال کیا جان سکتا تھا۔

لیکن اب وہ حیران وپریشان تھا..........کوشیلا کے جسم میں ایک اور جسم وجود پا رہا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے کہ وقتاً فوقتاً کھائی جانے والی دوائوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

"میڈیکل سائنس اس کا منہ چڑا رہی تھی۔"

آخر کار اس نے راز کو حل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس راز پر سے صرف ایک ہی شخصیت پردہ ہٹا سکتی تھی وہ کوشیلا تھی۔

ایک رات جبکہ سیٹھ موہن لال زمینوں پر گیا ہوا تھا۔ وہ موہن لاج کی طرف چل دیا۔

اس کا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا لیکن تجسس اور جذبہ محبت کے تحت اس کے قدم خود بخود ہی سیٹھ موہن لال کی کوٹھی کی طرف اٹھتے ہی چلے جا رہے تھے۔

www.ksars.org

پیپل اور نیم کے فلک بوس درختوں کے جھنڈ میں ’’موہن لاج‘‘ دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔

پام کے درختوں کی لمبی سی قطار کے درمیان بنے راستے طے کرتا ہوا وہ صدر دروازہ کی سیڑھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ پوری عمارت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ البتہ اوپر جانے والے زینے کے راستہ میں ایک بلب جل رہا تھا۔

ڈاکٹر سیٹھی کوریڈور کو طے کرتا ہوا زینہ کے قریب پہنچا تو اسے خیال آیا کہ کوشیلا کے پاس جانے سے پہلے دیوی کے درشن کر لینا بہتر ہے۔ پھر اس کی نگاہیں لکشمی دیوی کے مندر کی طرف اٹھ گئیں۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ مندر کا دروازہ بھڑا ہوا ہے۔

دیوی کے مندر کا دروازہ بند کیوں ہے؟ اس نے سوچا کہ منش سے دیوی دیوتا بھی ڈرنے لگے ہیں۔

لیکن............لیکن............لکشمی دیوی کا یہ مندر تو سیٹھ موہن لال کی کوٹھی میں واقع ہے جہاں پرندہ پر مارے تو پرندہ کے پر بھی جل جائیں گے۔ پھر وہ اس ارادہ سے مندر کی طرف چل دیا کہ ممکن ہے کہ کیواڑ ہی لگے ہوں............دروازہ کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ دروازہ میں سے روشنی باہر آ رہی تھی اور ساتھ ہی دو آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جس کا مطلب ہے کہ اندر کوئی ہے۔

مندر کے اندر ایک مذہبی پیشوا تھا۔ دوسری اس کی راہنمائی میں آسمان کا آنند حاصل کرنے والی اور تیسری خود لکشمی تھی۔ دیوی خاموشی سے ان دونوں کو ہنستا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ نہ تو اپنے سیوک کو کچھ کہہ سکتی تھی اور نہ اپنی داسی کو۔ یقین و اعتماد کی اس دیوار کو وہ نہیں ڈھا سکتی تھی۔ اس کے پرستار جس روپ میں بھی ہوں اسے قبول تھا۔ یہ دیوی کی عزت و عظمت کی نشانی تھی۔

لیکن ڈاکٹر سیٹھی نہ دیوی تھا اور نہ ہی دیوتا............وہ تو بس ایک انسان تھا............انسان جو کسی بھی غیر متوقع حالت کو دیکھ کر کشش و پیچ میں پڑ جاتا ہے اور پھر اس کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔

www.ksars.org

وہ سوچ رہا تھا کہ میں زور زور سے چلا کر سیٹھ موہن لال کو بتاؤں کہ سیٹھ آئو............اور اپنی دھرم پتنی کو دیکھو کہ یہ یہاں کیوں آئی ہے؟

کیا میں لوگوں کو بتاؤں کہ آئو اور دیکھو............بدی سے بچنے کے "پاٹ" دینے والا۔ پنڈت خود۔

مذہب انسان کو زندگی گزارنے کے سلیقہ اور طریقے بتاتا ہے اور شیطان صفت انسان نے مذہب کو بھی مذاق بنالیا ہے اور وہ جب بھی جہاں موقع ملتا ہے خود اپنے ساتھ بغاوت کرتا رہتا ہے۔

پنڈت ہری رام کو اس بات کا احساس ہو چلا تھا کہ کوشیلا کا پائوں بھاری ہو گیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ گومگوں کی حالت میں تھا۔ وہ کوشیلا کے ذہن میں ایمان کی ایسی مذہبی تہہ جما دیتا تھا جس کے زیر سایہ وہ بلا کسی خوف و تردد کے بالک کو جنم دے سکے اور اس مقصد کی خاطر............ قبل اس کے کہ کوشیلا مندر سے باہر آتی............پنڈت نے گھمبیر آواز سے کہا۔

کوشیلا............ آج تجھے گؤماتا کے پوتر جل کو پینا ہو گا۔ تا کہ تیرے شریر سے جنم لینے والے انسان پر کسی منحوس کا سایہ نہ پڑ سکے۔

گؤماتا کے پوتر جل............کوشیلا نے فرط عقیدت سے کہا۔

ہاں............یہ وہ جل ہے............پنڈت ہری رام نے آنکھیں بند کر کے نہایت ہی رقت بھری آواز سے کہا............جسے انسان ایک بار پی لے تو جیون بھر پوتر رہتا ہے۔ اس پر کبھی گھٹنائیں نہیں آتیں۔

لیکن مہاراج یہ پوتر جل کہاں سے حاصل کروں گی............کوشیلا نے کہا۔

تجھے کہیں جانے کی ضرورت نہیں............پنڈت ہری رام نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر مندر کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے دروازہ کے درمیان میں کھڑے ہو کر اپنی گائے کو مخصوص انداز میں آواز دی۔

www.ksars.org

گائے ایسی سدھی ہوئی تھی کہ پنڈت کی ایک آواز پر اپنے کھونٹے کو چھوڑ کر اس کی طرف چلی آئی۔ پنڈت نے اس کے گلے میں پڑی ہوئی گھنگروں والی رسی کو پکڑ کر دروازہ کے اندر کھینچ لیا۔

اور پھر............دیوی کے چرنوں میں کوشیلا گائے کے تھل تھل کرتے ہوئے نیم گرم پیشاب کو پی رہی تھی اور اسے چہرہ پر مل رہی تھی۔ مٹی کے بنے ہوئے اس انسان کے عقائد کتنے بھونڈے ہوتے ہیں۔

بھگوان............گؤماتا............پوتر جل............پنڈت............پجاری............یہ سب اس کے اعتقاد ہی تو ہیں۔ اگر اعتقاد نہ ہو تو پھر............پھر............کچھ بھی نہ ہو............صرف انسان ہو............مٹی کا بنا ہوا۔ پاکیزہ سا دیوتا جس کی مہک سے یہ کائنات ہمیشہ مسحور رہے۔ لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ مٹی کا یہ انسان پتھر اور اعتقاد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

بچہ اگر گود میں پیشاب کر دے تو ماں اسے فوراً ہی اتار دیتی ہے............وہی ماں وہی مٹی کی مورت اس وقت ایک چوپائے کے پیشاب کو مقدس سمجھ کر اپنے چہرہ پر مل رہی تھی۔ انسان کے امکان سے باہر جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی تکمیل کے لئے ہر قسم کا سہارہ لیتا ہے۔ خواہ وہ ناجائز ہو یا نہ ہو۔

گائے کا پیشاب اس کی آنکھوں میں جا رہا تھا۔ اس کے تمام جسم پر بہہ رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ خوش تھی۔ اس کے جسم سے بلائیں دور ہوتی رہیں گی۔

جب گائے پیشاب کر چکی تو پنڈت نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور وہ مندر کے باہر نکل گئی۔

گائے کے جانے کے بعد کوشیلا نے پنڈت ہری رام کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ اور مندر کے باہر چلی آئی۔ آج وہ خوش تھی۔ بہت ہی خوش۔ ایسا کیف و سرور تو اسے عام حالات میں بھی کبھی نہیں ملا تھا............اس کا سارا بند ایک انجانی خوشی سے سرشار ہو رہا تھا۔ اور وہ اس ہی سرشاری کے عالم میں مسہری پر جا کر لیٹ گئی اور اس طرح چھ ماہ گزر گئے۔

www.ksars.org

کوشیلا کے جسم میں ایک نیا جسم اپنے ارتقاء کی منزلیں طے کرتا ہوا اس مرحلے میں داخل ہو گیا۔ جہاں روح کی موجودگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

کوشیلا اور سیٹھ موہن لال ایک نئے انسان کی موجودگی سے بے انتہا خوش تھے۔ سیٹھ موہن لال نے پنڈت ہری رام کے چرنوں میں دولت کا ڈھیر لگا دیا تھا۔ لیکن ماورائی طاقتوں کے اس بادشاہ نے اس دولت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

کوشیلا پنڈت ہری رام کی گرویدہ تھی۔ اس سے عقیدت رکھتی تھی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ مہان گیانی پنڈت ہے جسے اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دنیاوی لذتوں کو تیاگ چکا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کی آشا کے کارن اور لکشمی دیوی کی آگیا کے کارن کیا ہے۔

اس کے دل اور دماغ میں پنڈت ہری رام کے لئے بے پناہ عقیدت تھی۔ وہ اس مہا پرش پنڈت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار تھی۔ غرضیکہ وہ ان دونوں میاں بیوی کی نظروں میں پرماتما سے بڑھ کر تھا۔

سہ پہر کو کوشیلا سو کر اٹھی اور سیدھی غسل خانہ میں چلی گئی۔ اس نے ٹب کا نل کھول دیا۔ پھر اس نے غسل خانہ کی دائیں جانب دیوار کی طرف دیکھا۔ اس دیوار میں پچھلے ہی گتے اس کے پتی دیوتا سیٹھ موہن لال نے بیلجیئم سے درآمد شدہ قد آدم شیشہ نصب کرایا تھا۔ اس نے قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا سراپا دیکھا۔ اسے اپنا جسم کچھ عجیب سالگا۔ بھدا............ بھدا سا بے ڈول............ لیکن اب اس کا یہ سڈول جسم عجیب بے ڈھنگا سا ہو گیا تھا۔ اس کے جسم سے ایک جسم جنم لے رہا تھا اور اس لئے جنم لینے والے نے اس کے حسن اور جسم کی بناوٹ ہی کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ اس کی اپنی منشاء کے مطابق ہو رہا تھا۔ اسے اور سیٹھ موہن لال کو اپنی بے پناہ دولت کا وارث چاہئے تھا اور کوشیلا نے اس خواہش کی تکمیل میں اپنا حسن قربان کر دیا تھا۔

www.ksars.org

جھوٹی پیش گوئی

اب اس کے خوب صورت جسم سے اسے ماتا اور اس کے پتی کو پتا کہنے والا جنم لے رہا تھا..........اولاد کی چاہت جذبہ محبت پر چھا گئی اور وہ ایک انجانی خوشی کی لہر محسوس کرتی ہوئی پانی کے بھرے ٹب میں اتر گئی۔

ٹب میں بیٹھ کر اس نے پانی کی سطح سے اوپر نکلے ہوئے جسم پر خوشبودار صابن ملا اور پھر آنکھیں بند کر کے چہرہ پر بھی لگانے لگی..........

غسل کرنے کے بعد کوشیلا تولیہ کھینچتی ہوئی دروازہ کی طرف گئی۔ اور اس ہی لمحہ اس کا پائوں پھسل گیا۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور غسل خانہ کے فرش پر چاروں شانے چت گر پڑی۔

سیٹھ موہن لال غسل خانے میں داخل ہوا تو کوشیلا کا جسم بالکل ڈھیلا پڑ چکا گھا..........وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

سیٹھ موہن لال یہ دیکھ کر گبھرا گیا۔ اس نے جلدی جلدی جیسے بھی ہو سکا کوشیلا کو بمشکل تمام اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور شب خوابی کے کمرہ میں لے آیا۔ اس کا سانس پھول چکا تھا۔ اس نے ڈسپنسری میں ڈاکٹر سیٹھی کو فون کیا اور اسے فوراً ہی گھر پہنچنے کو کہا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

کوشیلا کی حالت تشویشناک تھی۔ ڈسپنسری کے چھوٹے سے آپریشن تھیٹر میں وہ میز پر بے ہوش لیٹی تھی۔ انجکشن لگانے کے بعد وہ آپریشن تھیٹر کے باہر آگیا.........باہر سیٹھ موہن لال بے چینی سے ٹہل رہا تھا اور اس سے کچھ فاصلہ پر پنڈت ہری رام ایک کونے میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھا پرارتھنا میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر سیٹھی کے باہر آتے ہی سیٹھ موہن لال نے بے تابی سے پوچھا۔

"میری دھرم پتنی اب کیسی ہے؟"

تشویش کی کوئی بات نہیں.........ڈاکٹر سیٹھی نے تسلی دی.........میں نے انجکشن لگا دیا ہے۔

ڈاکٹر کا تسلی آمیز جواب سن کر سیٹھ موہن لال پنڈت سے مخاطب ہوا۔

پنڈت جی.........یہ میری بیس سال کی محنت ہے.........اتنے طویل عرصے بعد بھگوان نے مجھ پر کرپا کی ہے۔ مجھے اولاد سے نوازا ہے تم.........بھگوان سے اوپر پرارتھنا کرو.........کہ کوشیلا کو کچھ نہ.........کچھ بھی نہ ہو۔

یہ سب بھگوان کی دین ہے۔ پنڈت ہری رام نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

لکشمی دیوی نے بھگوان سے سفارش کر دی ہے تیری آشا پوری ہو جائے گی۔ تجھے تیری دولت کا وارث ملے گا.........اوش ملے گا۔ پنڈت جی.........سیٹھ موہن لال فرط عقیدت سے اس کے پائوں چھو کر بولا۔ آپ تو جانتے ہیں اولاد کے لئے ڈاکٹر مایوس ہو چکے ہیں.........یہ اختیار صرف بھگوان کو حاصل ہے۔

ہاں سیٹھ صاحب.........یہ سب بھگوان کے ہاتھ میں ہے۔ ڈاکٹر سیٹھی نے چبھتا ہوا طنز کیا۔ ڈاکٹر تو صرف دوائیں دے سکتے ہیں.........بچہ پیدا نہیں کر سکتے بچہ تو صرف بھگوان کے سچے سیوک ہی پیدا کر سکتے ہیں۔

آخری جملے پر پنڈت ہری رام نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور برجستہ جواب دیا۔

www.ksars.org

اس لئے کہ ان میں بھگوان کی پرائیت کی ہوئی شکتی ہوتی ہے.........اور وہ ابھی اپنا جملہ پورا بھی نہیں کر پایا تھا کہ ایک نرس نے تیزی سے آکر ڈاکٹر سیٹھی کو بتایا کہ.........کوشیلا ہوش میں آگئی ہے۔

یہ سنتے ہی سیٹھ موہن لال نے اپنا سر پنڈت ہری رام کے قدموں میں جھکا دیا اور ڈاکٹر سیٹھی دوبارہ آپریشن تھیٹر میں چلا گیا۔

ڈاکٹر سیٹھی آپریشن ٹیبل کے قریب پہنچ کر قدرے کوشیلا پر جھک سا گیا۔ جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ واقعی وہ ہوش میں آگئی ہے۔

کوشیلا نے سیٹھی کو جھکا دیکھا تو نہایت ہی کرب سے بولی.........ڈاکٹر میرے پیٹ میں سخت درد ہو رہا ہے۔ پھر اس نے سخت افسردگی سے کہا.........کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ارمانوں کی کلی مرجھا جائے۔

کیسی باتیں کر رہی ہو کوشیلا.........ڈاکٹر سیٹھی نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تسلی سے کہا۔ جب بھگوان نے بچہ دیا ہے تو وہ اسے سدا زندہ بھی رکھے گا۔ میں اپنی کوشش کر رہا ہوں.........بچہ ضائع نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر کی تسلی آمیز بات سن کر کوشیلا نے اطمینان سے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

ڈاکٹر سیٹھی نے نرس کو ایک اور انجکشن تیار کرنے کا حکم دیا اور کوشیلا کے پیٹ پر آہستہ سے ہاتھ پھیرنے لگا۔

کوشیلا کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر سیٹھی نے موہن لال کو اس کی تشویش ناک حالت سے آگاہ کر دیا اور سیٹھ موہن لال نے نہ صرف شہر کی دو مشہور و معروف لیڈی ڈاکٹرز کو بھاری فیس دے کر بلا لیا تھا بلکہ اس نے امریکہ کے ایک ماہر ڈاکٹر سے بھی فون پر رابطہ قائم کر رکھا تھا لیکن تمام وسائل کے باوجود ڈاکٹروں کی سر توڑ جدوجہد کے باوجود کوشیلا کے ماں بننے کا ارمان پورا نہیں ہوا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام کی پرارتھنائیں بھی بے کار ثابت ہوئیں اور پھر پورے دس دن بعد............کوشیلا کے ہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔ ڈاکٹر سیٹھی پسینے میں شرابور تھیٹر سے باہر نکلا اور بڑے ہی دکھ سے بولا............سیٹھ جی کیا ہوا............سیٹھ موہن لال نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پوچھا............میری کوشیلا تو ٹھیک ہے نا؟

سیٹھ جی............ڈاکٹر سیٹھی نے ڈرتے ہوئے کہا............کوشیلا............ٹھیک ہے۔ اسے بچانے کی کوشش کی جارہی ہے............لیکن............لیکن اس کا بچہ ضائع ہو چکا ہے۔

کیا بکتے ہو............سیٹھ موہن لال نے چیخ کر کہا۔ جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ ہو۔

کونے میں بیٹھے ہوئے پنڈت ہری رام نے اس کی طرف چونک کر دیکھا اور پھر بلند آواز سے بولا۔ یہ غلط ہے............یہ سچ ہے پنڈت جی............ڈاکٹر سیٹھی نے زہر خند لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھ ہی ایک نرس سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے بچہ کو لے کر باہر آگئی۔ سیٹھ موہن لال سخت ذہنی دباؤ میں آ کر ڈاکٹر سیٹھی کو کاندھے سے پکڑ کر چلایا............یہ نہیں ہو سکتا............میرا بچہ نہیں مر سکتا............پھر اس نے پاگلوں کی طرح آنکھیں پھاڑ کر کہا............کیا میرا بچہ میرا نہیں تھا۔

یہ میں نہیں بتا سکتا۔ ڈاکٹر سیٹھی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ اس بات کا علم مجھ سے زیادہ پنڈت جی کو ہے۔

یہ سن کر سیٹھ موہن لال پاگلوں کی طرح پنڈت کی طرف پلٹ کر بولا............کہو پنڈت............ہری رام نے بے خیالی سے جواب دیا۔ کیا مطلب............سیٹھ موہن لال نے غم و غصہ سے کہا۔

بچہ بھگوان نے دیا تھا۔ بھگوان نے ہی واپس لے لیا............پنڈت ہری رام نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا............کہنے کو تو اس نے یہ بات کہہ دی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا۔

www.ksars.org

پنڈت کی بات سن کر سیٹھ موہن لال نے قریب کھڑی ہوئی نرس کی طرف دیکھا............پھر اس نے بچہ کو جھپٹا اور دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا لکشمی دیوی کے مندر کی طرف چلا گیا۔

پنڈت جی............اب کوشیلا کے جیون کے لئے پرارتھنا کیجئے گا۔ ڈاکٹر سیٹھی نے نہایت ہی سرگوشی سے کہا۔ پنڈت ہری رام اس کے اس جملے کا طنز سمجھ گیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کنٹھ مالا کو گلے میں ڈال لیا اور خاموشی سے مندر چل دیا۔ اس کے مندر کی طرف تھکے تھکے سے اٹھتے ہوئے قدم اس کی شکست خوردگی کا پتہ دے رہے تھے۔

اسے ایک بار پھر شکست ہو گئی تھی۔

لکشمی دیوی کے قدموں میں سیٹھ موہن لال اپنے مردہ بچے کی لاش سینہ سے لگائے پڑا تھا۔ شاید لکشمی دیوی سے دی ہوئی بھکشا کا شکوہ کر رہا تھا............اور لکشمی دیوی نے بچہ کے ساتھ ساتھ اسے بھی اپنے پاس بلا لیا تھا............سیٹھ موہن لال اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکا۔

پنڈت ہری رام ہاتھ جوڑے سر جھکائے لکشمی دیوی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے دل سے آہیں نکل رہی تھیں............وہ دیوی سے شکوہ کر رہا تھا لیکن دیوی خاموش تھی جیسے پنڈت کی کوئی بات سننا نہیں چاہتی ہو۔

یکایک پنڈت کو احساس ہوا کہ لکشمی دیوی تو پتھر کی مورتی ہے............وہ بھلا کیا سنے گی۔ لکشمی دیوی کو یہ طاقت کہاں کہ کسی کو اولاد دے دے اور اس کے ساتھ ہی اعتماد و یقین کی عمارت ڈھیر ہو گئی۔

پنڈت ہری رام کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم بھاری ہو گیا ہو............اس نے خود کو منوں بوجھ تلے محسوس کیا............یہ غم کا بوجھ تھا............بچہ کی موت کا صدمہ تھا............وہ بچہ جو اگر زندہ رہتا تو پنڈت ہری رام کی ماورائی طاقت کا منہ بولتا ثبوت ہوتا۔ پنڈت ہری رام کو پہلی بار محسوس ہوا کہ غم بھی کوئی چیز ہے............وہ خالی خالی نظروں سے بچہ کو دیکھ رہا تھا............معصوم سا بھولا بھالا بچہ............

www.ksars.org

اولاد کیا ہوتی ہے۔ یہ کونسی نعمت ہے جس کے لئے میاں بیوی تڑپتے ہیں۔ پہلی بار اس کے ذہن میں اولاد کی اہمیت اجاگر ہوئی اور اس کے ساتھ ہی شفقت پدری کا جذبہ بھی بیدار ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بچہ کو لینا چاہا لیکن اسی وقت مندر میں سیٹھ موہن لال کے عزیز و اقارب روتے ہوئے داخل ہوئے۔

ڈاکٹر سیٹھی نے انہیں بتا دیا تھا کہ سیٹھ اس حادثہ سے اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے اور وہ بچہ کو لے کر لکشمی کے مندر میں گیا ہے۔

سیٹھ کے رشتہ داروں نے اس کی اور بچہ کی لاش کو اٹھا لیا اور الٹے قدموں سے مندر سے نکل گئے۔

سیٹھ موہن لال کی ارتھی کو اس کے بھائی نے آگ لگائی.......... شعلے فضا میں بلند ہوئے اور پنڈت ہری رام کو اشلوک پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سارا وجود جل رہا ہو۔ جلتے ہوئے گوشت کی سڑانڈ اسے اپنے ضمیر کی سڑانڈ محسوس ہوئی۔

سیٹھ موہن لال اور بچہ کی چتا شعلوں کی لپیٹ میں تھی اور پنڈت ہری رام خود بھی اس آگ میں جل رہا تھا۔ اس کی روح دھواں بن کر ان شعلوں میں تبدیل ہو رہی تھی.......... اس کی ماورائی طاقت بھسم ہوتی جا رہی تھی اور جب وہ جلی ہوئی چتا کی راکھ کے پاس سے اٹھا تو خود بھی راکھ کا ڈھیر ہو چکا تھا۔

اب وہ بس عام سا آدمی تھا۔ ایسا آدمی تھا جس کے دل میں اولاد کی تمنا تھی اور بیوی کی خواہش۔ جو اب بھگوان کا سیوک نہیں بلکہ اس دھرتی کا اپرادھی تھا۔ جب تک اسے ماورائی طاقتیں حاصل تھیں تب تک وہ بھگوان کا سیوک تھا۔

www.ksars.org

مندر اس کا ٹھکانہ تھا۔ پجاری اور پجارنیں اس کی خدمت کرنا باعث فخر سمجھتی تھیں۔ لیکن اب تو وہ کچھ بھی نہیں تھا محض ایک انسان تھا............اور انسان کا ذہن تیزی سے کام کرتا ہے............کیونکہ وہ ہر کام کے انجام سے بے خبر ہوتا ہے لیکن پھر بھی اچھائی کی امید پر جو کچھ بھی سمجھتا ہے کر ڈالتا ہے۔

پنڈت ہری رام کی اصل حقیقت ابھی کسی پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مستقبل میں زندگی گزارنے کا لائحہ عمل تیار کر لیا۔ اور چتا کے پاس سے ایک نئے عزم نئے ولولہ کے ساتھ اٹھا اور لکشمی دیوی کے مندر کی طرف چل دیا۔

☆×××××××××××☆

کوشیلا جلد ہی صحت یاب ہو گئی۔ ہندو مذہب میں عورت کا بیوہ ہو جانا بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ بیوہ ہونے کے بعد معاشرہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اس کی گھریلو زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے۔ کوشیلا ودوا ہو چکی تھی اور سیٹھ موہن لال کی چتا کی راکھ ابھی ٹھنڈی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس کی جائیداد کے سینکڑوں وارث پیدا ہو گئے۔

کوشیلا کی محل نما کوٹھی میں اس کے سسرال والوں نے ڈیرہ جما لیا تھا اور اس کے تین دیور جو کہ زمینداری کرتے تھے مل کے مالک بننے کے منصوبے بنانے لگے............ان کے ساتھ دو نندیں اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے۔

وہ لوگ کوشیلا کو کسی بھی معاملے میں نہیں پوچھتے تھے بلکہ وہ لوگ کھل کر یہ بات کہتے تھے کہ اگر آج موہن لال کی بیوی بانجھ نہ ہوتی تو انہیں اس چلتے ہوئے کاروبار کو سنبھالنے کی خاطر گائوں سے نہ آنا پڑتا۔

اس کی نندیں منہ بگاڑ بگاڑ کر کہتیں۔ اس کے ابھاگن نے ہمارے بھائی کو کھا لیا۔

www.ksars.org

کوشیلا کے ماتا پتا بھی آ چکے تھے۔ وہ لوگ غریب نہ تھے۔ اس کے باوجود چاہتے تھے کہ اس کی جائیداد میں سے کچھ نہ کچھ تو ان کی بیٹی کو ملنا چاہئے۔

کوشیلا ان تمام جھگڑوں سے الگ تھی اسے صرف ایک ہی فکر تھی..........ایک ہی غم تھا کہ اب اس کا کیا ہو گا۔ اگر آج اس کی اولاد ہوتی تو اسے کسی بھی بات کی فکر نہ ہوتی۔ ان خاندانی جھگڑوں اور جائیداد کی کشمکش کو ختم کرنے کی خاطر اس نے پنڈت ہری رام سے رجوع کرنے کا سوچا۔

اس کی نظروں میں وہ اب بھی مہاپرش پجاری تھا اور اسے یقین تھا کہ ان تمام دشواریوں کو پنڈت ہری رام چٹکی بجاتے میں حل کر دے گا۔

☆××××××××××☆

پنڈت ہری رام لکشمی دیوی کے سامنے بیٹھا مستقبل کے تانے بانے بنانے میں مشغول تھا۔ کوشیلا نے مندر میں پہنچ کر پنڈت کو سر جھکائے سوچ میں گم دیکھا تو سمجھی وہ گیان کر رہا ہے لہٰذا وہ خاموشی سے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

پنڈت ہری رام نے کچھ دیر بعد یونہی گردن اوپر کو اٹھائی تو دیکھا کہ کوشیلا سامنے کھڑی ہے۔ کوشیلا کو اچانک اپنے سامنے پا کر وہ چونک سا گیا۔

اسے ودوا ہوئے صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا۔ شوہر کی موت کا غم اس کے چہرے پر نمایاں تھا۔ اس کے باوجود سیاہ رنگ کی ساڑھی میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔

پنڈت جی..........کوشیلا نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔ لکشمی نے مجھے اولاد دی تھی وہ بھی لے لی۔ پتی دیوتا تھا وہ سورگ باش ہو گیا..........پھر وہ قدرے تیز لہجہ میں بولی..........اب دیوی سے کہو۔ دھن بھی واپس لے

www.ksars.org

لے۔ جس کی خاطر رشتہ دار آپس میں لڑتے مرتے ہیں.......... جس کی خاطر انہوں نے میرا جینا مشکل کر دیا ہے۔ دیوی تیرا دکھ جانتی ہے.......... پنڈت ہری رام نے تحمل سے جواب دیا۔

پنڈت جی.......... دیوی سے کہو مجھے بھی اپنے پاس بلا لے.......... کوشیلا نے زمین پر بیٹھ کر اس کے پائوں چھوتے ہوئے رندھی آواز میں کہا.......... میرا سب کچھ برباد ہو گیا.......... سب کچھ تباہ ہو گیا.......... اب میں اس جیون میں کیا کروں گی.......... کیا کروں گی۔

آخری الفاظ کے ساتھ ہی اس کا دل بھر آیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نراش نہ ہو.......... پنڈت ہری رام نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.......... دیوی دیالو ہے وہ تیری ضرور سائیتا کرے گی.......... اگر جیون میں کٹھنائیں نہ ہوں تو آتما کو چین کیسے ملے گا۔

پھر اس نے بڑے ہی پیار بھرے لہجے میں سمجھایا۔

تیرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا.......... یہ ہونا ہی تھا.......... یہ سب تیرے پچھلے جنم کا کھوٹ تھا.......... دیوی نے تیری آشا پوری کر دی تھی لیکن تیرے پچھلے گناہوں کو ختم کرنا دیوی کا کام نہیں تھا.......... وہ کھشٹ تو تجھے ملنا ہی تھا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی کوشیلا تعجب سے پنڈت ہری رام کو دیکھنے لگی۔

منش کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ کسی کے کارن ہو رہا ہے۔

پنڈت ہری رام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا.......... حالانکہ اسے جن کٹھنائوں سے گزرنا ہوتا ہے وہ اس کے پچھلے جنم کا کیا دھرا ہوتا ہے.......... اور جب وہ ان کٹھنائوں سے گزر جاتا ہے تو آتما کو آنند مل جاتا ہے پھر جیون میں سکھ ہی سکھ ہوتا ہے۔

www.ksars.org

لیکن............یہ کیسا کھشٹ ہے مہاراج کہ میرا............تو یہ جیون بھی نرکھ بن گیا ہے۔ کوشیلا نے ڈرتے ڈرتے غمزدہ آواز میں کہا۔

جیون کو دوش نہ دے............پنڈت ہری رام نے اسی ہی طرح پیار سے سمجھایا............یہ سب کچھ تیرے پچھلے جنم کے کارن ہوا ہے............جو ہونا تھا ہو گیا............کھشٹ ختم ہوا............اب پھر تو نیا جیون شروع کر دے اب تیرے جیون میں سکھ ہی سکھ ہیں۔

میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا مہاراج............کوشیلا نے اپنی سسکیوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

میرے ودوا ہوتے ہی رشتہ داروں نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ ہر رشتہ دار دولت حاصل کرنے کے چکر میں لگا ہوا ہے۔ کوئی میری طرف............دھیان ہی نہیں دیتا۔ کوئی میرا دکھ سمجھتا ہی نہیں۔ اتنا کہہ کر اس نے ساڑھی کے پلو سے اپنا منہ چھپالیا اور پھر سسکیاں لینے لگی۔

دکھ سمجھا نہیں جاتا............پنڈت ہری رام نے کہا............دکھ تو بانٹا جاتا ہے............اور تیرا دکھ بانٹنے کے لئے میں ساتھ ہوں۔

آپ............آپ مہاراج............کوشیلا نے حیرت و خوشی کے ملے جلے لہجہ میں پوچھا۔

پنڈت ہری رام جانتا تھا کہ غمزدہ کے زخموں پر مرہم رکھنے کا یہی موقع ہے............یہی وقت تھا جبکہ وہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا............لہٰذا نہایت ہی چالاکی سے بولا۔

دیوی نے تیری سہائیتا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور جس طرح اس نے اپنے سیوک کے ذریعے تجھے اولاد سے نوازا تھا اس ہی طرح اپنے سیوک کے ذریعہ تیرے جیون میں سکھ ہی سکھ بھر دے گی۔

لیکن............یہ سب کیسے ہو گا............کوشیلا نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

www.ksars.org

تو اس کی چنتا نہ کر..........پنڈت ہری رام نے سمجھایا۔ اگر تجھے جیون میں سکھ چاہئے تو صرف میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا..........اس کے بعد اس نے کوشیلا کو دونوں بازوئوں سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

جب بھی مجھے دیوی کا سندیس ملے گا میں تیرے جیون میں خوشیاں بھر دونگا..........اب تو جا اور اس سمے کا انتظار کر۔

یہ سن کر کوشیلا نے پنڈت ہری رام سے مزید گفتگو کرنا بے کار سمجھا۔ اس نے ساڑھی کے پلو سے اپنی آنکھوں کو صاف کیا اور خاموشی سے باہر نکل آئی۔

☆×××××××××××☆

غمزدہ شخص کی مثال اس کشتی کی مانند ہوتی ہے جس کا بادباں ٹوٹ گیا ہو..........اور ہوا کے رحم و کرم پر ہو..........پھر عورت..........اور وہ بھی ایسی عورت جو بیوہ ہو چکی ہو..........جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ جس کی کوئی دلجوئی کرنے والا نہ ہو۔ ایسی عورت تو اس شیشے کی مانند ہوتی ہے جو ٹوٹ کر بکھر گیا ہو۔

عورت..........خواہ کسان کی بیوی ہو یا کسی بادشاہ کی، مرد اس کا سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے۔

کوشیلا کا یہی سہارا تھا جو ختم ہو گیا تھا۔

پنڈت ہری رام نے اس بے سہارا عورت کو سہارا دینے کا وعدہ کر لیا تھا اور کوشیلا کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ بے یار و مددگار نہ ہو۔ اس میں حالات کا مقابلہ کرنے کا عزم پیدا ہو گیا۔ مہان پنڈت کے سہارے تو وہ دنیا سے مقابلہ کر سکتی ہے۔

اسے کیا معلوم کہ پنڈت تو اب خود خالی ہاتھ تھا۔

www.ksars.org

اب وہ ہفتہ میں دو تین بار لکشمی دیوی کی پوجا کے بہانہ مندر میں آجاتی تھی اور تنہائی کے ان لمحات میں پنڈت ہری رام سے باتیں کر کے اس سے مدد کی طلبگار ہوتی تھی لیکن پنڈت ہر بار اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ............ابھی دیوی کا اپدیش نہیں ملا ہے۔

درحقیقت............وہ دریا میں طوفان آنے کا منتظر تھا............وہ جانتا تھا کہ کوشیلا کو بیوہ ہوئے صرف چند ماہ ہی ہوئے............اور وہ شوہر سے جدائی کا غم زیادہ عرصہ نہیں سہہ سکے گی۔

ضبط کا بند ایک نہ ایک دن ٹوٹ ہی جائے گا۔

دریا کا پانی کناروں سے بہہ نکلے گا اور یہی وہ موقع ہو گا جب کہ وہ جیون بھر تشنگی بجھانے کی خاطر اس دریا سے پانی حاصل کر لے گا۔

☆×××××××××××☆

کچھ عرصہ بعد کوشیلا کے سسر نے بینک بیلنس پر قبضہ کر لیا۔ بھائیوں نے مل کر حصے بخرے کر لئے۔ نندوں نے اس کے جسم سے زیور اتار لیا............اب وہ یک و تنہا دلبرداشتہ پنڈت کے سامنے کھڑی تھی۔

پنڈت نے اس کے دکھے ہوئے دل پر ایک بار پھر مرہم رکھا۔ اسے سمجھایا کہ اس سنسار میں دکھ ہی دکھ ہے اور اب بہتر یہی ہے کہ اس سنسار کو چھوڑ دیا جائے۔

کوشیلا کو پنڈت سے محبت تھی اس کے دل میں پنڈت کے لئے عقیدت و احترام تھا............وہ اس کی ماورائی طاقتوں کی گرویدہ تھی۔

اسے جب یہ پتہ چلا کہ پنڈت بھی اسے چاہتا ہے اس سے پریم کرتا ہے اور اب جیون ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اسے خوشی ہوئی۔

www.ksars.org

ہندو معاشرہ میں کسی بیوہ عورت کو شوہر کا سہارا مل جانا اس کی سب سے بڑی خوش قسمتی سمجھا جاتا ہے۔ اس معاشرہ میں ایسا ہوتا نہیں ہے۔

کوشیلا اپنی قسمت پر جتنا بھی ناز کرتی کم ہے۔ پنڈت نے اس کے ساتھ جیون گزارنے کا فیصلہ کر کے اس پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔

ان دونوں نے اس شہر سے چلے جانے کا منصوبہ بنایا۔

اور پھر ایک رات کوشیلا نے وہ نقدی اپنے ساتھ لی جس کا علم اس کے مرحوم پرتی کو بھی نہیں تھا اور لکشمی دیوی کے مندر میں آ گئی۔ ان دونوں نے ایستادہ لکشمی دیوی کی الوداعی پوجا کی۔ اور پھر مندر کے باہر نکل آئے۔ اب دونوں نامعلوم منزل کی طرف گامزن تھے۔ جہاں ان کے استقبال کے لئے سکھ ہی سکھ موجود تھے۔

☆××××××××××☆

سنہ ۱۹۵۰ء کا ذکر ہے جبکہ تقسیم ہند کو چار سال گزر چکے تھے۔

پنڈت ہری رام نے ہندوستان چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ہندو معاشرہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے پاکستان میں آ کر سکھر شہر میں بود و باش اختیار کر لی۔

کوشیلا اپنے گھر سے جو کچھ لے کر چلی تھی وہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن منگل سوتر جو سیٹھ موہن لال نے اسے دیا تھا اور وہ اس کے سہاگ کی نشانی تھا قیمتی تھا کیونکہ اس میں ایک بڑا سا ہیرا نصب تھا۔

اس کے پاس جو کچھ بھی تھا کچھ تو سفر کے دوران خرچ ہو گیا اور باقی جو بچا اس سے انہوں نے شہر کے مضافات میں رہائش کے لئے مکان خرید لیا تھا............ منگل سوتر جسے کوشیلا نے بہت حفاظت سے رکھا تھا نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام تعلیم اور ہنر سے بے بہرا تھا۔ ذریعہ معاش اس کے لئے مسئلہ بن گیا۔ منگل سوتر کا ہیرا ہوتا تو وہ اسے بیچ کر کوئی منافع بخش کاروبار کر لیتا۔ پھر بھی اس نے پیٹ بھرنے کی خاطر روہڑی شہر میں واقع ایک بنئے کی دکان پر منشی کی نوکری کر لی تھی اور ساتھ ہی وہ اس کوشش میں مصروف رہتا تھا کہ کوئی ایسا گیانی سادھو مل جائے جو اسے ہیرے کا پتا بتا دے۔

www.ksars.org

ساوتری سے ملاقات

اس مقصد کی خاطر وہ دریائے سندھ کے بیچوں بیچ واقع جزیرہ سادھو بیلا کے پنڈتوں سے بھی مل چکا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا مہاپرش نہ تھا جو اس کی کھوئی ہوئی چیز واپس دلا دیتا۔

اس زمانے میں دریائے سندھ پر ایوب برج نہیں تھا بلکہ انگریزوں کا بنایا ہوا قینچی والا پل تھا جس پر صرف ریل ہی گزر سکتی تھی اور آدمیوں کے گزرنے کے لئے ایک جانب تنگ سا راستہ تھا۔

سکھر اور روہڑی کے درمیان آنے جانے والے لوگ پل سے پیدل چل کر تانگوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک شام جبکہ سورج مغرب میں چھپ چکا تھا اور اس کی تمازت سے دریائے سندھ کا پانی سرخ ہو رہا تھا۔ پنڈت ہری رام بھی گھر جانے کی خاطر ایک تانگہ میں جلدی سے بیٹھ گیا۔ تانگہ میں دوسری سواریاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں اور کوچوان گاہے بگاہے ان سے باتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔

ہری رام کو تانگہ والے کی آواز کچھ مانوس سی لگی۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا اور حیرت واستعجاب سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا............ تانگہ والا پیر حاضر شاہ تھا۔ صرف اس کا لباس بدلا ہوا تھا اس نے سر پر شیشوں جڑی سندھی ٹوپی پہن رکھی تھی اور کاندھوں پر خوش رنگ اجرک پڑی ہوئی تھی۔

پنڈت ہری رام نے ان کا نام لے کر پکارا۔ تانگہ والے نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

اے میاں............ میں نہ پیر ہوں............ نہ فقیر ہوں............ تانگہ والا ہوں............ صرف تانگہ والا۔

نہیں............ نہیں............ تم پیر حاضر شاہ ہو............ پنڈت ہری رام نے نہایت ہی وثوق سے کہا۔

www.ksars.org

اس کی یہ بات سن کر دوسری سواریاں بھی تانگہ والے کو تکنے لگیں۔

تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے بھائی............ تانگہ والے نے اس ہی طرح سامنے سڑک پر نظریں دوڑاتے ہوئے جواب دیا............ ہم شرابی کبابی تانگے والا بھلا پیر حاضر شاہ اور پیر غائب شاہ کیسے ہو سکتے ہیں؟............ ہم تو اللہ کے گنہگار بندے ہیں۔

اتنا کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے چابک کو دو تین بار ہوا میں لہرایا............شائیں شائیں ....چابک کی آواز سنتے ہی گھوڑے نے سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا۔

پنڈت ہری رام خاموشی سے اس کا چہرہ تکنے لگا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا............کچھ بھی نہیں۔

تانگہ والا پیر حاضر شاہ تھا یا نہیں............ اس سوال نے پنڈت ہری رام کو الجھن میں ڈال دیا۔

بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ پیر حاضر شاہ کو پہچاننے میں غلطی کرے۔ پیر حاضر شاہ کو تو قیامت کے دن بھی نہیں بھول سکتا تھا۔ پنڈت ہری رام نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس تانگہ والے کی حقیقت جان کر رہے گا۔

سکھر شہر کے بیچوں بیچ انگریزوں کا بنایا ہوا گھنٹہ گھر ہے۔

یہ گھنٹہ گھر ہی اس زمانے میں شہر کا مرکز تھا۔ کیونکہ یہاں سے اندرون شہر چار جانب سڑکیں نکلتی تھیں۔ جن میں سے ایک سٹیشن کی طرف............دوسری شاہی بازار کی طرف............ تیسری بیراج کالونی کی طرف اور چوتھی معصوم شاہ مینارہ کی طرف بل کھاتی ہوئی چلی گئی تھی۔ گھنٹہ گھر کے اسی چوراہے پر اسٹیشن جانے والی سڑک کے کنارے تانگہ اسٹینڈ بھی تھا اور یہاں سے ہی لوگ تانگوں میں بیٹھ کر شہر کے اطراف میں جایا کرتے تھے۔

www.ksars.org

صبح ہی صبح............پنڈت ہری رام نے تانگہ اسٹینڈ پر جا کر دوسرے کوچوانوں سے حلیہ بتا کر معلومات حاصل کیں۔

اسے پتہ چلا کہ اس حلیہ کا کوچوان معصوم شاہ مینارہ کے پیچھے ایک جھونپڑی میں تنہا رہتا ہے۔اس کے گھر کا پتہ معلوم ہونے کے بعد پنڈت ہری رام اس جگہ پہنچ گیا۔اس زمانہ میں معصوم شاہ مینارہ کے پیچھے ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین نے جھونپڑیاں ڈال رکھی تھیں............جن میں وہ بیوی بچوں کے ساتھ گزارہ کر رہے تھے۔

پنڈت ہری رام تانگہ والے کا حلیہ بتاتا ہوا اس جھونپڑی تک پہنچ گیا۔

کوچوان............جو واقعی پیر حاضر شاہ تھا، اشراق کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اچانک اسے دروازہ پر پنڈت ہری رام کھڑا نظر آیا۔

اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ لمحہ بھر کو چونکے۔ لیکن پھر نہایت ہی خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے بولے۔

آخر تم مجھ تک پہنچ ہی گئے۔

میرا دل یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ آپ پیر حاضر شاہ نہیں ہیں............پنڈت ہری رام نے فتح مندی سے جواب دیا۔ اچھا............انہوں نے نہایت ہی دلفریب مسکراہٹ سے کہا۔ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اندر لاتے ہوئے بولے............جب تم مجھے پہچان ہی گئے ہو تو کسی سے میرا ذکر نہ کرنا۔

وہ کیوں؟............پنڈت ہری رام نے تعجب سے پوچھا۔

پچھلی باتوں کو دہرانے سے کیا فائدہ؟............انہوں نے بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھتے ہوئے کہا............ویسے بھی میں خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

www.ksars.org

واہ..........یہ بھی خوب رہی..........پنڈت ہری رام نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔ بھگوان کے اوتار ہو کر اس کے بندوں سے خود کو چھپا رہے ہو۔ خیر چھوڑو..........تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے..........پیر حاضر شاہ نے جواب دیا اور دوبارہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولے۔ تمہارے لئے ناشتہ کا انتظام کرتا ہوں۔

اس کے بعد وہ اپنی جھونپڑی کے دروازہ پر پڑے ہوئے ٹاٹ کا پردہ ہٹا کر نکل گئے۔

پنڈت ہری رام نے تنہائی سے فائدہ اٹھا کر جھونپڑی میں نظریں دوڑائیں۔ نہایت ہی مختصر سا سامان تھا۔ ایک جانب بانوں سے لپٹا ہوا پلنگ تھا جس کی پائنتی لپٹا ہوا بستر رکھا تھا۔ پلنگ کے نیچے ہی ٹین کا صندوق تھا۔ ایک جانب گھڑونچی پر مٹکا رکھا ہوا تھا۔ جس پر سلور کا گلاس تھا۔ اور اس کے قریب ہی دو میلے کپڑوں کے جوڑے لٹک رہے تھے۔

پیر حاضر شاہ کی قناعت پسندی سے وہ متاثر ہوا..........اللہ کے برگزیدہ بندوں کے پاس دنیا میں گزارہ کرنے کے لئے یہی بہت کچھ ہوتا ہے۔

☆××××××××××☆

کچھ دیر بعد پیر حاضر شاہ دو شیشے کے چھوٹے گلاسوں میں چائے اور ایک پلیٹ میں ڈھیر سارے بسکٹ لئے دوبارہ جھونپڑی میں داخل ہوئے اور چٹائی پر پنڈت ہری رام کے سامنے رکھتے ہوئے بولے۔

ہوٹل میں یہی بسکٹ تھے..........میں بھی انہیں پر گزارہ کرتا ہوں۔

یہاں بھی مجلس تو جمتی ہوگی؟..........پنڈت ہری رام نے پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھا کر پوچھا۔

میں نے تمہیں بتایا نا..........پیر حاضر شاہ نے جواب دیا کہ میں نے کسی کو اپنے بارے میں نہیں بتایا..........یہاں ہندوستان والی بات نہیں ہے۔

www.ksars.org

تم ہندوستان سے کب آئے ہو؟

یہی کوئی چار سال ہو گئے............پنڈت ہری رام نے مختصر جواب دیا۔ اور ہم سے آج ملے ہو............انہوں نے شکوہ آمیز لہجہ میں کہا۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر بولے............اب کس منزل پر ہو۔

پنڈت ہری رام نے ہاتھ میں پکڑا ہوا بسکٹ دوبارہ پلیٹ میں رکھ دیا اور نہایت ہی افسوس سے بولا............اب میں کسی بھی منزل پر نہیں ہوں............میرے لئے منزلیں ختم ہو گئیں ہیں اور میں آج بھی وہیں پر ہوں جہاں سے چلا تھا۔

دراصل............تم نے منزل پانے کی کوشش ہی نہیں کی............پیر حاضر شاہ نے نہایت ہی ٹھنڈے لہجہ میں کہا............تم نے چند ماورائی طاقتیں حاصل کرنے کے بعد سب کچھ انہی کو سمجھ لیا تھا............تم نے اللہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔

میرے مذہب میں جس طرح سے ماورائی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے وہ میں نے حاصل کر لی تھی............پنڈت ہری رام نے جواب دیا............اور تم سے ملاقات ہونے کے بعد میں نے ویرانوں میں سخت ریاضت کی۔ جس کی وجہ سے مجھے بے پناہ ماورائی طاقتیں حاصل ہو گئی تھیں۔

لیکن اب کہاں ہیں وہ تمہاری ماورائی طاقتیں............پیر حاضر شاہ نے تنک کر پوچھا۔

سب کچھ مل جانے کے بعد بھی مجھے سکون نہیں تھا............پنڈت ہری رام نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا............تم نے مجھے انسانوں سے پریم کرنے کو کہا تھا اور میں اس ہی پریم کی جستجو میں کوشیلا تک پہنچ گیا۔

میں جانتا ہوں............پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر کہا............پھر اس کی طرف گلاس بڑھاتے ہوئے بولے............مکافات عمل کے تحت تم جن جن مراحل سے گزرے ہو۔ مجھے سب علم ہے لیکن میں نے تمہیں جس ''محبت'' کا درس دیا تھا وہ............وہ نہیں تھا جو تم سمجھتے ہو۔

www.ksars.org

نہیں...........وہ یہی تھا...........پنڈت ہری رام نے زور دے کر کہا...........سچا پریم کیا ہوتا ہے یہ مجھے کوشیلا سے ملنے کے بعد معلوم ہوا...........عورت کے بغیر آتما کو سچی خوشی نہیں ملتی۔

مجھے تمہاری بات سے انکار نہیں...........پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔

لیکن اگر تم میری بات پر عمل کرتے تو آج...........کسی نہ کسی مقام پر ضرور ہوتے۔

درحقیقت اس دور میں کسی دوسرے مذہب کا سہارا لینا میں برا سمجھتا تھا۔ پنڈت ہری رام نے مسکرا کر جواب دیا۔ یہ تو اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے...........پیر حاضر شاہ نے قدرے ہنس کر کہا۔

تم نے کیا راہ نمائی حاصل کی ہے...........پنڈت ہری رام نے اچانک طنز کیا۔

میں جو کچھ بھی تھا یا جو کچھ بھی ہوں راہنمائی سے ہوں...........پیر حاضر شاہ نے نہایت ٹھنڈے لہجہ میں کہا۔ دیکھئے پیر صاحب...........پنڈت ہری رام نے چبھتے ہوئے لہجہ میں کہا...........جہاں تک ماورائی علوم کا تعلق ہے تو آپ جانتے ہیں میں بھی اس علم سے فیض یاب ہو چکا ہوں مزہ تو جب ہے کہ آپ کوئی ایسا کرشمہ دکھائیں جسے میں نہ جانتا ہوں۔

کیا مطلب...........پیر حاضر شاہ نے بھولے پن سے پوچھا۔

بات یہ ہے...........پنڈت ہری رام ان کی طرف جھک کر سرگوشی سے بولا...........میں یہاں آکر مالی مشکلات میں مبتلا ہو گیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ایسا وسیلہ...........

تم نے جو شادی کی تھی...........پیر حاضر شاہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا...........کوشیلا تو بہت کچھ اپنے ساتھ لائی ہو گی۔

www.ksars.org

ہم ہندوستان سے ایسے افراتفری کے عالم میں آئے کہ وہ کچھ زیادہ نہ لا سکی...........پنڈت ہری رام نے اس ہی طرح سرگوشی سے بتایا۔

اللہ پر بھروسہ رکھو...........انہوں نے آسمان کی جانب دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھا کر کہا...........اللہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا سب کچھ۔

کیا یہ ممکن نہیں...........کہ جس طرح ہندوستان میں تم فکر معاش سے بے نیاز تھے اس ہی طرح کا مجھے بھی کوئی وسیلہ بتا دو........... نہیں بھئی نہیں...........ایسا ہونا ممکن نہیں...........پیر حاضر شاہ نے فضا میں ہاتھ لہرا کر بیزاری سے کہا۔

بس...........پنڈت ہری رام نے زور سے ہنس کر کہا...........یہی ہے تمہارا علم........... تمہاری ماورائی طاقت۔

نہیں...........یہ بات نہیں...........پیر حاضر شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر اس کی پیشانی پر نظریں جما دیں جیسے اس کی تقدیر کا لکھا پڑھ رہے ہوں۔

پھر کیا بات ہے...........پنڈت ہری رام نے اس ہی طرح پوچھا۔

تم...........تم صبر نہیں کرو گے...........پیر حاضر شاہ نے اس کی پیشانی سے نظریں ہٹا کر جواب دیا۔

جب تم میرے کام نہیں آ سکتے ہو...........پنڈت ہری رام نے کھلے لفظوں میں کہا...........تو کسی اور کے کیا کام آ سکتے ہو؟ تم نے یہی رہنمائی حاصل کی ہے۔

وہ اس کی بیزاری اور غصہ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولے...........تمہارے مزاج میں آج بھی وہی اکھڑ اپن، ضد، ہٹ دھرمی اور طعن شامل ہے۔

www.ksars.org

پیر حاضر شاہ کی یہ بات سن کر پنڈت ہری رام سنبھلا............واقعی اس کا مزاج آج بھی پہلے ہی جیسا تھا............وہ آج بھی دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتا تھا۔ ہندوستان میں فکر معاش سے اس لئے بے تعلق تھا............کہ لوگ مجھے کچھ نہ کچھ دے جایا کرتے تھے۔

ہو نہ ہو............تو آپ کو دست غیب حاصل نہیں تھا............پنڈت ہری رام نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

ہم فقیر لوگ ان چکروں میں نہیں پڑتے............پیر حاضر شاہ نے لاپروائی سے جواب دیا............ہمیں کامل یقین ہے کہ پیدا کرنے والا رزق بھی دے گا۔ بس ذرا جدوجہد کرنا پڑتی ہے............ہاتھ پائوں چلانے پڑتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو۔ میں تانگہ چلا کر پیٹ بھرتا ہوں۔

تو پھر تم یہاں بھی پیری کا چکر چلا دو............پنڈت ہری رام نے شرارت سے کہا............چھپ چھپ کر نذرانہ لینے لگو............کون پوچھے گا۔

میں یہ نہیں کر سکتا............انہوں نے پنڈت کی بات کا جواب دیا۔ یہاں میرے فرائض دوسرے ہیں۔

کیا ہیں وہ فرائض؟............پنڈت ہری رام نے قدرے تعجب سے پوچھا۔ لیکن اس میں طنز بھی چھپا ہوا تھا۔

یہاں مجھے ابھی تک ظاہر ہونے کا حکم نہیں ملا ہے............انہوں نے رازداری سے بتایا............بس منشاء الٰہی کے مطابق خاموشی سے کام کئے جا رہا ہوں۔

www.ksars.org

میرے کام نہ کرنے کا بہانہ خوب بنایا ہے تم نے..........پنڈت ہری رام نے تمسخر سے کہا اور ساتھ ہی چائے کا گلاس خالی کر کے سامنے رکھ دیا۔ پھر بے دلی سے بولا..........اچھا دوست..........اب اجازت دو۔ میں تمہارے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا۔

ہمارے پاس سے کوئی نامراد نہیں لوٹا ہے..........پیر حاضر شاہ نے اعتماد کے ساتھ جواب دیا۔ پھر اس کے اٹھنے سے پہلے پوچھا۔ وہ تمہاری بیوی کا منگل سوتر کہاں ہے؟

یہ سن کر پنڈت ہری رام حیرت سے ان کا چہرہ تکنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کونسا علم ہے جس کے ذریعے پیر حاضر شاہ میرے اور میری بیوی کے بارے میں یہاں تک جانتے ہیں۔

اس میں تو بڑا ہی قیمتی ہیرا تھا..........پیر حاضر شاہ نے مزید انکشاف کیا۔ اور پنڈت ہری رام کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے پیر حاضر شاہ نہیں بلکہ روحانی علوم کی کتاب کھلی ہوئی ہے۔

تو..........تو..........تمہیں یہ بھی معلوم ہی ہو گا کہ وہ ہیرا کہاں ہے..........پنڈت ہری رام نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں۔ مجھے معلوم ہے..........پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔

تو تم پھر..........بتاؤ ہیرا کہاں ہے..........پنڈت ہری رام نے بے تابی سے پوچھا۔ اس ہیرے کی بدولت میرے دن پھر جائیں گے۔

یہ کام میں نہیں ساوتری کرتی ہے..........پیر حاضر شاہ نے بتایا..........وہی پوشیدہ رازوں سے پردہ ہٹاتی ہے۔

ساوتری..........کون ساوتری..........پنڈت ہری رام نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔

www.ksars.org

ارے یار..........تم ساوتری کو بھول گئے..........پیر حاضر شاہ نے قہقہہ لگا کر کہا..........وہی ساوتری جسے تم شیو بھگوان کی داسی بنانا چاہتے تھے۔

اوہ..........تو کیا وہ یہاں ہے..........پنڈت ہری رام نے اس طرح پوچھا جیسے اسے سب کچھ یاد آ گیا ہو۔

لیکن..........میں نے سنا تھا کہ وہ پاگل ہو کر مر گئی تھی..........پنڈت ہری رام نے قدرے تعجب سے کہا۔

وہ پاگل کبھی بھی نہیں تھی۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا..........وہ عشق حقیقی کی کیفیت تھی۔ پھر قدرے ٹھہر کر بولے..........جہاں تک اس کی موت کا تعلق ہے تو یہ بات تم خود اس ہی سے معلوم کرنا۔

لیکن..........وہ ہے کہاں؟..........پنڈت ہری رام نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر پوچھا..........اسے بلائو تو سہی۔ وہ یہاں نہیں رہتی۔ پیر حاضر شاہ نے بتایا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولے۔ آج رات کو نو بجے کے بعد آ جانا۔ میں تمہیں اس کے پاس لے جائوں گا۔ وہی تمہارے ہیرے کے بارے میں بتائے گی۔

کیا۔ تم ابھی نہیں ملا سکتے ہو؟..........پنڈت ہری رام نے بے قراری سے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

ابھی ملنا فضول ہے..........پیر حاضر شاہ نے بتایا..........جو میں نے وقت بتایا ہے وہی مناسب ہے۔ پھر وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے بولے۔ جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میں نے جو وقت بتایا ہے آ جانا۔ ملا دوں گا۔

پنڈت ہری رام نے اب مزید اصرار کرنا بے کار سمجھا۔ اس نے رات کو نو بجے آنے کا وعدہ کیا اور پیر حاضر شاہ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

www.ksars.org

☆××××××××××☆

اس ہی دن کو ٹھیک نو بجے پنڈت ہری رام پھر پیر حاضر شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہ سخت سردی کا موسم تھا۔ پیر حاضر شاہ نے اپنے چہرہ کے گرد مفلر اس طرح سے باندھ رکھا تھا کہ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ یہی حال پنڈت ہری رام کا تھا۔ اس نے لمباسا گرم کوٹ پہن رکھا تھا اور سردی سے بچنے کی خاطر اس کے کالر کھڑے کر لئے تھے۔

وہ دونوں معصوم شاہ مینارہ کی چڑھائی ختم کر کے نیچے گھنٹہ گھر کے پاس پہنچ گئے............اس رات کو کوئٹہ کی یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے سڑکوں پر آمدورفت برائے نام تھی۔

پیر حاضر شاہ پنڈت ہری رام کو ساتھ لئے ہوئے گھنٹہ گھر کے چوراہے سے آگے بڑھے اور ایک مکان کے دروازے پر کنڈی کھٹکھٹائی۔ اس وقت سکھر کا بازار حسن شہر کے وسط میں واقع تھا اور اس کے گرد اونچی سے چار دیواری بنی ہوئی تھی............سخت سردی ہونے کے باوجود اس علاقہ میں بڑی ہی گہما گہمی تھی............عورتیں سولہ سنگھار کئے مردوں کا دل لبھانے میں مشغول تھیں۔

یہ دو کمروں کا چھوٹا سا مکان تھا۔ دونوں کمرے برابر تھے۔ ان میں دائیں جانب والا کمرہ بڑے ہی سلیقہ سے سجا ہوا تھا۔ پورے کمرہ میں ایک نہایت ہی بیش قیمت خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ دیواروں کے ساتھ ریشمی کپڑوں کے گائو تکیے رکھے ہوئے تھے۔

پیر حاضر شاہ پنڈت ہری رام کو لئے ہوئے قالین پر ایک گائو تکیے کے سہارے بیٹھ گئے۔

پنڈت ہری رام متحیر نظروں سے کمرہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سامنے والے دروازے پر پڑے ہوئے پردہ کو حرکت ہوئی اور ساوتری سفید بے داغ لباس میں نمودار ہوئی۔ اس کے گلے میں

www.ksars.org

چنبیلی کا ہار............بالوں میں موتیوں کا گجرا............اور ہاتھوں میں فیروزی رنگ کے دانوں کی تسبیح تھی۔ اس لباس میں اس سج دھج میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا............وہ آسمان سے اتری ہوئی حور دکھائی دے رہی تھی۔

پنڈت ہری رام نے اسے دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کو اس طرح مچکایا۔ جیسے اس کے حسن کی تابانی سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں ہوں۔ ساوتری نپے تلے قدموں سے چلتی ہوئی پیر حاضر شاہ کے سامنے دوزانوں سر جھکا کر بیٹھ گئی اور نہایت ہی عقیدت و احترام سے بولی۔

محترم و مقدس بزرگ۔ آپ کی تشریف آوری میرے لئے باعث فخر ہے۔ آپ حکم کرتے یہ کنیز خود آستانہ پر حاضر ہو جاتی۔ ارے بھئی ہماری ملاقات تو ہوتی رہتی ہے............پیر حاضر شاہ نے خوش دلی سے جواب دیا۔ پھر پنڈت کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا............تمہیں ان سے بھی تو ملانا تھا۔

کیا حال ہے پنڈت جی۔ کیسے مزاج ہیں............ساوتری نے بڑے ہی تپاک سے پوچھا۔

ٹھیک ہوں............پنڈت ہری رام نے شش و پنج سے جواب دیا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں ساوتری کا یہ روپ نہیں آ رہا تھا۔

ارے بھئی پیر حاضر شاہ بولے۔ پنڈت ہری رام کی بیوی کا منگل سوتر کھو گیا ہے۔

اچھا تو آپ نے شادی کر لی ہے............ساوتری نے خوشی سے پوچھا۔

پیر حاضر شاہ نے ٹھنڈے لہجہ میں کہا۔ منتشر ذہن کے سکون کے لئے کچھ نہ کچھ بہانہ تو چاہئے۔ ہندوستان سے آتے وقت وہ منگل سوتر کہیں کھو گیا ہے۔ اس میں ایک بڑا ہی قیمتی ہیرا تھا۔

پیر حاضر شاہ کن انکھیوں سے پنڈت کی طرف دیکھ کر دوبارہ بولے............ان معاملات کو تو تم ہی جان سکتی ہو۔ لہٰذا یہ اس سلسلے میں تمہارے پاس آئے ہیں۔

www.ksars.org

ہیرے کی تلاش

ساوتری نے پیر حاضر شاہ کی بات سن کر فوراً ہی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر بولی۔ کل آنا بتادونگی۔

کیوں ابھی کیوں نہیں ....پنڈت ہری رام نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

ساوتری نے معنی خیز نظروں سے پیر حاضر شاہ کی طرف دیکھا............ جیسے بتانے کی اجازت طلبی کر رہی ہو............ پیر حاضر شاہ فوراً ہی اس کا مطلب سمجھ گئے لہٰذا............ پنڈت ہری رام کا ہاتھ پکڑ کر اٹھتے ہوئے بولے۔

یار تم اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑتے۔ جب اس نے کہہ دیا کہ کل آجانا۔

کل میں ضرور آئوں گا............پنڈت ہری رام نے دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

پھر وہ دونوں ہی مکان کے باہر گلی میں آ گئے۔

بتا تو وہ ابھی دیتی............ پیر حاضر شاہ نے چلتے چلتے پندٹ ہری رام سے کہا............ لیکن تمہاری طنز بھری باتوں کی وجہ سے نہیں بتایا۔

کوئی بات نہیں............پنڈت ہری رام نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں جواب دیا............ کل کونسی دور ہے۔

پیر حاضر شاہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا............ اور پنڈت ہری رام سوچ رہا تھا کہ کل وہ تنہائی میں ساوتری سے دل کھول کر باتیں کرے گا۔

www.ksars.org

☆×××××××××××☆

دوسرے دن

جب رات کی تاریکی نے ہر شئے کو اپنی آغوش میں چھپالیا تھاپنڈت ہری رام حسب وعدہ ساوتری کے گھر پہنچ گیا۔ آج وہ اکیلا ہی تھا۔ اس نے جونہی کل والے کمرے میں قدم رکھا ٹھٹھک کر رہ گیا ساوتری اس کمرے میں موجود نہیں تھی لہٰذا آگے بڑھ گیا۔

دوسرے کمرے میں ساوتری ایک چھوٹے سے منقش تخت پر گائو تکیہ لگائے شان بے نیازی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کل والا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اور اس کے چہرہ پر کل والا تقدس نمایاں تھا............جس نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

پنڈت ہری رام کو دیکھتے ہی اس کے یاقوتی ہونٹوں پر ملکوتی تبسم پھیل گیااور اس نے خوش دلی سے استقبال کرتے ہوئے کہا۔ آئو مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

ساوتری۔ یہ سب کیا ہے؟............پنڈت ہری رام نے قدرے اکتائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

کیا ہے............ساوتری نے مسکراتے ہوئے برجستہ کہا............پھر اپنے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی............بیٹھ جائو۔

اسے سوچ میں گم دیکھ کر ساوتری نے زیر تبسم کہا............باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ کچھ کھائو بھی تو اس کی آواز پر پنڈت ہری رام اپنے خیالات سے ایک دم بیدار ہوا۔ اور ایک لڈو پلیٹ میں سے اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

www.ksars.org

عورت کوئی معمولی مخلوق نہیں ہے............ساوتری نے قدرے مسکرا کر کہا............کائنات میں جو کچھ بھی ہے اس ہی کے دم سے ہے............کیونکہ خدا کی سب سے نمایاں صفت "تخلیق" میں وہ برابر کی شریک ہے۔

ایں............پنڈت ہری رام نے تعجب سے کہا۔

ذرا سوچو............ساوتری نے خندہ پیشانی سے کہا............جب وہ تخلیق میں معاون و مددگار ہے تو پھر خداوند قدوس نے اس میں وہ تمام صفات بھی جمع کر دی ہیں جو اس کائنات میں موجود ہیں۔

وہ کس طرح پنڈت ہری رام نے تعجب سے پوچھا۔

سنو............ساوتری نے تخت پر پہلو بدل کر بولی۔

جب کائنات وجود میں آئی اور خمیر ختم ہو گیا تو خداوند قدوس نے سوچا کہ اس کائنات سے تھوڑا تھوڑا لے کر کچھ بناؤں۔ لہٰذا خدا نے۔

سورج سے تپش لے لی

چناد سے چمک لے لی

چاندنی سے ٹھنڈک لے لی

ستاروں سے جھلملاہٹ لے لی

شبنم سے تراوٹ لے لی

پانی سے روانی لے لی

سیماب سے بے قراری لے لی

www.ksars.org

پھلوں سے رنگت لے لی

پھولوں سے خوشبو لے لی

شہد سے مٹھاس لے لی

ہرن سے چال لے لی

خرگوش سے شرم لے لی

لومڑی سے چالاکی لے لی

طوطے سے بے رخی لے لی

سانپ سے زہر لے لیا

اور جب...........ان تمام چیزوں کو ملا دیا تو ایک عجیب وجود ظاہر ہوا۔ فرشتوں نے پوچھا۔ اے باری تعالیٰ یہ وجود کیا ہے۔

خدا نے جواب دیا۔

یہ ''عورت'' ہے۔

فرشتوں نے پھر پوچھا...........اے ارض و سما کے مالک...........تو نے کل کائنات کے مجموعہ کا نام عورت تجویز کیا ہے لیکن اسے اپنی جانب سے کیا دیا ہے۔

ذات الٰہی نے جواب دیا۔

''محبت''

www.ksars.org

اور فرشتے یہ سن کر سربسجود ہو گئے۔

ممکن ہے ایسا نہ ہوا ہو............ساوتری نے فوراً ہی بات بنائی۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا............ کہ اس کائنات میں سب سے دلکش اور حسین وجود عورت ہے۔

تو نے سچ کہا ہے............پنڈت ہری رام نے حسرت و یاس سے ٹھنڈی سانس لے کر کہا............عورت کی سندرتا اور اس کا پریم............مرد کے لئے زندگی کی ٹھنڈی چھائوں ہے۔

لیکن مرد............ساوتری نے قدرے تیز لہجہ میں کہا۔ اس کی چھائوں تلے ایک رہ گزر کی طرح زندگی گزارنا چاہتا ہے پھر وہ ایک دم سنبھل کر بولی............درحقیقت عورت ہمہ گیر صفت کی مالک ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مرد کی فطری کمزوری رہی ہے اور مرد نے ہمیشہ یہ چاہا کہ عورت اس کی تسکین کی خاطر بے نقاب ہو جائے اور اپنے جلوہ حسن سے اس کی درزیدہ نظروں کو سکون بخشے اور اس مقصد کی خاطر اس نے عورت کے حسن و عشق کو ایسی چلچلاتی دھوپ بناڈالا ہے جس میں دو گھڑی ٹھہرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

لیکن............میں ایسا نہیں ہوں............پنڈت ہری رام نے کہا............میں تیری سندرتا اور پریم کی چھائوں تلے جیون گزارنا چاہتا ہوں۔

کیا مطلب............ساوتری نے انجان بن کر پوچھا۔

آج سے پندرہ سال پہلے............پنڈت ہری رام نے پیار و سکون سے کہا............جب میں نے تجھے تیرے پتا کے گھر دیکھا تھا تب ہی سے تیری سندرتا نے مجھے گھائل کیا ہوا ہے اور میرے من میں پریم کی جوت جل رہی ہے۔

پھر وہ چند لمحہ کے لئے رکا اور دوبارہ پیار سے بولا............یاد ہے............میں نے تجھے شیو بھگوان کی داسی بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

www.ksars.org

مجھے سب کچھ یاد ہے پنڈت جی..........ساوتری نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

تو پھر اب کیا وچار ہے..........پنڈت ہری رام نے تڑپ کر کہا.......... تیرے پریم سے آج بھی میرا جیون بیاکل ہے۔ تم پریم کو کیا جانو پنڈت جی..........ساوتری نے بھرپور طنز کیا..........اگر تم پریم کی حقیقت جان لیتے تو آج اس حالت کو نہیں پہنچتے۔

میں نے تو تیرے گرو پیر حاضر شاہ کا کہا پورا کیا ہے..........پنڈت ہری رام آنکھیں سکیڑ کر بولا۔ اس ہی نے تو کہا تھا کہ انسانوں سے محبت کرو۔

اگر تم میرے پیر و مرشد کی بات سمجھ لیتے..........ساوتری نے جواب دیا تو آج مہان گیانی ہوتے..........اگر مجھ سے عشق تھا تو مجھ جیسے ہوتے۔

میں اب بھی تجھ سے کم نہیں ہوں..........پنڈت ہری رام نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

ہونہہ..........ساوتری نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا..........اگر یہ بات تھی تو میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔

اس کی بات سن کر پنڈت ہری رام نے شرم و ندامت سے گردن جھکالی۔

پنڈت جی..........ساوتری نے نہایت نرم لہجے میں مخاطب کیا۔ تمہارے پاس شروع سے کچھ نہیں تھا۔ اگر تھا بھی تو تم نے محبت کا غلط مطلب سمجھ کر سب کچھ اپنے نفس پر قربان کر دیا۔ اب تو تم ایک عام سے انسان ہو۔ پھر وہ سمجھاتے ہوئے بولی..........تمہاری بیوی ہے اور تمہیں چاہئے کہ اس کے ساتھ خلوص اور محبت سے زندگی گزار دو۔

تیری خاطر میں اسے بھی چھوڑ سکتا ہوں..........پنڈت ہری رام نے سوچ کر کہا۔

www.ksars.org

جھوٹ، فریب، دغابازی............سب کچھ تم میں آ گیا ہے۔ ساوتری نے طنزیہ کہا............میری خاطر تم واقعی سب کچھ کر سکتے ہو............پھر وہ نفرت سے بولی............لیکن مجھے تمہاری قطعی ضرورت نہیں ہے۔

وشواش کر............پنڈت ہری رام نے ملتجی لہجہ میں کہا............میں آج بھی تجھ سے سچا پریم کرتا ہوں۔ آج بھی پہلے جیسی مہان شکتی حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے لئے تیرا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

اس دنیا میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا............ساوتری نے تلخ لہجہ میں کہا............میں جہاں ہوں ٹھیک ہوں تم اپنی فکر کرو۔

کیا ٹھیک ہے............پنڈت ہری رام نے سنبھل کر کہا............تجھے اس جگہ دیکھ کر مجھے دکھ ہوتا ہے تو میرے ساتھ چل۔

نہیں پنڈت جی............نہیں............ساوتری نے مسکرا کر جواب دیا............مجھے تو یہاں ہی رہنا ہے۔

دیکھ ساوتری............پنڈت ہری رام نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ مجھے نہ چلا............میں بالک نہیں ہوں............تو جانتی ہے کہ میں بھی بھگوان کا مہا پرش پنڈت رہا ہوں............اور ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔

یہ تمہارے سفلی جذبات ہیں............ساوتری نے لاپروائی سے کہا............لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ۔

پھر وہی چلتر............پنڈت ہری رام نے بگڑ کر کہا۔

ہاں............تم اپنے ہیرے کے بارے میں معلوم کرنے آئے تھے............ساوتری نے پوچھا۔

www.ksars.org

چھوڑ ہیرے کو............پنڈت ہری رام نے جذباتی انداز میں کہا...........میرے لئے تو ہی ہیرا ہے تو میری ہو جا........... سمجھ لوں گا کہ سارے جہاں کی دولت مل گئی۔

اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام نے بے باکی سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن دوسرے ہی لمحہ "ہائے رام" کہہ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اتنی آگ ہے تیرے شریر میں۔

یہ عشق حقیقی کی آگ ہے...........ساوتری نے جواب دیا۔ جو قریب آئے گا بھسم ہو کر رہ جائے گا۔ پھر وہ آنکھیں بند کر کے بولی تیرا ہیرا رام لال نائی کے پاس ہے۔

رام لال نائی...........پنڈت ہری رام نے اچنبھے سے پوچھا...........یہ کون ہے؟

رام لال نائی کی دریائے سندھ کے کنارے واقع بندر روڈ پر دوکان ہے...........ساوتری نے بتایا اور آنکھیں کھول دیں۔

لیکن...........لیکن...........یہ ہیرا اس کے پاس کیسے پہنچ گیا...........پنڈت ہری رام نے تعجب سے پوچھا۔

یہ جان کر کیا کرو گے؟...........اگر وہ دے دیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے پاس آ جانا۔

میں تمہارے پاس نہیں آئوں گا...........پنڈت ہری رام نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

کیوں...........ساوتری نے پوچھا۔

اس لئے کہ تم ایسی جگہ رہتی ہو جہاں میرے لئے آنا باعث ہتک ہے...........پنڈت ہری رام نے نفرت سے جواب دیا۔ پھر وہی ضد...........ساوتری نے ٹوکا۔

www.ksars.org

ساوتری.........تو یہ جگہ چھوڑ دے۔ پنڈت ہری رام نے پیار سے سمجھایا.........تو اگر میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو کہیں اور چلی جا۔

کہاں چلی جائوں.........ساوتری نے معصومیت سے پوچھا۔

میرے ساتھ چل.........پنڈت ہری رام نے کہا۔

میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی.........ساوتری نے غصہ سے کہا.........میری باتوں سے تمہیں یقین آ جانا چاہئے کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتی۔

ساوتری.........پنڈت ہری رام نے اسے تیز لہجے میں مخاطب کیا۔

مجھے تم سے نفرت ہے.........میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی.........ساوتری نے غصہ و نفرت سے کہا۔

اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا.........ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہ الفاظ کہنا نہیں چاہتی تھی۔

آج پہلی بار کسی نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا ہے.........پنڈت ہری رام نے الفاظ چبا کر کہا.........اگر زندگی رہی تو اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔

آخری الفاظ کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور دروازہ سے باہر نکل گیا۔ ساوتری اسے افسوس ناک نظروں سے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ پھر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ اے اللہ اسے نیک راہ رکھا۔

☆×××××××××××☆

دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر سکھر شہر آباد ہے اور یہ دریا اس شہر کی تشنگی بجھانے کی خاطر اس کے لبوں کو چھوتا ہوا گزرتا ہے۔

www.ksars.org

بندر روڈ ایک لمبی سی سڑک ہے جو کہ بیراج سے شروع ہو کر دریا کے کنارے کنارے ریلوے پل تک چلی جاتی ہے............ آج سے سینکڑوں سال قبل یہ شہر دریا کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے ایک بڑی تجارتی منڈی تھا اور یہ سڑک ایک نہایت خوبصورت و شاندار بندر گاہ تھی۔ جس کے کنارے پر مختلف ممالک کے بادبانی تجارتی جہاز لنگر انداز رہا کرتے تھے۔ ساوتری نے اس طویل سڑک ہی پر رام لال نائی کی دکان بتائی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کوئی اور نشانی نہیں بتائی تھی۔

پنڈت ہری رام نے پہلے تو سوچا کہ............ وہ اس طویل سڑک پر رام لال نائی کو کہاں تلاش کرتا پھرے گا۔ لیکن جب اسے اپنی غربت اور ہیرے کا خیال آیا۔ تو اسے ایک عزم کے ساتھ تلاش کرنے کی خاطر چل پڑا۔

پنڈت ہری رام بندر روڈ پر نائیوں کی دکانیں دیکھتا جا رہا تھا............ ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا کہ کوشیلا کا منگل سوتر جسے وہ ہر وقت اپنے گلے میں پہنے رہتی تھی۔ رام لال نائی کے پاس کیسے پہنچ گیا اور پھر ساوتری کو کیسے علم ہوا کہ وہ اس ہی کے پاس ہے............ کہیں ایسا تو نہیں کہ ساوتری نے اسے بیوقوف بنایا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو............ تو ساوتری کی ماورائی طاقتوں کا بھرم کھل جائے گا۔

وہ دل ہی دل میں ہنسا اور پھر سے ایک نائی کی دکان پر پہنچ کر رام لال نائی کے بارے میں پوچھا۔

نائی جو ایک گاہک کی حجامت بنا رہا تھا۔ اس نے پنڈت ہری رام کو ایک نظر اوپر سے نیچے دیکھا اور پھر اسے مطلوبہ شخص کا پتہ بتا دیا۔

☆××××××××××☆

جس وقت پنڈت ہری رام اس دکان پر پہنچا تو کافی دن چڑھ چکا تھا............ اور گاہک کوئی بھی نہیں تھا۔ البتہ لکڑی کی ایک لمبی سی بینچ پر شلوار قمیض پہنے ایک نہایت موٹا شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ سر کے تمام بال سفید تھے اور چہرے پر جھریاں اسی طرح نمایاں ہو رہی تھیں۔ جیسے بڑھاپا دروازہ کے باہر آیا

www.ksars.org

چاہتا ہو۔ ہری رام نے اس کے قریب پہنچ کر رام لال کے بارے میں پوچھا تو وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا اور اسے نظروں سے تولتے ہوئے پوچھا۔

تم کون ہو؟............کیا کام ہے اس سے؟

یہ بات تو میں رام لال ہی کو بتاؤں گا............ہری رام نے جواب دیا............پھر اس کے قریب ہی بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ مجھے تو تم ہی رام لال دکھائی دیتے ہو۔

تم............تم نے ٹھیک پہچانا............رام لال نے ادھر ادھر سراسیمگی سے دیکھ کر کہا............لیکن تمہیں کام کیا ہے؟

کام............ہری رام نے سوچا............کہ وہ اس اجنبی سے ساوتری کی بات کہہ دے۔ کیا وہ اس شریف آدمی سے اپنے ہیرے کا مطالبہ کر ڈالے۔ کہیں یہ ساوتری کی کوئی چال تو نہیں ہے۔

وہ بات کہتے کہتے ٹھٹھک گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں دوسرا خیال ابھرا۔ ساوتری جھوٹ نہیں بول سکتی۔ اس کی سچائی کا ثبوت رام لال نائی کی موجودگی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس کی ہمت بڑھی اور اس نے نہایت اعتماد سے کہا مجھے ہیرا چاہئے۔

ہیرا............رام لال نائی ہیرے کا نام سنتے ہی اس طرح اچھلا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو............کونسا ہیرا............کیسا ہیرا............

اس کی بوکھلاہٹ سے ہری رام کو یقین ہو گیا کہ ہیرا اس ہی کے پاس موجود ہے لہٰذا وہ نہایت رعب سے بولا۔

www.ksars.org

دیکھو وہ ہیرا میرا ہے اور تم اس سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکو گے۔ اگر تم نے ہیرا واپس نہیں کیا تو میں پولیس کی مدد حاصل کروں گا۔

پولیس کا نام سنتے ہی رام لال کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں چھا گئیں اور اس نے ڈر سے پوچھا۔

تم کو میرا پتہ کس نے بتایا ساوتری نے............ہری رام نے بلا تامل کہا۔

www.ksars.org

کنوتھ

رام لال نے حیرت و غصہ سے آنکھیں نکال کر کہا............اس حرام جادی نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔

کیا............کیا ہے اس نے............ہری رام نے ضبط سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

ارے............اس نے میرے ساتھ کیا نہیں کیا ہے............رام لال بگڑ کر بولا............جب سے اس نے اس سہر (شہر) میں ڈیرہ جمایا ہے۔ میرا جینا حرام کر دیا ہے۔

آخر کچھ بتاؤ تو سہی............ہری رام نے دلچسپی سے پوچھا۔

بتاتا ہوں............بتاتا ہوں۔ رام لال نے جواب دیا۔ پھر بینچ پر ہری رام کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر دوکان کا ایک پٹ بند کر دیا۔

☆××××××××××☆

ہری رام خاموشی سے اس کی حرکت کو دیکھتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رام لال ساوتری سے خوفزدہ ہے............اس کی خوفزدگی دیکھ کر ہری رام کو جستجو ہوئی۔

رام لال اپنی دوکان کے دروازہ کا ایک پٹ بند کرنے کے بعد دوبارہ ہری رام کے قریب بیٹھ گیا۔

ہاں تو بتاؤ کیا بات ہے............ہری رام نے اس کے بیٹھتے ہی پوچھا۔

مہان شکتی کی مالک ہے وہ............رام لال نائی نے کہا۔

www.ksars.org

اچھا............ہری رام نے اس کا مذاق اڑایا۔

رام لال نائی نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سر گوشی سے کہا............جب وہ اس سہر (شہر) میں آئی ہے اس نے کنوتھ کو بیکار کر دیا ہے۔

کنوتھ............ہری رام نے چونک کر پوچھا............یہ کنوتھ کون ہے۔

تم............تم............کنوتھ کو نہیں جانتے............رام لال نائی نے اس طرح پوچھا جیسے کنوتھ کوئی شہرہ آفاق ہستی ہو۔ ہری رام نے جواب میں اپنا سر نفی میں ہلا دیا۔

ہو نہہ............رام لال نائی نے اس کے چہرہ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا............معلوم ہوتا ہے دھرم کرم کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں۔

اسے خاموش دیکھ کر رام لال نے بتایا............کنوتھ............ایک پوتر روح ہے۔

روح ہے............ہری رام کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

ہاں اور اس ہی کے کارن اس سہر (شہر) میں لوگ میری پوجا کرتے تھے............رام لال نے افسردگی سے بتایا............میں بڑی آنند کی جندگی (زندگی) گجار (گزار) رہا تھا کہ نجانے یہ کہاں سے آمری۔

آخری جملہ اس نے نہایت حقارت سے کہا۔

اس معمولی چھوکری نے............

ابھی ہری رام اپنی بات پوری بھی نہیں کر پایا تھا کہ رام لال نائی اس کی بات کاٹ کر بولا۔

www.ksars.org

تم اسے معمولی چھوکری سمجھتے ہو۔ ارے وہ تو بڑی گیانی ہے۔ اس نے میری بھگتی اور کنوتھ کی شکتی کھتم (ختم) کرکے رکھ دی ہے۔ اب تو کنوتھ کشی (کسی) بھی کام کی نہیں رہی ہے۔

پھر اس نے دانت پیس کر کہا۔

وہ حرام جادی (حرامزادی) میرے ہر کام میں آڑے آتی ہے۔

میں تمہاری بات سمجھا نہیں............پنڈت ہری رام نے خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سمجھادوں گا............سب کچھ سمجھادوں گا............رام لال نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

خیر............مجھے کچھ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت نہیں............ہری رام نے لاپروائی سے کہا............مجھے اپنا ہیرا چاہیئے۔

مل جائے گا۔ رام لال نے اطمینان سے جواب دیا............لیکن............اس کی کھاتر (خاطر) تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔

کیا کام کرنا ہوگا............ہری رام نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔

ہاں............اگر واقعی وہ ہیرا تمہارا ہے اور تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں میرا کام کرنے کا وچن دینا ہوگا............رام لال نے سنجیدگی سے کہا۔

جب تک کام کے بارے میں نہیں معلوم ہوگا میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتا............ہری رام نے سوچ کر جواب دیا۔

تمہیں وعدہ کرنا ہوگا............رام لال نائی اپنے الفاظ پر زور دے کر بولا............جب تک وچن نہیں دوگے ہیرا نہیں ملے گا۔

www.ksars.org

یہ تمہاری دھونس ہے کیا............پنڈت ہری رام نے بگڑ کر کہا۔

رام............رام............رام لال نائی دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا............میں ایسا کٹھور نہیں ہوں۔ پھر اس نے بڑی خوشامد سے کہا............دراصل جب تک ہم دوست بن کر ایک دوسرے کی مدد نہیں کرینگے اس ہیرے کا ملنا مشکل ہے۔

جہاں تک دوستی کا تعلق ہے............ہری رام نے جواب دیا............ابھی تک تو تم سے دوستانہ انداز میں بات کر رہاہوں۔

یہ بات نہیں............رام لال نائی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ دوست بن کر ہمیں ایک دوسرے کا دکھ بانٹناہے، ساتھ دیناہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہیرے کی واپسی کے لئے تم مجھ سے کیاچاہتے ہو............پنڈت ہری رام نے پریشانی سے کہا............جب کہ وہ میراہے اور............

لیکن............اب وہ تمہارا نہیں ہے............رام لال نے اس کی بات کاٹی۔

پھر کس کاہے............پنڈت ہری رام نے غصہ سے کہا۔

کنو تھ کا............رام لال نائی نے برجستہ جواب دیا اور ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

میں کنو تھ کو نہیں جانتا............پنڈت ہری رام نے تیز و طرار لہجہ میں کہا............مجھے وہ ہیرا چاہئے۔

www.ksars.org

میں کنوتھ سے ملوادوں گا.........رام لال نائی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ پورے چہرے پر پھیل گئی اور وہ پنڈت کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے بولا۔ کنوتھ سے مل لوگے تو ایک کیا ہزاروں......ہزاروں.........ہیرے تمہارے چرنوں میں ہونگے۔

سچ.........پنڈت ہری رام نے شش و پنج سے پوچھا۔

میں نے تمہیں بتایا تھانا.........رام لال نائی نے اس ہی طرح مکاری سے کہا کہ یہ ایک پوتر روح ہے یہ جس کی ہو جاتی ہے دھن اور دھرتی اس کی ہو جاتی ہے۔

لیکن.........یہ کس طرح ممکن ہے.........پنڈت ہری رام نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

سب کچھ ممکن ہے۔ سب کچھ.........رام لال نائی نے اطمینان سے کہا.........تم کسی بھی بات کی چنتانہ کرو۔ بس اس بات کا وچن دو کہ میں جس طرح کہوں گا تم ویسا ہی کروگے۔

پنڈت ہری رام کچھ دیر سوچتا رہا.........پھر اس نے اپنا دائیاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ ایسے نہیں.........رام لال نے چالاکی سے کہا۔ اپنی پوتر کتاب کی سوگند کھا کر وچن دو۔

وہ ابھی تک پنڈت ہری رام کو مسلمان ہی سمجھ رہا تھا اور یہ ٹھیک بھی تھا کیونکہ پنڈت ہری رام نے یہاں آکر اپنی وضع قطع بدل ڈالی تھی اور ایک پاکستانی دکھائی دیتا تھا۔

میں گیتا کی سوگند کھا کر تمہیں وچن دیتا ہوں۔ پنڈت ہری رام نے اعتماد سے کہا۔

رام لال نائی نے اس کی یہ بات سن کر معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

گیتا کی سوگند.........

www.ksars.org

ہاں............میں بھی تمہارا دھرم ویر ہوں............پنڈت ہری رام نے بتایا۔ میرا نام پنڈت ہری رام ہے۔

مجھے یہ جان کر خوسی (خوشی) ہوئی............رام لال نائی نے خوش دلی سے کہا............لیکن یہ پنڈت والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

میں بھی کبھی شیو بھگوان کا سیوک تھا............پنڈت ہری رام نے افسردگی سے بتایا............شیو بھگوان نے مجھے شکتی پرائیت کر دی تھی............لیکن ناری کے پریم نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔

نراش نہ ہو............رام لال نائی نے تسلی دیتے ہوئے کہا............منش کے بھاگ میں جو لکھا ہوتا ہے پورا ہوتا ہے تو پریم کے کارن شکتی کھو بیٹھا ہے............لیکن میں تجھے ایسی شکتی پرائیت کروں گا کہ سارا جیون سکھ میں گزار دے گا۔ اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اندر سے دوکان کا دروازہ بند کر دیا۔

☆××××××××××☆

دوکان کا دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے پنڈت ہری رام کو ساتھ آنے کو کہا اور آخری دیوار میں بنے ہوئے آخری دروازہ کے اندر داخل ہو گیا۔

یہ رام لال نائی کا مکان تھا۔

وہ دونوں چھوٹے سے صحن کو عبور کرنے کے بعد ایک نہایت ہی خوبصورت کمرہ میں داخل ہو گئے۔ اس کمرہ کی دیواروں پر پچہ کاری سے نہایت ہی خوبصورت بیل بوٹے سے بنے ہوئے تھے۔ کمرہ کا فرنیچر نہایت خوشنما اعلیٰ اور قیمتی تھا۔

www.ksars.org

اس کمرہ میں داخل ہوتے ہی پنڈت ہری رام ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کمرہ میں استعمال کی ہر شئے نایاب تھی اور سامنے کی دیوار کے ساتھ ایک شاہانہ قسم کی مسہری تھی جو تمام کی تمام سونے کی تھی.......... تمام کمرہ میں زیتون کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ میری پتنی ہے.......... رام لال نائی نے مسہری کے قریب پہنچ کر کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام کو پہلی بار احساس ہوا کہ پلنگ پر کوئی ہے.......... پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا پلنگ کے قریب جا پہنچا۔ پلنگ پر ایک جسم لیٹا ہوا تھا جسے حقیقتاً ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ اور اس ڈھانچہ پر کھال منڈھی ہوئی تھی۔

کون ہے.......... پلنگ پر لیٹی ہوئی عورت نے حرکت کئے بغیر پوچھا۔

میرا دوست ہے.......... رام لال نے بتایا۔ کنوتھ کے درشن چاہتا ہے۔

صرف درشن چاہتا ہے یا اسے اپنانا چاہتا ہے.......... عورت نے مری ہوئی آواز سے پوچھا۔

اپنانا بھی چاہتا ہے.......... رام لال نائی نے جواب دیا اور پنڈت ہری رام کی طرف دیکھنے لگا۔ پنڈت ہری رام نے بھی اقرار کے انداز میں گردن ہلا دی۔

اپنے پتی دیوتا کی بات سن کر عورت نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام کو جھرجھری سی آگئی۔ ان آنکھوں میں موت کی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ عورت مر چکی ہے۔ یا پھر بس دو چار لمحوں کی مہمان ہے۔ اس کے ہونٹوں پر نہایت ہی مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے بڑی کوشش سے گردن گھما کر پنڈت ہری رام کی طرف دیکھا۔ پنڈت ہری رام کے پورے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔

مجھے اٹھاؤ.......... اس مردہ جسم عورت نے رام لال نائی کو حکم دیا۔

www.ksars.org

اس کی بات سن کر رام لال نائی مسہری کی پائنتی کی سمت آیا اور دونوں پایوں کے درمیان لگے ہوئے ہینڈل کو تیزی سے گھمانے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسہری کے درمیان کا حصہ اوپر کو اٹھنے لگا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہسپتالوں میں مریضوں کے پلنگ اٹھتے ہیں۔

جب پلنگ اس حد تک اٹھ گیا کہ اس پر لیٹی ہوئی عورت بیٹھی دکھائی دینے لگی تو رام لال نائی نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

دیوار میں دائیں جانب ایک طاق بنا ہوا تھا۔ جس پر سرخ گہرے رنگ کا ریشمی پردہ پڑا تھا۔ عورت نے بڑی مشکل سے اپنا دائیاں ہاتھ اٹھایا۔ اس کے ہاتھ کی ایک ایک ہڈی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پردہ کو ایک جانب کھسکایا۔

اندر طاق میں سونے کے دو چراغ رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک چراغ جو قدرے بڑا تھا جل رہا تھا اور کمرہ میں اس کے جلنے کی وجہ سے ہی زیتون کے تیل کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ دوسرے چراغ میں بتی تو تھی لیکن وہ جل نہیں رہا تھا۔ عورت نے اپنا استخوانی ہاتھ آگے بڑھایا اور جلتے ہوئے چراغ کو پکڑ کر اس کی لو سے دوسرے چراغ کو جلایا۔ پنڈت ہری رام خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

دوسرے چراغ کے روشن ہوتے ہی پنڈت ہری رام کو نظر آیا کہ کپڑے کی بتی نہیں بلکہ انسانی ہاتھ کی درمیانی انگلی ہے "پور" کے اوپر لمبا سا ناخن اسے صاف نظر آ رہا تھا............اور اسی ناخن کے سرے سے شعلہ بلند ہو رہا تھا۔

ابھی وہ صحیح طرح سے اندازہ بھی نہیں لگا سکا تھا کہ اس نے چراغ کی "لو" پر ایک جسم کو نمودار ہوتے دیکھا۔ یہ بارہ تیرہ سال کی نہایت معصوم صورت لڑکی تھی۔ اس نے سرخ رنگ کا گھاگرا اور اس ہی رنگ کی چولی پہن رکھی تھی............اس کے سیاہ ریشم جیسے لمبے بال فضا میں بادلوں کی طرح اڑ رہے تھے۔

www.ksars.org

اس لڑکی نے چراغ کی لو پر پوری طرح نمودار ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکا کر بولی۔

کیا آگیا ہے مہاراج۔

اس کی آواز بھی اس کے چہرہ کی طرح دلکش تھی۔

یہ کنوتھ ہے..........رام لال نے پنڈت ہری رام کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بتایا..........پنڈت ہری رام ابھی تک حیرت زدہ نظروں سے کنوتھ کو دیکھ رہا تھا..........ماضی میں اس نے ماورائی علوم کے ذریعہ کئی بیروں (موکلوں) کو قابو میں کیا تھا..........لیکن یہ کنوتھ اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

یہ ایک پوتر آتما ہے..........رام لال نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

یہ جس کی ہو جاتی ہے اس کے جیون میں شانتی ہی شانتی ہوتی ہے۔

اس سے کہو، میرا ہیرا دے دے..........پنڈت ہری رام نے پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا..........دھوئیں کی ایک سفید باریک سی لہر اٹھی اور طاق کی چھت میں جا کر غائب ہو گئی۔

ارے مورکھ..........رام لال کی بیوی نے اسے مخاطب کیا۔

کنوتھ کے ہوتے ہوئے تجھے ہیرے کی کیا ضرورت ہے..........پھر وہ کھسیانی ہنسی ہنس کر بولی..........سن! وہ ہیرا مجھے کنوتھ نے لا کر دیا تھا۔ اسے بیچ کر میں نے اپنی تین بیٹیوں کی شادی کر دی اور تین بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خاطر امریکہ بھیج دیا۔

تمہیں..........تمہیں..........یہ حق نہیں تھا..........پنڈت ہری رام نے غصے میں کہا۔

www.ksars.org

کنوتھ کے ذریعے جو دولت ملتی ہے اس پر صرف اس ہی کا حق ہوتا ہے جس کے قبضہ میں کنوتھ ہوتی ہے۔ عورت نے جواب دیا..........اور دیوانہ وار قہقہہ لگانے لگی جیسے پنڈت ہری رام کی بے بسی پر خوش ہو رہی ہو۔

پنڈت ہری رام خوف زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس عورت کا جھریوں بھرا چہرہ قہقہے لگاتے ہوئے کچھ زیادہ ہی بھیانک ہو گیا تھا۔

رام لال نائی مسہری کے پائنتی کھڑے ہو کر دوبارہ ہینڈل گھمانے لگا اور بیٹھی ہوئی عورت لیٹتی چلی گئی۔ اس نے لیٹتے ہوئے شیطانی قہقہوں کے درمیان پنڈت ہری رام سے کہا یہ سونے کا پلنگ بھی مجھے کنوتھ کی بدولت ملا ہے۔

کنوتھ کا سیوک سارا جیون سونے اور چاندی میں کھیلتے ہوئے گزارتا ہے..........رام لال نائی اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قریب آکر بولا۔

پنڈت ہری رام دزدیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

تم واحد منش ہو..........رام لال نائی نے مسہری کی پٹی پر بیٹھتے ہوئے کہا جو اپنی دولت یعنی ہیرا مجھ سے لینے آئے ہو۔ ورنہ کنوتھ کی دی ہوئی مایا کو کوئی آج تک لینے نہیں آیا..........کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کہاں سے کس کی دولت لائی ہے۔

اسے پتہ کس نے بتایا..........رام لال کی بیوی نے پوچھا۔

اس ہی مکار نے..........رام لال نے حقارت سے جواب دیا۔

تو پھر اس سے کہہ کنوتھ سے پریم کرے..........اس کی بیوی نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر پنڈت ہری رام کو مخاطب کر کے بولی۔

www.ksars.org

کنو تھ سے پریم کرے گا...........اس کا سیوک بنے گا۔

اس کے پوچھنے پر پنڈت ہری رام کی نظروں کے سامنے ماضی گھوم گیا۔ جبکہ وہ عظیم ماورائی طاقتوں کا مالک تھا اور لوگ اس کے لئے دلوں میں عقیدت و احترام رکھتے تھے...........اس نے بلا سوچے سمجھے اقرار کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ہاں...........میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں...........اس کا سیوک بننا چاہتا ہوں۔ لاؤ مجھے کنو تھ دے دو۔

ایسے نہیں...........رام لال کی بیوی نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا۔

کنو تھ کسی کو دان کرنے سے نہیں ملتی۔ اسے حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔

وہ طریقہ کیا ہے...........پنڈت ہری رام نے بڑے ہی اشتیاق سے پوچھا۔

اس کے لئے سات دن کا جاپ کرنا ہوتا ہے...........رام لال نائی کی بیوی نے بتایا۔

اور وہ ایسا کوئی مشکل بھی نہیں ہے...........رام لال فوراً ہی بیچ میں بولا...........صرف جاپ ذرا کٹھن ہے۔

لیکن تمہارے لئے مشکل بھی نہیں ہے...........پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر چلتے ہوئے بولا...........تم اس وقت اپنے گھر جاؤ اور اپنی پتنی سے ایک ہفتہ کی اجازت لے کر آ جاؤ۔ پھر سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔

پنڈت ہری رام نے اس سے وعدہ کر لیا کہ وہ کل ضرور اس کے پاس اجازت لے کر پہنچ جائے گا۔

☆××××××××××☆

www.ksars.org

گھر پہنچ کر ہری رام نے اپنی بیوی کو ساری بات بتادی۔ کوشیلا جو معاشی بدحالی کی وجہ سے پریشان رہتی تھی یہ جان کر خوش ہوگئی کہ اس کا پتی دیوتا جو کہ پہلے بھی ایک مہان گیانی پنڈت تھا۔ پھر سے ایسی شکتی حاصل کر لے گا جس کی بدولت اس کے دن پھر جائیں گے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ پنڈت ہری رام صرف اس کے پریم کے کارن اپنی شکتی کھو بیٹھا ہے۔ وہ دل ہی دل میں خوش تھی۔

پنڈت ہری رام نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسی مافوق الفطرت ہستیاں بھی موجود ہیں جنہیں اگر بس میں کرلیا جائے تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے............ شیو بھگوان کے مندر میں اس نے جس علم کی تعلیم حاصل کی تھی وہ ایک مخصوص علم تھا جس میں انسان کو ایسی ماورائی طاقت حاصل ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ فوری طور سے نفع اور نقصان کا اندازہ کر کے اپنے طابع موکلوں سے کام لے سکتا تھا۔

شیو بھگوان کے پجاری کی حیثیت سے اس کے پاس استدراج کا جو خزانہ تھا اس کی وہی حیثیت تھی جو ہمارے معاشرہ میں عامل حضرات کی ہے۔ اس حیثیت میں اس کا دائرہ کار محدود تھا لیکن اس نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ان حدود کو توڑ دیا............ اور زمانے کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا پھر ایسے مقام پر آ گیا............ جہاں وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے جب سے کنوتھ کو دیکھا تھا دل و دماغ میں ہیجان سا پیدا ہو گیا تھا۔ وہ دن اس نے بڑی مشکل سے کاٹا اور پھر دوسرے دن سورج چھپتے ہی وہ رام لال نائی کی دکان پر پہنچ گیا۔

☆××××××××××☆

رام لال نائی تو جیسے اس کا منتظر ہی تھا۔ پنڈت ہری رام کو دیکھتے ہی اس نے دوکان بند کر دی اور اسے ساتھ لئے ہوئے اپنی بیوی کے کمرہ میں داخل ہو گیا............ کمرہ میں داخل ہو کر اس نے پھر اپنی پتنی کی مسہری کا ہینڈل گھمایا اور جب وہ اتنی اوپر اٹھ گئی کہ پنڈت ہری رام کو آسانی سے دیکھ سکے تو اس نے ہینڈل چھوڑ دیا۔

رام لال نائی کی بیوی نے اس کی طرف دیکھا اور بڑے اعتماد سے بولی۔

www.ksars.org

اپنے من سے تمام کھوٹ نکال دے اور اس چوکی پر بیٹھ جا۔ پنڈت ہری رام نے اس کی طرف دیکھا۔ جس طرف اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔ کمرہ کے وسط میں لکڑی کی ایک چھوٹی سی چوکی رکھی ہوئی تھی۔ جس کے ایک کونے پر لوبان سلگ رہا تھا۔

پنڈت ہری رام اس چوکی پر دوزانو بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی رام لال نائی نے پلنگ سے ایک کالی پٹی لی۔ یہ کالے رنگ کی تین انچ چوڑی سی پٹی تھی۔

اپنی آنکھیں بند کر لو............رام لال نائی پٹی آنکھوں پر رکھ کر بولا اور پھر اس نے وہ پٹی ہری رام کے باندھ دی۔ اب تم کو میں منتر بتاتی ہوں۔ اس کی بیوی نے شیطانی ہنسی سے کہا............تم میری زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کو دہراتے چلے جاؤ۔ ایشور کی کرپا سے تم ضرور کامیاب ہو گے............کنوتھ تمہاری ہو جائے گی۔

اب پنڈت ہری رام بھی پوری طرح تیار تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے............اور............رام لال نائی کی بیوی کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کو دہرانے لگا۔ پانچ دس بار ہی دہرانے سے اسے منتر یاد ہو گیا۔

پھر............پھر............وہ خود ہی انہماک سے منتر کا جاپ کرنے لگا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔ پنڈت ہری رام کا انہماک زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب اس کے کانوں میں رام لال کی پتنی کی کرخت آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر چند گھنٹے گزرنے کے بعد اس کا گلا خشک ہو گیا اسے شدید پیاس لگی۔ پیاس سے اس کا تالو چٹخنے لگا۔

اس کا خیال تھا کہ رام لال نائی اسے پانی پلا دے گا............لیکن اس کے پانی مانگنے پر کسی بھی قسم کی آہٹ نہیں ہوئی۔ اس نے دوبارہ ذرا اونچی آواز میں پانی پلانے کو کہا............لیکن پھر بھی کسی قسم کا جواب نہیں ملا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے تنہائی کا احساس ہوا۔

www.ksars.org

تنہائی کا احساس ہوتے ہی وہ زور سے چلایا۔ کوئی ہے............ لیکن جواب میں خاموشی رہی۔ پنڈت ہری رام نے گھبرا کر چوکی کے چاروں طرف زمین پر ہاتھ چلائے جیسے وہ چوکی سے اترنے کی خاطر جگہ دیکھ رہا ہو۔ اس کے ہاتھ چوکی کے نیچے پانی کی سطح سے ٹکرا گئے............ اس نے جہاں تک ہاتھ بڑھایا پانی ہی پانی تھا............ اس صورت حال سے پریشان ہو کر اس نے آنکھوں پر پٹی کھول ڈالی۔

لیکن اب وہاں نہ تو رام لال تھانہ اس کی بیوی اور نہ ہی گھر۔ بلکہ وہ دریائے سندھ کے بیچوں بیچ چوکی پر بیٹھا ہوا تھا............ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا............ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔

میں یہاں کیسے پہنچ گیا............ اس نے سوچا............ پھر خیال آیا۔ ممکن ہے یہ اس ہی منتر کا اثر ہو۔ اس کے دل میں اس منتر کی تاثیر دیکھ کر خوشی کی لہر اٹھی۔

اس نے دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور پیاس بھول کر جاپ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

☆××××××××××☆

دن اور رات یونہی گزرتے رہے۔ پنڈت ہری رام کی بھوک پیاس سب کچھ ختم ہو کر رہ گئی۔ بس وہ دریا کے بیچوں بیچ ایک چھوٹے سے تختہ پر بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔

اور اس طرح............ ایک دو دن نہیں۔ ہفتے نہیں بلکہ تین ماہ گزر گئے۔ اور پھر ایک رات کو اس نے انسانی ہیولہ کو پانی کی سطح پر چلتے دیکھا۔ وہ ہیولہ جس طرف بھی جاتا پنڈت ہری رام کے تختہ کا رخ بھی اس ہی طرف ہو جاتا تھا۔ وہ ہیولا دریا کے کنارے پر آ کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی پنڈت ہری رام کا تختہ بھی کنارے سے جا لگا جس کا مطلب تھا کہ اب وہ خشکی پر اتر سکتا تھا۔

اب وہ جس جگہ اترا تھا وہ جنگل سا تھا۔ پنڈت ہری رام بغیر سوچے سمجھے ایک جانب چل دیا۔ اس کے دل و دماغ سے اب بھی اس منتر کی آواز آ رہی تھی............ اس کی داڑھی بے انتہا بڑھ چکی تھی۔ جسم کا لباس میلا ہو چکا

www.ksars.org

تھا...........اور جسمانی طور سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آرہا تھا لیکن اس کے باوجود اسے اپنے اندر توانائی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسی توانائی جس میں تھکاوٹ یا نقاہت نہیں ملتی تھی۔

www.ksars.org

پنڈت کی کامیابی

وہ چلتا رہا............چلتا رہا............رات ختم ہو گئی۔ اس نے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو پار کیا اور ہندوئوں کے شمشان گھاٹ پر پہنچ گیا۔

یہ سینکڑوں سال پرانا قبرستان تھا۔ جس میں جابجا چتا کی راکھ بکھری ہوئی تھی اور ان کے نیچے سے ادھ جلی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔

ہندو نابالغ بچوں کی چتا بنا کر جلاتے نہیں ہیں بلکہ انہیں زمین میں دفن کر دیتے ہیں ان کے نظریہ کے مطابق وہ معصوم اور بے گناہ ہوتے ہیں۔ ان کو نرکھ (دوزخ)) سے بچانے کی خاطر آگ میں نہیں جلایا جاتا۔

پنڈت ہری رام اپنے منتر کے خیال میں مگن چلا جا رہا تھا............پھر اس کے قدم خود بخود رک گئے کوئی نادیدہ طاقت اسے کھینچتی ہوئی ایک قبر کے پاس لے آئی تھی وہ چند لمحے کھڑا رہا۔ اور پھر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ منتر اب بھی اس کے لبوں پر تھا۔

اسے قبر کے پاس بیٹھے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ مرگھٹ کے ایک کونے سے بے شمار کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پنڈت ہری رام نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن وہ وہاں دور دور تک کوئی نہیں تھا۔

پنڈت ہری رام دوبارہ منتر پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔

www.ksars.org

اور پھر............جب صبح کا اجالا پھیلا تو اس نے قبر کے سرہانے دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر کو دیکھا۔ پلک جھپکتے میں اس لکیر نے انسانی روپ دھار لیا۔ اب قبر کے پاس ایک کم سن حسین لڑکی اسے جامد نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ پنڈت ہری رام نے بھی اپنی نگاہیں اس کے چہرہ پر مرکوز کر دیں۔

چند سیکنڈ بعد............لڑکی نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

داسی حاضر ہے مہاراج۔

کون ہو تم؟............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

میں آپ کی داسی کنوتھ ہوں............معصوم صورت لڑکی نے جواب دیا۔

کنوتھ............پنڈت ہری رام خوشی سے چلایا۔

اس کے وہم و گمان کے برعکس کنوتھ اس کے سامنے حاضر تھی۔ اس نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ پوچھا:

میں جو کہوں گا کرے گی؟

ضرور کروں گی مہاراج............کنوتھ نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا............پر مہاراج پہلے میری انگلی لا دیجئے۔

انگلی............پنڈت ہری رام نے گھبرا کر پوچھا............کیسی انگلی............کونسی انگلی۔

یہ انگلی مہاراج............کنوتھ نے اپنا دائیاں ہاتھ اوپر اٹھا کر پنجہ دکھایا............اس کے درمیان کی انگلی جو کہ دوسری انگلیوں سے قدرے لمبی ہوتی ہے اپنی جگہ سے غائب تھی اور اس جگہ سرخ خون کا نشان تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کسی شقی القلب انسان نے تیز دھار آلہ سے اس کی انگلی کاٹ دی ہے۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام کے سینہ میں ایک دم جذبہ ہمدردی پیدا ہو گیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا کنوتھ نے نہایت دردناک لہجہ میں بتایا۔

مہاراج۔ یہ حرکت ایک مہاپرش سادھو کی ہے۔ اس کے من میں کھوٹ تھا۔ بھگوان کا سیوک ہو کر اس نے میری آتما کو بیاکل کر دیا۔

لیکن وہ تیری انگلی کس طرح لے گیا............پنڈت ہری رام نے بے قراری سے پوچھا۔

جس منتر کے ذریعے تم مجھ تک پہنچے ہو............کنوتھ نے جواب دیا۔

اس ہی کارن اس نے میری آتما کو جگایا اور پھر وہ پاپی میری انگلی کاٹ کر لے گیا۔ بس جب ہی سے میں بیاکل ہوں۔

تمہاری انگلی لے جانے سے اس کا کیا مطلب تھا؟

میری انگلی جس کے پاس ہوتی ہے میں اس کی داسی بن جاتی ہوں............کنوتھ نے افسردگی سے کہا۔ پھر اپنے سیوک کی ہر آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم بن جاتا ہے مہاراج۔

اب وہ انگلی کس کے پاس ہے............پنڈت ہری رام نے بڑے ہی اشتیاق سے پوچھا۔

رتنادیوی کے پاس............کنوتھ نے مختصراً جواب دیا۔

یہ کون ہے............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔ پھر سوچ کر بولا............وہ رام لال نائی کی پتنی تو نہیں۔

ہاں............ہاں............وہی۔ کنوتھ نے جلدی سے جواب دیا۔ پھر ہاتھ جوڑ کر التجا آمیز لہجہ سے بولی میں بنتی کرتی ہوں۔ مجھے وہ واپس لا دو۔ نہیں تو میرا جیون اس ہی کھشٹ میں گزرے گا۔ میری آتما سدا بیاکل رہے گی۔

www.ksars.org

ٹھیک ہے..........میں لائے دیتاہوں۔پنڈت ہری رام نے ہمدردی سے کہااور ایک عزم کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

جلدی جائو مہاراج..........جلدی..........کنوتھ نے معصومیت سے کہا..........اگر یہ شبھ گھڑی نکل گئی تو پھر کبھی نہیں آئے گی..........کبھی نہیں آئے گی۔

میں جارہاہوں..........پنڈت ہری رام نے آخری الفاظ ادا کئے اور واپس مڑ گیا۔ اب وہ مرگھٹ کے باہر جانے والے راستہ پر چل رہاتھا..........اور دور آسمان کے افق پر صبح صادق کا اجالا آہستہ آہستہ پھیلتا جارہا تھا۔

☆××××××××××☆

جس وقت پنڈت ہری رام..........رام لال نائی کے گھر پہنچاتو سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھااور آسمانوں پر سورج کی آمد کی بازگشت شفق کی صورت میں دکھائی دے رہی تھی۔ سڑکوں پر اکا دکا آدمی جارہے تھے اور گھر اور دوکانوں کے دروازے بند تھے اور ان کے مکین صبح نو کے استقبال کے لئے کروٹیں بدل رہے تھے۔

رام لال نائی کی دکان کا دروازہ بند تھا۔پنڈت ہری رام نے سوچا کہ یہ لوگ ابھی تک سو رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے دروازہ پر دستک دینے کی خاطر زور سے ہاتھ مارا۔

دروازہ پر ہاتھ پڑتے ہی وہ دھڑ کی آواز کے ساتھ ہی کھل گیا..........پنڈت ہری رام نے اندر جھانک کر دیکھا۔ دکان خالی پڑی تھی۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ پھر اس نے دیوار میں بنے ہوئے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر رام لال نائی کو پکارا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔

پنڈت ہری رام نے سوچا ممکن ہے وہ اندر کمرہ میں اپنی بیوی کے پاس ہو۔ لہٰذا وہ اسے آواز دیتا ہوا کمرہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ حتیٰ کہ استعمال کی اشیاء تک نہیں تھیں۔ دیواروں اور چھت کے ساتھ مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لٹک رہے تھے اور بڑی بڑی چھپکلیاں فرش پر رینگ رہی تھیں۔

www.ksars.org

آخر یہ سب کہاں چلے گئے............پنڈت ہری رام نے سوچا پھر اچانک اس کی نظر دیوار میں بنے ہوئے طاق پر پڑی۔ طاق میں پہلے ہی کی طرح دو چراغ رکھے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک روشن تھا اور دوسرا خالی تھا۔ ان دونوں چراغوں کے پیچھے ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ پنڈت ہری رام نے قدم بڑھائے اور............طاق میں سے لفافہ اٹھا لیا۔ اس نے لفافہ کھولا تو اس میں سے رام لال نائی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر ملی۔

اس نے لکھا تھا۔

پنڈت ہری رام............میں تمہیں کنوتھ کا جاپ پورا کرنے پر اشیرواد دیتا ہوں۔ تم کنوتھ کا جاپ ختم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہو۔ جس کا ثبوت میری پتنی رتنا دیوی جو کہ ایک سال سے ایڑیاں رگڑ رہی تھی ختم ہو چکی ہے............

میرے دوست............کنوتھ جس کے قبضہ میں ہوتی ہے موت اس سے روٹھ جاتی ہے اور جیون کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی وہ سسکتا رہتا ہے............تم میری پتنی کی حالت دیکھ چکے ہو۔ اسے ایک سال قبل ہی مر جانا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس کے قبضہ میں کنوتھ ہوتی ہے اس کا جیون نہایت ہی شاندار گزرتا ہے............جیسا کہ تمہیں میں نے بتایا تھا کہ وہ ایک پوتر معصوم آتما ہے۔ دنیا کا کٹھن کام وہ چند سیکنڈ میں کر ڈالتی ہے۔ اس کو پانے والا اس سنسار میں راج کرتا ہے۔ لیکن جب اس کے سیوک کا جنم ختم ہوتا ہے تو یہ بڑا المناک ہوتا ہے۔ انسان زندہ رہ کر مردوں سے بدتر ہوتا ہے............اور اس وقت تک نزع کا عالم طاری رہتا ہے جب تک کنوتھ کسی اور کے قبضہ میں نہ چلی جائے۔ میری پتنی کنوتھ کو اپنے ساتھ ہی ماتا پتا کے گھر سے لے کر آئی تھی۔ کنوتھ کی بدولت میں نے اپنے جیون کے پچاس سال نہایت ہی سکھ سے گزارے۔ میری کونسی ایسی آشا تھی جسے کنوتھ نے پورا نہیں کیا............

میری پتنی............اس کی سیوک تھی............اس سے پہلے اس کی ماں سیوک تھی اور اس سے پہلے اس کی ماں سیوک تھی اور اس سے پہلے اس کی ماں............اور ہر ایک نے موت کے وقت کنوتھ کو عذاب سمجھ کر دوسرے کو دے دیا۔ یہ کنوتھ میرے خاندان کی داسی کس طرح بنی۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جسے سننا فضول ہے۔ میرے

www.ksars.org

دوست..........اب کنوتھ تمہاری ہے۔ طاق میں رکھے ہوئے دو چراغوں کو اٹھالو۔ اور اپنے گھر لے جائو۔ جب تمہیں کوئی مصیبت یا پریشانی پڑے تو یہی منتر پڑھ کر چراغ میں رکھی ہوئی اس کی انگلی پر پھونکنا اور زیتون کے جلتے ہوئے چراغ سے روشن کر دینا..........کنوتھ حاضر ہو جائے گی اور پھر تم اسے جو بھی حکم دوگے وہ پورا کرے گی۔

لیکن خبر دار..........یہ انگلی اسے کبھی واپس نہ کرنا..........وہ ہر نئے سیوک کے قابو میں آنے سے قبل اس انگلی کی واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اگر تم نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی تو نہ صرف تمہاری یہ کٹھن تپسیا اکارت جائے گی۔ بلکہ تم کنوتھ کے انتقام کا نشانہ بھی بن جائو گے۔ وہ اپنی بے بسی کا برسوں پرانا انتقام تم سے لے گی۔ وہ تم پر ایسی کھٹنائیں لائے گی۔ جس کا توڑ اس سنسار میں نہیں ہے بس۔ کنوتھ کی التجائوں پر کان نہ دھرنا۔ اگر تم ایسا کروگے تو خود ذمہ دار ہوگے۔

جب تم میرے کان میں چراغ لینے پہنچوگے تو میں اپنی پتنی کے کریا کرم سے فارغ ہو کر یہاں سے ہزاروں میل دور اپنے بیٹوں کے پاس امریکہ جا چکا ہوں گا۔ ایشور تمہیں سدا سکھی رکھے۔

تمہارا دوست

رام لال چنا۔

خط پڑھنے کے بعد وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ کنوتھ کی معصوم صورت اس کی آنکھوں میں گھومنے لگی۔

اگر..........اگر..........میں کنوتھ کی انگلی واپس کر دوں تو..........اس نے سوچا..........پھر اس کی نگاہیں رام لال کی تحریر پر پڑ گئیں..........جو کہ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے کئی بار خط پڑھا..........اس کی نظروں میں رام لال کی بیوی کا سراپا گھوم گیا۔ اف..........کتنی خوفناک تھی وہ۔ بالکل قبر کا مردہ دکھائی دیتی تھی۔

www.ksars.org

اس کے ساتھ ہی اسے یقین ہو گیا کہ رام لال نے کو کچھ بھی لکھا ہے سچ ہے۔ اس نے انگلی واپس نہ کرنے کا تہیہ کر لیا اور دونوں چراغوں کو اٹھا کر باہر نکل آیا۔ دکان سے باہر نکلتے ہی اس نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ کونے میں بیٹھا مسواک کر رہا تھا۔

اس نے سوچا کہ شاید یہ شخص پڑوسی ہے۔ اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ رام لال یہاں سے کب گیا۔

پنڈت ہری رام اس شخص کے پاس پہنچا اور جب اس سے معلوم کیا کہ رام لال کب یہاں سے گیا۔ تو اس شخص نے بتایا کہ آج سے تقریباً تین ماہ قبل اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اور اس سانحہ کے ایک ہفتہ بعد ہی وہ یہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد یہ گھر ویران اور ڈرائونا نظر آنے لگا۔ جس کی وجہ سے ابھی تک اس میں رہنے کو کوئی نہیں آیا۔

تین ماہ گزرنے کا خیال آتے ہی پنڈت ہری رام چونک اٹھا۔ اس کا خیال تھا کہ ابھی صرف ایک ہفتہ ہی گزرا ہو گا لیکن ....جب اسے معلوم ہوا کہ تین ماہ گزر چکے ہیں تو اسے اپنے گھر کا خیال آیا وہ اپنی بیوی سے صرف ایک ہفتے کا کہہ کر آیا تھا اب............اس کا رخ اپنے گھر کی طرف تھا وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا۔

☆×××××××××××☆

جس وقت پنڈت ہری رام گھر پہنچا تو ویرانی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ مکان میں جا بجا کوڑا کرکٹ بکھرا ہوا تھا اور اندر کمرہ میں کوشیلا ایک ٹوٹے ہوئے پلنگ پر لیٹی تھی۔ اس کا جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے............معلوم ہوتا تھا وہ عرصہ سے بیمار ہے۔

www.ksars.org

ہری رام کو دیکھتے ہی وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اس کے منہ سے دبی دبی چیخیں نکلنے لگیں۔ ہری رام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے آگے بڑھ کر کوشیلا کو سہارا دے کر اٹھایا اور گود میں لیتے ہوئے پوچھا............ تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی ہے؟............ کوشیلا نے دبی دبی سسکیوں کے درمیان شکوہ سے کہا۔

تم تو صرف ایک ہفتہ کا کہہ کر گئے تھے۔ جب کہ آج تین ماہ بعد آئے ہو۔ میں تو سمجھی تھی کہ بھگوان نہ کرے تمہیں کچھ ہو گیا ہے۔

ہری رام نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کہ وہ جس مقصد کی خاطر اسے چھوڑ گیا تھا............ وہ حاصل ہو چکا ہے اور اب اسے کسی قسم کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس نے کوشیلا کو دوبارہ پلنگ پر لٹا دیا اور دوسرے کمرہ میں اپنی پڑھنت آزمانے کی خاطر چلا گیا۔

یہ کمرہ بھی مٹی دھول سے اٹا ہوا تھا۔ گرہستی کا جو بھی سامان تھا۔ کوشیلا نے ان تین ماہ کے دوران بیچ دیا تھا۔ پنڈت ہری رام نے کمرہ کا ایک کونہ صاف کیا............ اور دونوں چراغ رکھ دیئے............ پھر............ پھر اس نے زیتون کے تیل والا چراغ جلا دیا............ اور............ اور............ منتر پڑھ کر چراغ میں رکھی ہوئی انگلی پر پھونک مار کر اسے زیتون والے چراغ سے جلا دیا۔

انگلی نے فوراً ہی آگ پکڑ لی۔

پنڈت ہری رام کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ اپنی ماورائی طاقتیں کھونے کے بعد یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ کسی غیر مانوس مافوق الفطرت ہستی کے لئے عمل کر رہا تھا۔

www.ksars.org

جوں.........جوں.........انگلی پر لو بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے دل میں عجیب طرح کی اضطرابی کیفیت بھی پیدا ہوتی جا رہی تھی.........اور.........پھر جب لو اچھی خاصی بلند ہو کر بالکل سیدھی کھڑی ہو گئی تو کنو تھ اسی انداز سے نمودار ہوئی۔ جس انداز میں وہ رام لال نائی کے مکان میں دیکھ چکا تھا۔

داسی حاضر ہے مہاراج.........کنو تھ ہاتھ جوڑ کر اس سے کھنکتی ہوئی آواز میں مخاطب ہوئی۔

پنڈت ہری رام حیرت و استعجاب سے اسے تکے جا رہا تھا.........یہ پہلا اتفاق تھا جب کہ اتنی حسین اتنی سندر کنیا بیر کے روپ میں اس کے سامنے موجود تھی۔

جب وہ ماورائی طاقت کا مالک تھا تو اس کے قابو میں بڑے بڑے بیر تھے۔ لیکن وہ سب بد صورت، ہیبت ناک اور خوفناک راکھشس قسم کے تھے۔

کیا وچار کر رہے ہیں مہاراج.........کنو تھ نے اسے خاموش دیکھ کر پیار سے پوچھا۔

میں.........میں.........میری.........پتنی بیمار ہے.........پنڈت ہری رام نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے بمشکل تمام کہا۔

بس.........اتنی سی بات.........کنو تھ نے مسکرا کر جواب دیا۔

اور اس کے ساتھ ہی زیتون کے چراغ کے پیچھے ایک چھوٹی سی شیشی نظر آئی۔ بالکل ایسی جیسی ڈسٹل واٹر کی ہوتی ہے۔

یہ پانی پلا دو.........ٹھیک ہو جائے گی.........کنو تھ نے کہا۔

پنڈت ہری رام نے ایک بار پھر حیرت سے شیشی پر آنکھیں گاڑ دیں.........جیسے اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر اس نے شیشی کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور نہایت ہی حیرانگی سے پوچھا۔

www.ksars.org

کنوتھ یہ تم کہاں سے لائیں..........اس میں کیا ہے۔

اس میں پوتر گنگا جل ہے۔ کنوتھ نے جواب دیا۔ اسے جو پیتا ہے امر ہو جاتا ہے۔ اپنے من میں کھوٹ نہ لائو اور اپنی پتنی کو پلا دو۔

تم..........تم..........اور کیا کر سکتی ہو؟..........پنڈت ہری رام نے سنبھل کر پوچھا۔

اپنے سیوک کی آگیا کا پالن کرنا۔ میرا کام ہے..........کنوتھ نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

اچھا..........تم..........تم..........میری مالی مدد کر سکتی ہو؟..........پنڈت ہری رام نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

کیوں..........نہیں..........کنوتھ نے جواب دیا..........اور ساتھ ہی ایک کونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ وہ دیکھو۔

پنڈت ہری رام نے اس کونے کی طرف دیکھا۔ سنہرے رنگ کی ایک ڈلی چمک رہی تھی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔

کنوتھ..........تم..........تم..........تو بہت ہی اچھی ہو..........اس نے تشکر آمیز لہجہ میں کہا۔

اب تم میری آشا پوری کر دو..........کنوتھ نے معصومیت سے کہا..........میری انگلی واپس دے دو۔

انگلی کا نام سنتے ہی پنڈت ہری رام چونک اٹھا۔ اس نے کنوتھ پر نظریں جما دیں۔ یہ چھوکری تو بڑے کام کی ہے..........اب وہ بھی انگلی واپس نہیں کرنا چاہتا تھا..........کئی برس بعد اسے یہ ماورائی ہستی نصیب ہوئی ہے۔

میں انگلی واپس نہیں کروں گا..........پنڈت ہری رام نے اسے ڈانٹا۔

www.ksars.org

پنڈت ہو کر بھی تمہارے من میں کھوٹ ہے۔ تم لالچی ہو............ کنوتھ نے نہایت ہی غمزدہ ہو کر کہا............ نجانے بھگوان کب میرا کھشٹ ختم کرے گا۔

اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام نے منہ آگے بڑھا کر جلتے ہوئے چراغ پر پھونک مار دی۔ وہ مزید کنوتھ کی بات نہیں سننا چاہتا تھا۔

لو............ فوراً ہی بجھ گئی۔ اور اس کی جگہ سفید دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر اوپر کو اٹھ کر فضا میں تحلیل ہو گئی۔

پنڈت ہری رام نے ایک ہاتھ میں سونے کی ڈلی اور دوسرے ہاتھ میں پانی کی شیشی اٹھالی اور کمرہ کے باہر نکل آیا پھر اس نے کمرہ بند کر کے اوپر کی جانب لٹکی ہوئی زنجیر چڑھادی اور خوشی سے جھومتا ہوا کوشیلا کی جانب چل دیا۔

کمرہ میں پہنچ کر اس نے اپنی بیوی کو اٹھایا اور گنگا جل کی پوری شیشی اس کے حلق میں انڈیل دی............ اس نے کوشیلا کو تمام باتیں بتادیں۔ پھر سونے کی ڈلی ہاتھ میں تولتے ہوئے بولا۔

یہ کافی وزنی معلوم ہوتی ہے تم کسی قسم کی فکر نہ کرنا۔ میں ابھی آتا ہوں اس کے بعد وہ بازار چلا گیا۔

سونے کی ڈلی واقعی کافی وزنی تھی۔ اسے فروخت کرنے سے پنڈت ہری رام کو اس کی توقع سے کہیں زیادہ پیسے مل گئے۔ اس نے نہ صرف اپنے مکان میں ضروری زندگی کی ہر چیز ڈال لی۔ بلکہ مکان کو بھی اس زمانے کے لحاظ سے جدید بنوالیا۔

www.ksars.org

اس کے پاس کافی روپیہ بچ رہا۔ اس کی بیوی کوشیلا نے اسے مشورہ دیا کہ اس پیسے سے زمینداری شروع کر دی جائے تا کہ ہمیشہ کے لئے نہ صرف معاش کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ بلکہ گنو تھ کے ذریعہ ملنے والی دولت کا بھی کسی کو نہیں معلوم ہو سکے گا۔

مشورہ نہایت ہی مفید تھا لہٰذا پنڈت ہری رام نے سکھر سے چند میل دور ہجرت کر کے جانے والے ہندو کا بڑا سا باغ خرید لیا۔ اس باغ میں آم، انار، سنگتروں اور دوسرے بہت سے میوئوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ اس باغ سے تھوڑے فاصلہ پر سکھر بیراج سے جاری ہونے والی ایک نہر گزرتی تھی۔ جس کے کنارے پر ڈیزل موٹر انجن لگا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ باغ کو سیراب کیا جاتا تھا۔

پوتر گنگا جل پینے کے بعد کوشیلا تندرست ہو چکی تھی۔ پنڈت ہری رام کو اس سے سچا پریم تھا.........محبت تھی وہ ہر طرح سے اس کا خیال رکھتا تھا۔ خوشحالی نے کوشیلا کا رنگ وروپ نکھار دیا اور وہ پھر پہلے کی طرح جوان وخوبصورت دکھائی دینے لگی۔

جب دولت کی ریل پیل ہوتی ہے تو لوگ خواہ مخواہ دوست بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی حال پنڈت ہری رام کا تھا لوگ خواہ مخواہ اسے سلام کرتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں اس کے گرد ایسے لوگوں کا حلقہ قائم ہو گیا جو کہ اچھے کردار کے مالک نہیں تھے۔

پنڈت ہری رام نے کبھی کسی کو یہ نہیں بتایا کہ وہ ہندو ہے۔ اس کا لباس عام پاکستانی مسلمانوں جیسا تھا اور دولت مند ہونے کی وجہ سے لوگ احتراماً اسے سیٹھ جی یا سائیں کہہ پر پکارتے تھے۔

وہ شراب کو برا نہیں سمجھتا تھا.........اور جب اس ہی قماش کے دوسرے لوگ بھی مل گئے۔ تو خوب مزے سے شراب وکباب کا لطف اٹھایا جانے لگا.........اس مقصد کی خاطر ہفتہ میں دوبار سب دوست ایک جگہ جمع ہو کر رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام کے پاس کیونکہ پیسہ تھا لہٰذا ایسی پارٹیوں کے تمام اخراجات وہی اٹھاتا تھا اور یار لوگ خوب جی بھر کے اس کی دوستی اور دریادلی کی تعریف کیا کرتے تھے۔

پنڈت ہری رام جانتا تھا کہ یہ سب میری دولت کے رسیا ہیں..........اور یہ دولت جسے وہ دوستوں کی خوشنودی کی خاطر دونوں ہاتھوں سے لٹا رہا تھا بغیر کسی محنت و مشقت کے اسے حاصل ہوئی تھی۔

پنڈت ہری رام نے اپنے دوستوں کی تفریح و طبع کی خاطر باغ میں آم کے درختوں کے درمیان دو کمروں کا چھوٹا سا پکا مکان بنوالیا تھا۔

باغ کے آخری سرے پر گھاس پھوس کے جھونپڑے بنے ہوئے تھے جن میں وہ کسان اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہا کرتے تھے جو کہ پنڈت کے باغ میں کام کرتے تھے۔

پنڈت ہری رام تقریباً ہر روز باغ میں جایا کرتا تھا اور اس مقصد کی خاطر اس نے نہایت ہی خوبصورت گھوڑا گاڑی بنوالی تھی۔

اس زمانے میں موٹر گاڑیوں کا عام رواج نہیں تھا۔ اور اندرون سندھ کے بڑے بڑے رئیس تانگوں میں گھوما کرتے تھے جن کی بناوٹ اور سجاوٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ جب بھی باغ میں جاتا تھا ساتھ دو چار دوست ضرور ہوتے تھے۔ ہمارے معاشرہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں جن کی تمام عمر دوسروں کے سہارے گزرتی ہے۔

پنڈت ہری رام کا تانگہ جونہی باغ میں داخل ہوتا کسان سندھی رواج کے مطابق اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے..........اسے باغ کی تفصیل اور اپنی ضرورت بتاتے۔ جب تک پنڈت باغ میں گھومتا رہتا۔ وہ ہاتھ باندھے اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے۔

www.ksars.org

پھر جب وہ اپنے مکان میں جاتا جسے اوطاق کہا جاتا ہے۔ تو زمینوں کا منشی جو کامدار کہلاتا تھا اس کے ساتھ ہوتا۔ اس کے دوستوں کے لئے شراب کا انتظام کرتا.........اور پھر باہر اینٹوں کے ڈھیر پر اس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک وہ سب واپس نہیں چلے جاتے۔

www.ksars.org

بسنتی کا قتل

پنڈت ہری رام..........اگر چاہتا تو کنوتھ کے ذریعہ دکھی لوگوں کی مدد کر سکتا تھا..........وہ چاہتا تو اپنی ماورائی طاقتوں کی دھاک بٹھا سکتا تھا..........لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اب وہ اپنے نفس کا غلام ہو کر رہ گیا تھا۔ کنوتھ کو اس نے صرف اور صرف اپنے کاموں کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔

کنوتھ کی بدولت وہ نہایت ہی خوشحال اور پر مسرت زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس پر آسائش زندگی میں وہ اپنی محسنہ ساوتری کو نہیں بھولا تھا۔ یہ ساوتری ہی تھی جس نے اسے رام لال نائی کا پتہ بتایا تھا۔ اور جب وہ اس کے پاس اپنا گمشدہ ہیرا لینے گیا تو رام لال نائی کی پتنی نے اسے کنوتھ دے دی۔

کنوتھ لاکھوں اور کروڑوں ہیروں سے بدرجہاں بہتر تھی۔

پنڈت ہری رام نے کئی بار سوچا کہ وہ ساوتری سے جا کر ملے۔ لیکن برے دوستوں کی صحبت اور بے جا مصروفیت نے اسے اتنا موقع ہی نہیں دیا۔

آخر..........ایک دن وہ صبح ہی صبح اپنے تانگہ پر بیٹھ کر ساوتری کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنی صبح وہ ساوتری سے اچھی طرح تنہائی میں باتیں کر لے گا..........لیکن جب وہ اس کے دروازہ پر پہنچا تو چند خواتین نے بتایا کہ ساوتری کا رات کو انتقال ہو گیا..........اور کچھ ہی دیر ہوئی کہ لوگ اس کا جنازہ لے کر قبرستان گئے ہیں۔

پنڈت ہری رام یہ سن کر سکتے میں آ گیا..........اس کے دماغ کو جھٹکا سا لگا اور اس کے دل نے پہلی بار کچھ محسوس کیا۔

www.ksars.org

وہ خاموشی سے پلٹا اور.........پھر اس کا تانگہ نہایت ہی برق رفتاری سے قبرستان کی طرف دوڑنے لگا۔

وہ سارے راستے سوچتا جا رہا تھا.........ساوتری مر گئی.........اس کا دیہانت ہو گیا.........لیکن کیوں.........وہ کیوں مر گئی.........وہ.........کیوں.........مر گئی؟

انہی خیالات کی بازگشت لئے وہ قبرستان میں داخل ہوا.........اور پھر جب وہ قبر کے پاس پہنچا تو لوگ ساوتری کو لحد میں اتار چکے تھے.........اس کے جنازے میں بے شمار لوگ تھے وہ سب دبی دبی ہچکیوں سے رو رہے تھے۔

پنڈت ہری رام مجمع میں راستہ بناتا ہوا۔ قبر کے پاس پہنچا.........اس نے دیکھا کہ پیر حاضر شاہ قبر میں ساوتری کے سرہانے کھڑے ہیں.........ساوتری کا پورا جسم گلاب کے پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا.........لوگوں نے آخری بار چہرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی.........اور پیر حاضر شاہ نے لوگوں کے اصرار اور.........ان کی خواہش پر.........ساوتری کے چہرہ سے کفن کا تھوڑا سا ٹکڑا اہٹا دیا۔ پنڈت ہری رام کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی.........ساوتری کے چہرہ پر نور تھا۔ ایسا نور جو شاید فرشتوں کو بھی نصیب نہ ہو۔

دوسرے لمحہ اس کے چہرہ کو چھپا دیا گیا.........پیر حاضر شاہ قبر کے باہر آ گئے.........اور پھر سب مل کر مٹی ڈالنے لگے اور پنڈت ہری رام سب سے الگ کھڑا سوچ رہا تھا کہ یہ ساوتری کون تھی؟ اس نے طوائف کی زندگی اپنائی تھی.........اور.........اور.........پھر مرنے کے بعد ایسا نور۔ ساوتری تو یہاں اکیلی تھی.........اس ملک میں تو کوئی اس کا نہ تھا.........پھر یہ اتنے سارے لوگ کہاں سے آ گئے.........کیا.........یہ سب اس کے حسن کے دیوانے تھے۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

www.ksars.org

لوگ قبرستان سے جا چکے تھے۔پنڈت ہری رام کو تنہائی کا احساس اس وقت ہوا جب پیر حاضر شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

چلو............اب ہم بھی چلتے ہیں۔

پنڈت ہری رام نے اپنے خیالات سے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پوچھا............باقی لوگ کہاں گئے ؟

کون لوگ............پیر حاضر شاہ نے کہا............پھر مسکرا کر بولے۔

ارے بھئی............وہ تو فرشتے تھے............جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے۔

فرشتے تھے............پنڈت ہری رام نے حیرت سے کہا۔

چلو بھئی چلو............پیر حاضر شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر چلتے ہوئے کہا۔

یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

ساوتری............مر کیسے گئی ؟............پنڈت ہری رام نے چلتے ہوئے پوچھا۔

جیسے سب مرتے ہیں۔ پیر حاضر شاہ نے لاپروائی سے جواب دیا۔

پنڈت ہری رام کو یہ روکھا سا جواب ناگوار گزرا۔ اس نے ترچھی نظروں سے پیر حاضر شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہاری سیوک کا دیہانت ہو گیا اور تمہیں کچھ پرواہ ہی نہیں۔

اچھا ہوا مر گئی............پیر حاضر شاہ نے بے دلی سے کہا............میری تو جان چھوٹی۔

www.ksars.org

بھگوان جانے تم کیسے گرو ہو............پنڈت ہری رام نے تمسخر سے کہا۔ تمہیں اپنے چیلے کا غم ہی نہیں۔

ایسے چیلے کا کیا غم کروں...........پیر حاضر شاہ نے اکتائے ہوئے لہجہ میں کہا جو اپنے گرو کا کہنا نہ مانے............میں نے لاکھ سمجھایا کہ مکافات عمل میں دخل دینا ٹھیک نہیں...........اللہ سے لڑنے لگی۔ لوگوں کے اختیارات ختم کرنے کے درپے ہو گئی۔ کہتی تھی کہ مجھے بے حیائی، فحاشی، لوگوں میں افتراق اور قوم میں ذلت ورسوائی پسند نہیں ہے۔ اگر اپنی طاقت سے لوگوں کے اختیارات سلب کر کے انہیں صرف نیکی پر مجبور کر دیا جائے تو پھر جنت دوزخ اور مکافات عمل کے قانون کی کیا ضرورت باقی رہ جائے گی۔ میں نے بہت سمجھایا کہ اللہ نے قانون بنادیا ہے کہ قوموں کی تقدیر اس وقت بدلتی ہے جب وہ خود اپنے اختیارات استعمال کر کے اپنی حالت میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔ وگرنہ قوم، ملک، عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔

پیر حاضر شاہ نے بے خیالی سے کہا...........میں نے بھی تصدیق کر دی اور اللہ کی جناب میں عرض کیا...........ساوتری کو اس دنیا سے بلا لو۔

اور پنڈت ہری رام نے...........زور سے ہنس کر کہا۔

پیر حاضر شاہ نے ہنسی کی آواز پر غور سے اس کی طرف دیکھا...........پھر انہیں فوراً ہی خیال آیا کہ وہ چند بے تکی، بے محل باتیں کہہ گئے ہیں۔ لہٰذا خود بھی ہنسنے لگے۔

پنڈت ہری رام ہنستا ہوا تانگہ پر بیٹھ گیا...........اس نے پیر حاضر شاہ کو بھی بیٹھنے کو کہا لیکن انہوں نے ساتھ چلنے سے معذرت کر لی۔

پنڈت ہری رام اور کوشیلا بے فکری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دن یونہی زندگی کے گزرتے رہے۔

www.ksars.org

ایک دن..........پنڈت ہری رام اپنے چند دوستوں کے ہمراہ جونہی باغ میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر متعجب ہوا کہ ایک نہایت ہی حسین شوخ وطرار لڑکی جھولا جھول رہی ہے۔

سندھ میں یہ رواج ہے کہ خواتین زمیندار کو دیکھتے ہی راستہ چھوڑ دیتی ہیں اور اگر وہ کوئی کام کر رہی ہوتی ہیں تو اس سے بھی ہاتھ کھینچ لیتی ہیں۔

لیکن یہ لڑکی..........ہر بات سے لاپرواہ اور رواج سے مبرا ہو کر برابر جھولا جھولتی رہی۔

پنڈت ہری رام نے درخت کے پاس تانگہ روکا اور غصہ سے بولا..........اے لڑکی..........کون ہے تو؟

تو کون ہے؟..........لڑکی نے نہایت بے باکی سے پوچھا۔

جواب نہیں..........دوستوں نے اس کی بے باکی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

شاید یہ اجنبی ہے اور مجھے نہیں پہچانتی..........پنڈت ہری رام نے اپنی جھینپ مٹانے کی خاطر کہا۔

تو پھر..........اپنی پہچان کرادو نا..........ایک دوست نے معنی خیز انداز سے کہا۔

دوسرے دوست بھی اس کی تائید میں ہنسنے لگے۔ پنڈت ہری رام نے دوستوں پر رعب جمانے کی خاطر بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا..........اے لڑکی ادھر آ۔

یہ سننے کے ساتھ ہی لڑکی نے چلتے ہوئے جھولے پر سے نہایت ہی بے خوفی سے چھلانگ لگا دی اور تانگہ کے سامنے آکر بولی..........کیا ہے؟

پنڈت ہری رام اور اس کے دوست بھی تانگہ سے کود کر نیچے آ گئے۔ وہ سب آفت کی اس پرکالا کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے..........جنگل کا بے باک حسن ان کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔

www.ksars.org

کون ہے تو؟............پنڈت ہری رام نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

ہنستی لڑکی نے جواب دیا............اور پھر کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر نہایت ہی ٹھسے سے بولی۔ تم لوگ کون ہو؟

میں اس باغ کا مالک ہوں............پنڈت ہری رام نے بتایا۔

تو پھر اپنی ''اوطاق'' میں جاؤ۔ یہاں تمہارا کیا کام ہے؟............لڑکی نے نہایت ہی لاپروائی سے کہا اور جانے کے لئے مڑی۔ اس کے ساتھ پنڈت ہری رام کا ایک دوست راستہ روکے ہوئے اس کے سامنے آگیا۔

کیا بات ہے؟............لڑکی نے برہمی سے پوچھا۔

تو کس گاؤں کی ہے؟............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

میں کسی بھی گاؤں کی ہوں تجھے کیا؟............لڑکی نے بے خوفی سے جواب دیا۔

تجھے بتانا ہو گا............پنڈت ہری رام نے غصہ سے کہا............اس لڑکی کی بے باکی نے اس کے خون کی گردش کو تیز کر دیا تھا۔

ارے جا............لڑکی نے بے پروائی سے کہا اور پیٹھ موڑ کر جانے لگی۔

اس کے ساتھ ہی پنڈت ہری رام نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا............اس نے جیسے ہی ہاتھ پکڑا فضا میں ''تڑاخ'' کی زوردار آواز سنائی دی۔

لڑکی نے پنڈت ہری رام کے تھپڑ مار دیا تھا۔ پنڈت ہری رام نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ لیا۔ لڑکی کی اس غیر متوقع حرکت سے تمام دوست دم بخود رہ گئے۔

www.ksars.org

تھپڑ مارنے کے بعد لڑکی دوڑتی ہوئی شہتوت کے جھنڈ کی طرف چلی گئی۔

اس غیر متوقع صورتحال سے دوچار ہونے کے بعد پنڈت ہری رام غصہ سے دانت پیستے ہوئے بڑبڑایا۔

آخر یہ لڑکی ہے کون؟

کوئی بھی ہو............دوستوں نے اسے مشورہ دیا............اسے اس گستاخی کی سزا ملنی چاہئے۔

اسے سزا ملے گی اور ایسی سزا ملے گی عمر بھی یاد رکھے گی............پنڈت ہری رام نے غصہ سے دانت پیس کر جواب دیا۔

پھر............ان سب نے تانگہ کو اس ہی جگہ پر چھوڑا اوطاق کی طرف چل دیئے۔ اس واقعہ نے ان سب کو مکدر کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے گردن جھکائے چل رہے تھے............لیکن پنڈت ہری رام کے سینہ میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی وہ اس گستاخ لڑکی کو سزا دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں تیزی سے شیطانی منصوبے بننا شروع ہو گئے تھے۔

پھر جب وہ سب اپنی اوطاق کے قریب پہنچے تو کامدار دور اینٹوں کے ڈھیر پر بیٹھا دکھائی دیا۔ پنڈت ہری رام نے تمام دوستوں کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ کامدار سے کسی بھی قسم کا ذکر نہ کریں۔

کامدار ان سب کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ قریب پہنچ کر پنڈت ہری رام نے ۱۰۰ روپے کا نوٹ دیتے ہوئے کہا۔ کہ تیز قسم کی شراب اور کھانے پینے کا انتظام کرے۔ کامدار فوراً ہی حکم کی تعمیل میں چل دیا۔ پھر دوستوں کو اندر پہنچانے کے بعد پنڈت ہری رام نے کہا۔ تم لوگ بیٹھو میں ذرا باغ کا چکر لگا کر آتا ہوں............

☆××××××××××☆

www.ksars.org

یہ پہلا موقع تھا کہ کسی لڑکی نے اس کی بے عزتی کی تھی............وہ تانگہ میں بیٹھا سکھر شہر اپنے گھر جارہا تھا۔ اس کا چاق وچوبند گھوڑا تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کے ذہن کے دریچے بھی کھلتے جارہے تھے اور ان دریچوں سے شیطان جھانک رہا تھا۔

عورت کی سب سے بڑی نادانی یہی ہے کہ وہ اپنی جوانی کے جوش اور حسن کے تیکھے وار سے مرد کو بلاوجہ مشتعل کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں اسے خطرناک نتائج سے دوچار ہونا پڑتا ہے کیونکہ مرد مشتعل ہونے کے بعد جو بھی قدم اٹھاتا ہے سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے۔ اس کا انتظام سفاکی اور درندگی سے بھرپور ہوتا ہے پھر وہ انسانیت اور اخلاقی اقدار کو بری طرح پامال کرتا ہے۔ کبھی اس دنیا پر مکمل طور پر عورت کی حکومت تھی۔ مادرانہ نظام قائم تھا۔ عورت کی جذباتی نادانی نے اس نظام میں مرد کو داخل ہونے کا موقع دیا اور پھر عورت خود کنیز بن کر رہ گئی۔ آج جو زیور پہنتی ہے وہ اسی نظام کے سفای کی علامت ہے۔ عورتوں کو ہتھکڑی پہنا کر پیروں میں بیڑیاں ڈال کر اور ناک میں نکیل ڈال کر بھیڑ بکریوں کی طرح رکھا جاتا تاکہ یہ دوبارہ نظام حکومت میں دخل اندازی نہ کرے............یہ زیور اسی غلامی کے دور کی علامت ہے۔

اور اگر عورت اقتدار کی خواہش کرتی ہے تو آدمی کے اندر کا درندہ متحرک ہو جاتا ہے............اس وقت پنڈت ہری رام کے اندر کا سویا ہوا درندہ بھی جاگ اٹھا تھا............وہ لڑکی کو اس گستاخی کی ایسی عبرتناک سزا دینا چاہتا تھا جسے وہ عمر بھر یاد رکھے۔ گھر پہنچ کر وہ تانگہ سے اترا اور نہایت تیزی سے اس کمرہ میں گھس گیا جس میں دونوں چراغ رکھے ہوئے تھے۔ اسے کافی عرصہ کے بعد کنوتھ کا خیال آیا تھا۔ اسے کنوتھ کی مدد چاہئے تھی۔

کوشیلا نے اسے اس طرح وقت سے پہلے آتے دیکھا تو ماتھا ٹھنکا۔ اس نے کمرہ میں داخل ہو کر معلوم کرنا چاہا لیکن پنڈت ہری رام نے اندر سے کنڈی لگالی تھی۔ پھر اس نے منتر پڑھ کر چراغ کو روشن کیا۔ کنوتھ حسب معمول ہاتھ جوڑے چراغ کی لو پر نمودار ہو گئی۔

کنوتھ............پنڈت ہری رام نے اپنا غم وغصہ چھپاتے ہوئے کہا۔

www.ksars.org

ابھی کچھ ہی سے گزرا ہے جبکہ میرے باغ میں ایک لڑکی جھولا جھول رہی تھی..........وہ کس کی لڑکی ہے؟

تمہارے باغ سے تھوڑی ہی دور ایک دوسرے زمیندار کا باغ ہے۔ کنوتھ نے فوراً ہی جواب دیا۔

یہ لڑکی اس کی ہے کنوتھ..........پنڈت ہری رام نے جھجکتے ہوئے کہا۔ اس لڑکی نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور میں اسے سزا دینا چاہتا ہوں۔

آپ حکم دیں مہاراج..........کنوتھ نے سعادت مندی سے سر جھکا کر کہا۔

کیا تم اس لڑکی کو لا سکتی ہو..........پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

اپنے سیوک کی آگیا کا پالن کرنا میرا کام ہے..........کنوتھ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔

اور..........پنڈت ہری رام کو ایک دم خیال آیا کہ کنوتھ میں گائو ماتا جیسی شکتی ہے کیا وہ کسی کو لا سکتی ہے؟ اس خیال کے آتے ہی اس نے سوچا کہ آزمالینے میں کیا حرج ہے۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولا۔

ٹھیک ہے رات بارہ بجے اس لڑکی کو میری "اوطاق" میں ہونا چاہیئے۔

جو آگیا مہاراج..........کنوتھ نے تعمیل حکم میں سر جھکا کر جواب دیا اور ساتھ ہی چراغ کی لو پر سے غائب ہو گئی۔

پنڈت ہری رام نے پھونک مار کر چراغ گل کر دیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ پہلے کی طرح مطمئن تھا جیسے اس کے سر سے بوجھ اتر گیا ہو۔

www.ksars.org

صحن میں کوشیلا پریشان بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی پنڈت ہری رام نے اسے تسلی دی اور کہا کوئی خاص بات نہیں تھی۔ گائوں میں چوری ہوگئی تھی اس نے بہانہ بنایا..........اور اس ہی سلسلہ میں مجھے کنوتھ سے معلوم کرنا تھا۔

تو کیا کنوتھ نے چور کا پتہ بتادیا.........کوشیلا نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں! اس نے ایک شخص کے بارے میں بتایا تو ہے..........پنڈت ہری رام نے چالاکی سے کہا..........اور ممکن ہے آج رات مجھے وہاں رکنا بھی پڑ جائے..........میں صبح ہوتے ہی آ جائوں گا۔ تم فکر نہ کرنا۔

کوشیلا نے یہ سن کر اسے صبح ہی صبح جلد از جلد گھر پہنچنے کی تاکید کی۔ اور پنڈت ہری رام اسے تسلی دیتا ہوا باہر آ گیا۔ پھر وہ دوبارہ اپنے تانگہ میں بیٹھا اور اس کا گھوڑا سرپٹ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر دوڑنے لگا۔ وہ جلد از جلد واپس اپنے دوستوں کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

☆×××××××××××☆

جوں..........جوں..........رات گہری ہوتی جا رہی تھی تمام دوست شراب کے نشے میں مدہوش ہو رہے تھے..........انہیں وقت گزرنے کا کوئی احساس نہیں تھا۔

پنڈت ہری رام اعتدال سے پی رہا تھا۔ اسے رات کے بارہ بجے کا انتظار تھا۔ اس نے کامدار کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا تھا کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام دوست نشہ کی ترنگ میں اول فول بک رہے تھے۔ کوئی کرسی پر اس طرح بیٹھا تھا جیسے لیٹا ہو۔ کوئی فرش اور مسہری پر کروٹیں بدل رہا تھا۔ دو تین ایک ساتھ مل کر گیت گا رہے تھے اور ایک دوست ان کے درمیان بے ڈھنگے طریقہ سے ناچ رہا تھا۔

یہ سارا ہنگامہ جس کمرہ میں ہو رہا تھا اس کے برابر والے کمرہ میں پنڈت ہری رام تنہا مسہری پر بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں لڑکی کے بارے میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔

www.ksars.org

پھر ٹھیک بارہ بجے جبکہ گھڑی کی سوئیاں یک جان ہو گئیں تو دروازہ پر آہستہ سے دستک ہوئی۔

پنڈت ہری رام نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھولا اور لالٹین کی مدھم روشنی میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ دروازے پر لڑکی کھڑی ہے۔ اس کا نام بسنتی تھا۔

دروازہ کھلتے ہی بسنتی اندر داخل ہو گئی............پنڈت ہری رام نے دروازہ کی کنڈی لگالی۔

میں اپنی گستاخی پر معافی مانگنے آئی ہوں............بسنتی نے ہاتھ جوڑ کر خوابیدہ لہجہ میں کہا۔

معافی............پنڈت ہری رام نے شیطانی قہقہہ لگایا۔ تجھے ایسی معافی دوں گا کہ عمر بھر یاد رکھے گی۔

پنڈت ہری رام نے اسے مسہری پر دھکا دے کر گرا دیا............وہ شوخ وطرار لڑکی اس وقت موم کی گڑیا بنی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔

پنڈت ہری رام اور اس کے دوستوں نے انسانی اقدار کو پامال کر دیا اور آٹھ دس آدمی شیطان بن گئے۔ فضا میں اس کی چیخیں بلند ہوتی رہیں لیکن کسی کو اس پر رحم نہیں آیا۔

اور پھر............جب رات کی سیاہی چھٹنے لگی............تو بسنتی کی چیخیں بھی بند ہو گئیں............وہ اتنے مردوں کا اکیلی مقابلہ نہ کر سکی اور دم توڑ دیا۔

بسنتی کے ختم ہوتے ہی سب کا نشہ ہرن ہو گیا............وہ جسے ذلت ورسوائی کا کھیل سمجھ رہے تھے وہ اب ان کے لئے پھانسی کا پھندہ بن چکی تھی۔ تمام دوست اس صورتحال سے پریشان ہو گئے............لیکن............پنڈت ہری رام نے اپنے حواس پر قابو رکھا۔ اس نے دوستوں کی مدد سے بسنتی کی لاش کو ایک بوری میں بند کیا............اور اجالا پھیلنے سے پہلے نہر میں بہا دیا۔

www.ksars.org

پھر اس نے تمام دوستوں سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ اس واقعہ کو بھول جائیں گے اور زندگی بھر کسی سے ذکر نہیں کرینگے۔ اس مشترکہ جرم کے خوف سے سب نے قسم کھا کر اس بات کا وعدہ کر لیا۔

☆××××××××××××☆

صبح ہی صبح............ جبکہ سورج کی کرنوں نے اونچے درختوں کی شاخوں سے جھانکنا شروع ہی کیا تھا کہ اس کا کامدار ناشتہ لے کر آ گیا۔ اس کے چہرہ پر رنج و ملال چھایا ہوا تھا۔

پنڈت ہری رام نے جب اس کی وجہ جاننا چاہی تو اس نے نہایت ہی پریشانی سے بتایا کہ پڑوسی زمیندار کی بیٹی بسنتی رات سے غائب ہے۔

پھر............ پنڈت ہری رام نے گھبرا کر پوچھا۔

لوگ اسے تلاش کر رہے ہیں............ کامدار نے سرگوشی سے کہا............ کچھ بچوں نے بتایا کہ کل وہ یہاں آم کے درخت پر جھولا جھول رہی تھی۔

غلط............ بالکل غلط............ پنڈت ہری رام نے حوصلہ سے جواب دیا............ کل شام سے تو میں یہاں ہوں میں نے تو کسی لڑکی کو جھولتے نہیں دیکھا۔

ہو سکتا ہے وہ کسی سے عشق کرتی ہو اور اس کے ساتھ چلی گئی ہو............ اس کے ایک دوست نے بڑی چالاکی سے قیاس آرائی کی۔

لوگوں کا بھی یہی خیال ہے............ کامدار نے نہایت ہی دھیمی آواز سے تائید کی۔

اس کے بعد پنڈت ہری رام نے مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھا کامدار بھی خاموشی سے باہر نکل گیا۔

www.ksars.org

ان سب نے بادل نخواستہ تھوڑا سا ناشتہ کیا اور پھر شہر جانے کے لئے تانگہ میں بیٹھ گئے۔ پنڈت ہری رام نے کامدار سے کہا کہ وہ کل پھر آئے گا۔

☆×××××××××××☆

شہر پہنچ کر تمام دوست اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ ان سب کے ذہنوں پر بسنتی کی موت کا خوف سوار تھا۔ پنڈت ہری رام بھی خوفزدہ تھا۔ اس کے چہرہ پر خوف و پریشانی نمایاں تھی۔ کوشیلا نے اس سے معلوم کرنا چاہا لیکن پنڈت ہری رام نے ٹال دیا۔

جرم کا احساس اس کے ذہن پر بری طرح سے مسلط ہو کر رہ گیا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ بسنتی کی لاش نہر سے نہ مل جائے............ کبھی............ کبھی............ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مل جائیگی تو کیا ہو گا۔ سارا دن انہی پریشان کن خیالات میں گزر گیا۔ ذراسی آہٹ پر وہ اس طرح چونک اٹھتا جیسے اسے پکڑ لیا گیا ہو۔

اس کی بیوی کوشیلا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں اس قدر پریشان ہے۔ بیوی نے اسے کئی بار آرام کرنے کو کہا لیکن وہ جب بھی مسہری پر لیٹا خوف نے اسے چین نہ لینے دیا۔ نیند اس کی آنکھوں سے غائب ہو چکی تھی۔

کوشیلا............ اپنی مسہری پر لیٹی دیر تک اس کی یہ اضطرابی کیفیت دیکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ رات کی تاریکی اور سناٹے نے اس کے دماغ کو بوجھل کر دیا۔ آخر ایک مبہم سی امید نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ کنوتھ سے اس سلسلہ میں بات کر لی جائے............ شاید وہ اس جرم کو چھپانے کا کوئی طریقہ بتادے۔

وہ کمرہ میں پہنچا۔ اور چراغ کو روشن کر دیا۔ چراغ کی لو پر کنوتھ نمودار ہو گئی............ لیکن اب وہ پلی جیسی ترو تازہ نہیں تھی بلکہ نحیف سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آواز میں بھی پہلے جیسی گھن گرج نہیں............ کنوتھ نے حسب دستور ہاتھ جوڑ کر لاغر آواز میں کہا۔

www.ksars.org

داسی حاضر ہے مہاراج

کنوتھ............پنڈت ہری رام نے ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا۔ تمہیں معلوم ہے بسنتی کے ساتھ کیاہوا؟

مجھے سب کچھ معلوم ہے............کنوتھ نے نہایت ہی کمزور آواز سے کہا............لیکن مہاراج اگر اس کی ہتیاہی کرنی تھی مجھ سے کہہ دیاہوتا۔

نہیں یہ بات نہیں ہے............پنڈت ہری رام نے حوصلہ سے کہا۔ میرا ہرگز ہرگز اسے مارنے کا خیال نہیں تھا۔ بس اسے اتفاق ہی کہاجاسکتا ہے۔

جو کچھ بھی ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔ کنوتھ نے غمزدہ آواز سے کہا۔ میرا سیوک ہو کر تمہیں ایسا نہیں کرناچاہئے تھا۔

www.ksars.org

خون کی بھینٹ

پنڈت ہری رام اس کی بات سن کر اور بھی غمزدہ ہو گیا۔ اس کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ ممکن ہے وہ اس معاملہ میں بے بس ہو............پھر بھی وہ ملتجی لہجہ سے بولا۔

کنوتھ قتل کے اس راز کو چھپانا ہے۔

یہ بھی ہو جائے گا............کنوتھ نے سپاٹ لہجہ میں جواب دیا............لیکن تم نے انیائے کر کے میری شکتی کو کمزور کر دیا ہے۔

کنوتھ کے جواب سے اسے ایک گونا خوشی ہوئی لیکن یہ جان کر افسوس ہوا کہ اس فعل سے کنوتھ کی شکتی کمزور پڑ گئی ہے۔ اس نے کنوتھ کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

نہیں............نہیں............تمہیں کمزور نہیں ہونا چاہئے............مجھے بتائو۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔

تم مجھے خون دے دو............یہی میری شکتی کا راز ہے یہی میرا بھوجن ہے۔ کنوتھ نے بڑی ہی لاپروائی سے کہا۔

خون............پنڈت ہری رام چونک اٹھا۔

ہاں............خون............کنوتھ نے زہر خند سے کہا............اور وہ بھی انسانی خون............یہ تم کیا کہہ رہی ہو............پنڈت ہری رام نے تعجب سے کہا۔

www.ksars.org

جب ہی تو میں نے تم سے کہا تھا...........کنوتھ نے اس ہی طرح زہر آلود لہجہ میں جواب دیا...........اگر کسی کی ہتیا کرنا تھی تو مجھ سے کہہ دیا ہوتا...........کیونکہ میری شکتی انسانی خون ہی تو ہے۔

لیکن...........لیکن...........میں انسانی خون کہاں سے لائوں...........پنڈت ہری رام نے بے چارگی سے کہا۔

اس کے لئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...........کنوتھ نے اطمینان سے جواب دیا...........تمہاری پتنی موجود ہے۔ کنوتھ...........پنڈت ہری رام خوف و دہشت سے چلایا۔

ناراض نہ ہو مہاراج...........کنوتھ نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا...........میرے سیوک کو میری شکتی کے بلیدان دینا ہی پڑتا ہے...........اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میری شکتی ختم ہو جائے گی...........اور پھر...........پھر...........میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گی۔

میں...........میں...........تمہارے لئے انتظام کروں گا...........پنڈت ہری رام نے سوچ کر کہا۔

یہ انتظام تو تمہیں بسنتی کی جیون ہتیا کرنے سے قبل کر لینا چاہئے تھا...........کنوتھ نے کہا۔ میرا سیوک انیائے والے کام کرنے سے پہلے میری بھینٹ کا انتظام کرلیتا ہے۔

مجھے...........مجھے...........معلوم نہیں تھا...........پنڈت ہری رام نے خوشامدانہ لہجہ سے کہا۔

یہ تمہارا قصور ہے مہاراج...........کنوتھ نے سخت لہجہ میں کہا...........ایسے کام کرنے کے بعد جب میرا سیوک مجھے بلاتا ہے تو میری بھینٹ تیار رکھتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کام کرنے سے میری شکتی ختم ہونے لگتی ہے اور آگے کام کرنے کی خاطر مجھے انسانی خون کی ضرورت پڑتی ہے...........اور اب۔

www.ksars.org

ٹھیک ہے.........ٹھیک ہے.........پنڈت ہری رام نے ایک بار پھر اسے دلاسا دیا.........میں تمہارے لئے انتظام کر دوں گا۔ میں انتظار نہیں کر سکتی مہاراج.........کنو تھ نے اپنے پپڑی جمے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا.........جب تم نے مجھے بلایا ہے تو بھینٹ دینا ہی ہو گی.........ابھی.........اور اسی وقت.........اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا دایاں پاؤں اس طرح اٹھایا جیسے وہ لو کی حدود سے نکلنا چاہتی ہو۔

ٹھہرو.........پنڈت ہری رام نے ہاتھ کے اشارہ سے روکتے ہوئے کہا۔

مہاراج جب میں سیوک کا حکم نہیں ٹال سکتی تو سیوک بھی مجھے نہیں روک سکتا.........کنو تھ نے نہایت ہی سنجیدگی سے کہا.........مجھے خون چاہئے.........تمہاری پتنی کا خون۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھا ہوا پاؤں مٹی کے چراغ کے کنارے پر رکھ دیا۔

پنڈت ہری رام کو پہلی بار زبردست خطرہ کا احساس ہوا.........اس نے منہ آگے بڑھا کر زور سے پھونک ماری.........تو لو صرف کپکپا کر رہ گئی۔

تم مجھے ہیں روک سکتے ہو مہاراج۔ کنو تھ نے نہایت غرور سے کہا اور چراغ کے کنارے سے کود کر طاق میں آ گئی۔

☆×××××××××××☆

ایک بالشت لمبی کنو تھ کو پکڑنے کی خاطر پنڈت ہری رام نے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن وہ نہایت پھرتی سے کود کر فرش پر آ گئی۔ پھر پنڈت ہری رام اور اس کے درمیان چوہے بلی کا کھیل شروع ہو گیا۔ پنڈت ہری رام دیوانوں کی طرح کنو تھ کو پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

www.ksars.org

لیکن وہ............کسی بھی طرح قابو میں نہیں آرہی تھی............اس بھاگ دوڑ میں وہ جلد ہی ہانپنے لگا۔اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا۔

وہ............ایک دیوار کے سہارے کھڑے ہو کر ستانے لگا۔

تم آرام کرو مہاراج............کنوتھ نے اس کا مذاق اڑایا۔میں چلتی ہوں۔

پھر وہ............پھدکتی ہوئی اس کمرہ میں آئی جس میں کوشیلا مسہری پر لیٹی ہوئی سو رہی تھی............پنڈت ہری رام بھی ہمت کر کے اس کے پیچھے آیا۔کنوتھ پائے کے ذریعہ مسہری پر چڑھی۔

پنڈت ہری رام پوری قوت سے چلایا............کوشیلا خود کو بچاؤ۔

لیکن کوشیلا تو بالکل ہی بے خبر سو رہی تھی۔

کنوتھ اس کے سرہانے پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔اس کی نگاہیں کوشیلا کی سرخ و سفید گردن پر جمی ہوئی تھیں پھر وہ آگے بڑھی اور کوشیلا کے حلقوم سے اس طرح لپٹ گئی جیسے جونک۔

کوشیلا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔اس کے گلے سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں۔اس نے دو تین بار کنوتھ کو اپنی حلق سے دور کرنے کی کوشش میں ہاتھ چلائے۔لیکن وہ چھپکلی کی طرح اس کے حلق سے چمٹی ہوئی تھی۔

پنڈت ہری رام دم سادھے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔یہ اتنا دہشت ناک منظر تھا کہ وہ اپنی جگہ پر دم بخود ہو کر رہ گیا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کنوتھ اپنے منڈل سے باہر آسکتی ہے۔کوشیلا نے دو تین بار اپنی ایڑیوں کو بستر پر زور سے رگڑا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ ختم ہو گئی۔

www.ksars.org

اس کے ختم ہوتے ہی کنوتھ نے بھی گلہ چھوڑ دیا۔ اور بڑے آرام سے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔

تمہاری پتنی کا خون تو بڑا ہی مزیدار تھا............ میرے سیوک کو اتنا بلیدان تو دینا ہی پڑتا ہے۔

پھر وہ مسہری سے کود کر فرش پر آئی اور ٹھمک ٹھمک کر چلتی ہوئی اس ہی کمرہ میں آئی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر اپنی گردن کو جھکایا اور بولی۔

نمسکار مہاراج۔

اس کے بعد چراغ کی لو کپکپائی اور بجھ گئی۔

پنڈت ہری رام کے لئے یہ سب ایک خوفناک منظر تھا۔

☆×××××××××××☆

چراغ بجھتے ہی پنڈت ہری رام کے اوسان بحال ہو گئے۔ وہ ڈرتے ڈرتے کوشیلا کے قریب آیا۔ کوشیلا مر چکی تھی۔ تڑپنے سے بستر پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں لیکن بستر پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا البتہ گردن پر شہہ رگ کی جگہ دو باریک نشان تھے جیسے چیونٹی نے کاٹ لیا ہو۔

پھر اس نے کوشیلا کے کریا کرم کے بارے میں سوچا۔ محلے والوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ہندو ہے۔ اس نے کوشیلا کی اس ناگہانی موت کو ہارٹ فیلئر بتایا۔

پڑوسیوں اور دوستوں کو اس نے یہی بتایا کہ رات کو سوتے میں کوشیلا کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ تمام دوستوں کو یہ جان کر سخت افسوس ہوا۔

www.ksars.org

کفن دفن سے فارغ ہونے کے بعد...........پنڈت ہری رام کو احساس ہوا کہ کنوتھ کو معمول بنا کر سخت غلطی کی ہے۔

رام لال نے اسے کنوتھ کی خون آشامیوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

وہ جتنی فائدہ مند تھی اتنی ہی خطرناک بھی۔

پنڈت ہری رام نے سوچا کہ کنوتھ کو آزاد کر دینا ہی بہتر ہے۔ نہیں تو آئندہ چل کر وہ اور زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے...........کنوتھ کو آزاد کرنے کے خیال سے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چراغوں والے کمرہ میں پہنچ گیا...........اس کی نظروں کے سامنے طاق میں دونوں چراغ رکھے ہوئے تھے لیکن اس کا دماغ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

بسنتی کی موت کو صرف دو دن ہوئے تھے۔ اور پنڈت ہری رام نے کنوتھ سے قتل کے اس راز کو چھپانے کو کہا تھا...........اور کنوتھ نے اقرار کر لیا تھا۔

لیکن...........اس کے کامدار نے بتایا تھا کہ چند بچوں نے آم کے درخت سے جھولا جھولتے ہوئے بسنتی کو دیکھا تھا۔ اور پھر جب وہ رات کو اوطاق میں آئی تھی تو یقیناً اس کے پائوں کے نشان بھی ہونگے...........وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اندرون سندھ کے لوگ پائوں کے نشانات دیکھ کر چوروں کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اگر بسنتی کے باپ نے کھوجیوں کی مدد حاصل کر لی تو وہ اس کے نشانات دیکھتے ہوئے ضرور طاق تک پہنچ جائینگے۔

پنڈت ہری رام اس معاملہ پر جتنا بھی غور کرتا۔ خود کو الجھا ہوا پاتا...........جرم کا خوف اس کا خون خشک کئے دے رہا تھا...........اسے اپنے گلہ میں پھانسی کا پھندہ نظر آ رہا تھا...........اور اس جرم سے اس پھانسی کے پھندے سے صرف ایک ہی ہستی بچا سکتی تھی۔ وہ کنوتھ تھی۔

اس نے کنوتھ کو رہا کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا...........وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کنوتھ اسے کس طرح سے بچاتی ہے۔ ایسے برے وقت میں صرف کنوتھ ہی اس کی امیدوں کا سہارا تھی۔

www.ksars.org

وہ واپس پلٹا اور کمرہ سے باہر نکل آیا۔

☆××××××××××××☆

دوسرے دن ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد وہ تانگہ میں سوار ہو کر اپنے باغ کی طرف چل دیا۔

جس وقت............وہ باغ میں داخل ہوا تو دور سے اس نے آدمیوں کے مجمع کو دیکھا جو کہ نہر کے کنارے پشتے پر جمع تھے............پنڈت ہری رام کا ماتھا ٹھنکا............خوف کی سرد لہر اس کی کمر میں دوڑ گئی۔ پھر اوطاق کے سامنے اس نے جونہی تانگہ روکا۔ کامدار ہاتھ جوڑ کر سامنے آ گیا۔ تانگہ پر بیٹھے بیٹھے پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

یہ نہر کے سامنے آدمی کیوں جمع ہیں۔

سائیں............کامدار نے نہایت ہی افسردگی سے کہا۔

بسنتی کی لاش نہر سے مل گئی ہے۔

بسنتی کی لاش............پنڈت ہری رام نے حیرت سے کہا۔

ہاں سائیں............کامدار نے قدرے خوف سے کہا۔

وہ پرسوں رات کو غائب ہو گئی تھی نا............

کامدار کی بات سن کر پنڈت ہری رام کی جان میں جان آئی اور اسے کہا۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں۔

ابھی وہاں جانا ٹھیک نہیں ہے سائیں............کامدار نے سمجھایا............اس کے رشتہ دار ادھر ہی ہیں اور پولیس ان سے پوچھ گچھ کر رہی ہے۔

www.ksars.org

ہونہہ..........پنڈت ہری رام نے قدرے لاپروائی سے کہا اور اوطاق میں جانے کی بجائے درختوں کی طرف چل دیا۔ لامحالہ کامدار کو بھی پیچھے ہی آنا پڑا۔

پنڈت ہری رام بظاہر تو درختوں کو دیکھتا جارہا تھا جن میں کچے پھل لٹک رہے تھے لیکن..........اس کا دماغ کنوتھ کی طرف تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کنوتھ نے اپنا کہا سچ کر دکھایا۔ اس نے بسنتی کے پاؤں کے نشانات کو نہر کی جانب موڑ کر اسے بچالیا تھا..........کنوتھ عظیم طاقتوں کی مالک..........اس وقت اس کی سب سے بڑی محسنہ تھی۔

کچھ دیر باغ میں گھومنے کے بعد وہ اپنی اوطاق میں گیا۔

☆××××××××××☆

اس واقعہ کو ڈیڑھ دو ماہ گزر گئے۔ پنڈت ہری رام کے دل سے کوشیلا کی یاد بالکل ہی ختم ہو گئی۔ لیکن اب اسے لذت نفس حاصل کرنے کی خاطر ایک ساتھی کی ضرورت تھی..........اس نے کوشیلا سے پریم کیا تھا اور اس کے پتی دیوتا کے سورگباش ہونے کے بعد اسے لے کر پاکستان آگیا تھا۔ کوشیلا کے ساتھ اس نے زندگی کے نہایت ہی پر کیف دن گزارے تھے۔

یہ کوشیلا ہی تھی جس کی قربت نے اسے عورت کی اہمیت کا احساس دلایا تھا۔ کوشیلا کنوتھ کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔ لیکن پنڈت ہری رام کے جسم میں بجلیاں بھر گئیں تھیں۔

وہ مسہری پر لیٹا..........کوشیلا کے فراق میں کروٹیں بدل رہا تھا۔

اچانک اسے کنوتھ کا خیال آیا..........وہ کنوتھ سے خوفزدہ تھا لیکن جذبات کی ہیجان خیزی نے اسے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ کنوتھ کا خیال آتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور چراغوں والے کمرہ میں پہنچ گیا۔

www.ksars.org

اس نے کنوتھ کی کٹی ہوئی انگلی کو روشن کیا اور اس کے ظاہر ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب لو پوری طرح بلند ہو گئی تو کنتھ حسب دستور ہاتھ جوڑے نمودار ہوئی۔

مجھے اس وقت ایک عورت کی ضرورت ہے............پنڈت ہری رام نے بے قراری سے کہا۔

یہ سن کر کنوتھ کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے نہایت ہی معصومیت سے پوچھا۔

کونسی عورت چاہئے مہاراج............ایسی عورت جو میرے شریر کو سکھ پہنچا سکے............جو میرے من............

میں یہ کام نہیں کر سکتی مہاراج............کنوتھ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ وہ اس کا مقصد سمجھ چکی تھی۔ کنوتھ کا انکار سن کر پنڈت ہری رام ایک دم غصہ سے بولا............کیوں نہیں کر سکتی؟

کسی کی عزت لوٹنا پاپ ہے۔ کنوتھ نے پیشانی پر بل ڈال کر ناگوار لہجہ میں کہا............اور میں پاپ نہیں کر سکتی۔

لیکن تو نے بسنتی کو تو میرے پاس بھیج دیا تھا............پنڈت ہری رام نے اسے یاد دلایا۔

تمہارے من میں کیا ہے مجھے نہیں معلوم............کنوتھ نے معصومیت سے جواب دیا............تم نے بسنتی کو اوطاق میں پہنچانے کو کہا تھا۔ سو میں نے کر دیا............آگے............کیا ہوا تم جانو۔

اس کا مطلب ہے تم خلاف مزاج کام نہیں کر سکتی ہو............پنڈت ہری رام نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

www.ksars.org

میرا جنم پوتر تھامہاراج۔اسی وجہ سے میری آتما بھی پوتر ہے............اس نے بتایا............لیکن بعض دفعہ میرے سیوک سے بھول ہو جاتی ہے اور وہ اپنے من کی شانتی کی خاطر غلط کام کرتا ہے جس کے کارن میری شکتی کمزور ہو جاتی ہے............اور............اور............پھر میرے سیوک کو میری شکتی قائم کرنے کی خاطر جیون کا بلیدان دینا پڑتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ تمہارا سیوک تم سے صرف خاص کام ہی لے سکتا ہے............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

اپنے سیوک کی آگیا کا پالن کرنا میرا کام ہے مہاراج............کنوتھ نے سعادت مندی سے سر جھکا کر جواب دیا............لیکن میرے سیوک کو مجھ سے کونسا کام لینا چاہئے یہ اسے سوچنا ہے۔ ویسے کسی کی جیون ہتیا کرنا میرے لئے سب سے بڑا دکھ ہے۔

اچھا............اچھا............پنڈت ہری رام نے تسلی آمیز لہجہ سے کہا............جیون ہتیا کو میں بھی پسند نہیں کرتا بس وہ بسنتی کے معاملہ میں کچھ زیادتی ہو گئی۔ اور اس وقت بھی میں نے تمہیں کسی کی ہتیا کے کارن نہیں بلایا ہے۔ پھر وہ سوچ کر بولا............رنگیلی کو جانتی ہو۔

کون ہے وہ بتائو............کنوتھ نے مختصراً پوچھا۔ وہ بازار حسن کے قریب رہتی ہے۔ ساوتری کی شاگرد ہے............پنڈت ہری رام نے بتایا۔ آج رات بارہ بجے اسے میرے اس کمرہ میں ہونا چاہئے۔

جو آگیا مہاراج............کنوتھ نے سر جھکا کر اسے نمسکار کیا............اور پھر لوپر سے غائب ہو گئی۔

پنڈت ہری رام نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا۔

اب اسے رات کے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔

www.ksars.org

☆××××××××××☆

لمحے سیکنڈوں میں، سیکنڈ منٹوں میں اور منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ آسمان کی نیلی چادر پر ستارے کسی دوشیزہ کی مانگ میں بھری ہوئی افشاں کی مانند چمکنے لگے۔ رات کی سیاہی نے پھیل کر انہیں ماند کرنا چاہا............لیکن وہ اپنی سعی میں ناکام رہی۔

پنڈت ہری رام اپنے شب خوابی والے کمرہ میں خراماں خراماں ٹہل رہا تھا۔ اور کبھی کبھی دیوار میں لٹکی ہوئی گھڑی کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا............گھڑی کا پنڈولم اس کے دل کی طرح ٹک ٹک حرکت کر رہا تھا۔ اور سوئیاں کھلنڈرے بچے کی طرح آگے پیچھے چل رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد گھڑی نے بارہ بجنے کا اعلان کیا اور............اس کے ساتھ ہی............رنگیلی کمرہ کے فرش پر اس طرح بیٹھی تھی جیسے زمین سے خود بخود اگ آئی ہو۔

پنڈت ہری رام کے چہرہ پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی............کنوتھ ایک بار پھر اس کی توقعات پوری کر رہی تھی۔

رنگیلی نے فرش سے اٹھ کر اپنی آنکھوں کو اس طرح مسلا جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہو پھر اس کی نظر جونہی پنڈت ہری رام پر پڑی۔ گھبرا کر بولی۔

تم............تم............کون ہو............میں کہاں ہوں؟

میں انسان ہوں............پنڈت ہری رام نے فخر سے بتایا............اور تم میرے گھر میں ہو۔

رنگیلی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے دروازہ کی طرف دیکھا اور تیزی سے دوڑی لیکن دروازہ مضبوطی سے بند تھا۔

www.ksars.org

بھاگنا فضول ہے............پنڈت ہری رام نے اس کی بے بسی پر زور سے ہنس کر کہا۔

مجھے جانے دو............رنگیلی نے دروازہ سے پیٹھ لگاتے ہوئے التجا کی۔

چلی جانا اتنی بھی کیا جلدی ہے............پنڈت ہری رام نے اسی ہی طرح زور سے ہنس کر کہا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ گھگھیا کر بولی۔ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔

خوب............پنڈت ہری رام نے قہقہہ لگا کر کہا۔ بازار حسن میں رہنے والی پارسا بن رہی ہے اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

خدا کے لئے رحم کرو............رنگیلی نے رندھی ہوئی آواز سے التجا کی۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔

یہ تو اور بھی اچھی بات ہے............پنڈت ہری رام نے جواب دیا............میں تجھے منہ مانگی قیمت دونگا۔ اس کے بعد وہ اسے کھینچتا ہوا مسہری تک لایا اور دھکا دے کر بستر پر گرا دیا۔ رنگیلی کسمسائی اور مسہری کے نیچے لڑھک گئی۔ پنڈت ہری رام نے چیتے جیسی پھرتی کے ساتھ اس کا بازو پکڑ کر اوپر اٹھایا............اور............اور............اسی لمحہ میں کمرہ میں اس طرح بجلی چمکی جس طرح کیمرہ کی فلش گن چمکتی ہے۔

پنڈت ہری رام کی پلکیں جھپک گئیں............اور جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ساوتری سفید بے داغ لباس پہنے کمرہ کے وسط میں کھڑی ہے۔

ساوتری کی اس غیر متوقع آمد سے وہ بوکھلا گیا اور اس کے منہ سے بمشکل تمام نکلا............تم............تم............یہاں۔

تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا............ساوتری نے افسردگی سے کہا۔

www.ksars.org

تم............تم............زندہ ہو............پنڈت ہری رام نے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تم زندگی اور موت کے چکر میں نہ پڑو............ساوتری نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا............یہ سوچو کہ تم کونسا شیطانی کھیل کھیل رہے ہو۔

پنڈت ہری رام کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا............کہ ساوتری ماورائی طاقتوں کی مالک ہے لیکن اب اس کے پاس بھی ایک غیر مرئی طاقت تھی............انا کا وہ جذبہ جبکہ وہ شیو بھگوان کا پجاری تھا عود کر آیا۔ اور اس نے بڑی تمکنت سے کہا۔

تم میرے معاملے میں دخل دینے والی کون ہو؟

پنڈت جی............ساوتری نے نرم لہجہ میں کہا۔

میں نے تمہیں رام لال کے پاس ہیرا لینے بھیجا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم جوگیان دھیان کے نشیب و فراز سے گزر چکے ہو۔ کنوتھ کے شیطانی چکر میں پھنس جاؤ گے۔

اپنے کام سے کام رکھ چھوکری............پنڈت ہری رام نے فخر و غرور سے کہا............تو جانتی ہے کہ میں شیو بھگوان کا مہان پجاری رہ چکا ہوں اور کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی میرے پاس بہت کچھ ہے۔

افسوس تو اس ہی بات کا ہے............ساوتری نے اسی انداز سے کہا۔ کہ تم سب کچھ کھو کر بھی نہ سنبھلے۔ شیطان نے تم............

ساوتری............پنڈت ہری رام دھاڑا............مجھے نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں............اور نہ ہی............

www.ksars.org

اب تو تمہیں خصوصاً نصیحت کرنے کی ضرورت ہے............ساوتری نے اس کی بات کاٹی............کیونکہ تم پوری طرح شیطان کے قبضہ میں آ چکے ہو۔

خاموش............پنڈت ہری رام نے انتہائی غصہ سے کہا............ تمیز سے بات کر............اب کنوتھ میرے قبضہ میں ہے اور میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

اسی کنوتھ پر تمہیں فخر ہے............ساوتری نے انگلی سے ایک کونہ کی جانب اشارہ کیا، کونہ میں ایک تیرہ سال کی معصوم صورت لڑکی کھڑی تھی۔

یہ کنوتھ تھی۔

کنوتھ پر نظر پڑتے ہی پنڈت ہری رام نے اسے حکم دیا۔

کنوتھ اس دیوانی کو میرے کمرہ سے نکال دو۔پنڈت ہری رام کا حکم سنتے ہی کنوتھ نے اپنی جگہ سے جنبش کرنا چاہی لیکن ساوتری نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

خبر دار............اگر اپنی جگہ سے ہلی تو جلا کر خاک کر دوں گی۔یہ سننے کے ساتھ ہی کنوتھ جہاں تھی وہیں سہم کر رہ گئی۔

کنوتھ............تونے میری بات نہیں سنی............پنڈت ہری رام غصہ سے چلایا۔

اب یہ تمہاری بات نہیں سنے گی............ساوتری نے قدرے تیز لہجہ میں کہا............اس معصوم روح کو برسوں سے تم جیسے شیطانوں نے اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا............اب یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائے گی۔

تو کون ہوتی ہے اسے آزاد کرنے والی............پنڈت ہری رام نے اکڑ کر کہا۔

www.ksars.org

میں اللہ کی دیوانی اور اپنے نبی ﷺ کی ادنیٰ کنیز ہوں............ساوتری نے عاجزی سے جواب دیا۔
پھر وہ تمکنت سے بولی............اب میں اللہ ہی کے حکم سے تمہارا یہ شیطانی کھیل ختم کرتی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ کنوتھ کی طرف مڑی۔ پنڈت ہری رام نے اس کے ارادہ کو بھانپ کر ایک دم ساوتری پر چھلانگ لگا دی اس نے پیچھے سے ساوتری کو اس طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا کہ وہ بے بس ہو کر رہ گئی پھر وہ کنوتھ سے مخاطب ہوا۔

بھاگ جاؤ کنوتھ............بھاگ جاؤ۔

www.ksars.org

انجام

لیکن کنوتھ اس طرح گم سم کھڑی تھی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ دوسرے لمحہ ساوتری نے اپنے جسم کو اس طرح جھٹکا دیا کہ پنڈت ہری رام کے دونوں ہاتھ کھل گئے اور وہ ڈگمگاتا ہوا دیوار سے جالگا۔ ساوتری نے انگلی سے دائیں اور بائیں جانب اس طرح اشارہ کیا جیسے لکیر کھینچ دی ہو۔

پنڈت ہری رام نے سنبھل کر دوبارہ اس کی طرف بڑھنا چاہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی نادیدہ طاقت اسے روکے ہوئے ہے...........ساوتری نے پنڈت کی طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد پھر کنوتھ کی طرف رخ کیا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

میں جانتی ہوں کہ تو معصوم ہے۔ تیرے ہمزاد کو قبضہ میں کر کے لوگوں نے گناہ آلود کام کیے ہیں۔ اللہ کو تیری اس بے بسی پر رحم آ گیا۔ وہ غفور الرحیم ہے۔ جا طاق میں سے اپنی انگلی اٹھالے اور چلی جا۔ ساوتری کا حکم سنتے ہی کنوتھ نے اپنی جگہ سے جنبش کی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر تشکر سے کہا۔

تمہارا یہ کرم، یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گی...........پھر وہ قدرے نفرت سے بولی۔

میں بنتی کرتی ہوں...........مجھ پر ایک احسان اور کرو...........اس پاپی نے مجھ سے غلط کام لے کر میری آتما کو جو دکھ پہنچایا ہے اس کا بدلہ لینے دو۔

کنوتھ...........ساوتری نے تنبیہہ کے لہجہ میں کہا۔

سزا اور جزا کا حق صرف اللہ کو ہے...........تو اپنے مقام پر جا۔ اب اس دنیا سے تیرا کوئی واسطہ نہیں۔

www.ksars.org

یہ سن کر کنوتھ کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی...........وہ تیزی سے چراغوں والے کمرہ میں گئی۔ اس نے چراغ میں سے اپنی انگلی اٹھائی اور اس جگہ پر رکھ دی۔ جہاں سے کاٹی تھی...........پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں تحلیل ہو گئی۔

کنوتھ کے جانے کے بعد...........ساوتری پنڈت ہری رام سے مخاطب ہوئی۔

پنڈت...........تم نے لذت نفس کی خاطر نہ صرف اپنی ماورائی طاقتیں کھو دیں بلکہ تم انسان سے شیطان بن گئے۔ تم زبردست گناہوں کے مرتکب ہو چکے ہو۔ یہ رب العالمین کا کرم ہے کہ تمہارے لئے ابھی بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اگر تمہارے دل میں ذرا سا بھی خوف ہے تو توبہ کر لو۔ اور خدائے برتر کے حضور میں سجدہ ریز ہو جائو۔

ساوتری کے آخری الفاظ پر پنڈت ہری رام اس طرح چونکا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔

اس نے کمرہ میں چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن اب وہاں نہ ساوتری تھی اور نہ ہی رنگیلی۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔

پھر اسے ایک دم کنوتھ کا خیال آیا۔ وہ دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں گیا...........زیتون کے تیل والا چراغ روشن تھا لیکن دوسرا چراغ جس میں کنوتھ کی انگلی رکھی رہتی تھی بالکل خالی تھا...........جس کا مطلب تھا کہ کنوتھ جا چکی ہے۔

☆××××××××××☆

اس واقعہ کے بعد پنڈت ہری رام پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

www.ksars.org

بسنتی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ جو کسی نہ معلوم وجہ سے روکی ہوئی تھی۔ پولیس کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ رپورٹ میں سرکاری ڈاکٹر نے لکھا تھا کہ بسنتی ڈوبنے سے قبل مر چکی تھی۔ اور اس کی موت آبروریزی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔

بسنتی کا باپ کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ وہ بھی وڈیرہ تھا۔ گو کہ اس کی بیٹی کو مرے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا اور اس کی موت سے خاندان میں رسوائی ہوئی تھی۔ لوگوں نے بسنتی پر طرح طرح کے الزامات لگائے تھے۔

اب جو پوسٹمارٹم رپورٹ سامنے آئی تو وہ بھی اپنی مردہ بیٹی کے کفن سے بدنامی کے اس داغ کو دھونے پر تل گیا۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون درندہ صفت لوگ تھے جنہوں نے اس کی بیٹی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس نے اس سلسلہ میں بے دریغ پیسہ بہانا شروع کر دیا۔ پولیس نے پھر سے سرگرمی دکھانی شروع کر دی اور وہ تمام حقائق جو کہ پہلے پولیس کی نظروں سے پوشیدہ تھے کھل کر سامنے آ گئے۔ وہ بوری بھی برآمد ہو گئی جس میں بسنتی کی لاش کو لپیٹا گیا تھا.......... اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ بوری وڈیرہ ہری رام کے گودام کی ہے۔

پنڈت ہری رام کو شک کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن پولیس یہ ثابت نہیں کر سکی کہ اسے بسنتی یا اس کے خاندان سے ایسی کوئی دشمنی تھی۔ جس کی بنا پر اس نے قتل جیسا انتہائی اقدام کیا۔

پنڈت ہری رام کا چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ پنڈت ہری رام نے سکھر شہر کے مشہور وکیل کو اپنی طرف سے مقدمہ لڑنے کے لئے مقرر کیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ دوسری ہی پیشی پر ضمانت پر رہا ہو گیا۔

رہا ہونے کے بعد اسے قدرے اطمینان ہوا۔ اس نے وکیل کے ساتھ مل کر قتل کے تمام جزیات پر غور کیا۔ وکیل نے اسے یقین دلایا کہ وہ یہ مقدمہ جیت جائے گا۔ اس نے پنڈت ہری رام سے کہا۔

www.ksars.org

وہ یہ موقف اختیار کر لے کہ بسنتی کا باپ اس سے خواہ مخواہ بغض رکھتا ہے اور اسے اپنی بیٹی کے قتل میں ملوث کر کے زمین پر قبضہ کر لینا چاہتا ہے۔

☆××××××××××☆

مقدمے کی پیشیاں پڑنی شروع ہو گئیں۔

مقدمہ چلتا رہا.........اور پنڈت ہری رام پیسے کے بل پر گواہوں کو توڑتا رہا۔ لیکن اس مقدمہ نے اس کی مالی حالت بالکل ہی کمزور کر دی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب اسے زمین بھی فروخت کر دینا پڑی۔

مقدمہ کی طوالت سے وہ اکتا گیا.........اور جب انسان ہر طرف سے مایوسیوں میں گھر جاتا ہے تو اسے کسی مونس و غمخوار کی ضرورت پیش آتی ہے۔

پنڈت ہری رام کا اس دنیا میں اگر تھوڑا بہت سہارا تھا تو وہ پیر حاضر شاہ تھے۔

تصوف سے وہ پہلے ہی بیگانہ ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی پیر حاضر شاہ کو اپنا دوست، اپنا محسن سمجھتا تھا۔ آخر ایک دن وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت پیر حاضر شاہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے لوٹے ہی تھے کہ پنڈت ہری رام وارد ہو گیا۔ پیر حاضر شاہ نے اس کی غیر متوقع آمد پر ناک بھنویں چڑھانے کی بجائے خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے پوچھا۔

آئو پنڈت جی.........آج تم ادھر کیسے آ نکلے؟ خیر تو ہے؟

میں تباہ ہو گیا.........برباد ہو گیا.........پنڈت ہری رام ایک دم پھٹ پڑا۔

بیٹھو.........بیٹھو.........پیر حاضر شاہ نے بڑے ہی پیار سے اسے اپنے قریب چٹائی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ اللہ خیر کرے گا.........ہوا کیا۔

www.ksars.org

یہ سب کچھ تمہاری چیلے کے کارن ہوا ہے...........پنڈت ہری رام نے غصہ اور نفرت سے کہا۔

میرا چیلا...........پیر حاضر شاہ نے دماغ پر زور دے کر پوچھا۔

کون چیلا؟

ارے وہی تمہاری چہیتی ساوتری...........پنڈت ہری رام نے منہ چڑھا کر کہا۔

کیا...........کیا ہے اس نے؟...........پیر حاضر شاہ نے بھولے لہجہ سے پوچھا۔

یہ پوچھو کیا نہیں کیا اس نے...........پنڈت ہری رام اس ہی انداز سے ہاتھ فضا میں لہرا کر بولا۔

تمہیں یاد ہو گا اس نے میرے گمشدہ ہیرے کے بارے میں رام لال نائی کا پتہ بتایا تھا۔

اچھا...........پیر حاضر شاہ نے کہا۔

تمہیں نہیں معلوم کیا؟...........پنڈت ہری رام نے اچھنبے سے کہا۔

بھئی تم نے ہم سے جب گمشدہ ہیرے کے بارے میں ذکر کیا تھا تو ہم نے تمہیں ساوتری سے ملا دیا تھا۔

پیر حاضر شاہ نے جواب دیا۔ اور ساوتری نے تمہیں دوسرے دن بلوایا تھا پھر بھلا مجھے کسی بات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

ہاں...........ہاں...........یاد آ گیا...........پنڈت ہری رام نے سکون سے کہا...........دوسرے دن تو میں اکیلا ہی اس کے پاس گیا تھا اور اس نے مجھے رام لال نائی کا پتہ بتا دیا تھا۔

اچھا...........پھر کیا ہوا...........پیر حاضر شاہ نے پوچھا۔

www.ksars.org

رام لال نائی نے ہیرے کی بجائے "کنوتھ" دے دی۔

یہ ایک پوتر آتما تھی............مہان شکتی والی............پنڈت ہری رام نے تعریف کی............پلک جھپکتے میں کام کر دیتی تھی۔

پھر تو تم نے بڑے ہی مزے کئے ہونگے............پیر حاضر شاہ نے معنی خیز لہجہ میں پوچھا۔

ہاں............بات تو کچھ ایسی ہے............پنڈت ہری رام نے تائید کی۔ پھر وہ قدرے شکوہ کے انداز سے بولا............ایک رات جبکہ میں اپنے شریر کی آگ بجھانا چاہتا تھا............ساوتری اچانک ہی آن ٹپکی اور............اور............اس نے نہ صرف میرے معاملے میں دخل دیا............بلکہ کنوتھ کو بھی آزاد کر دیا۔

چلو............اچھا ہوا۔ تمہاری جان چھوٹی............پیر حاضر شاہ نے سپاٹ لہجہ میں جواب دیا۔

ایں............پنڈت ہری رام نے تعجب سے کہا۔

ارے میاں! اگر تم کنوتھ کے چکر میں پڑے رہتے تو اور نجانے کیا کیا کر بیٹھتے............پیر حاضر شاہ نے اطمینان سے جواب دیا............ساوتری نے اچھا ہی کیا............جو تمہاری اس سے جان چھڑا دی۔

تم اسے اچھائی سمجھتے ہو؟ پنڈت ہری رام نے تیور بگاڑ کر کہا............جبکہ کنوتھ کے جاتے ہی مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے............برسوں کے راز ظاہر ہو گئے............مجھ پر قتل کا مقدمہ قائم ہو گیا۔ اور اس مقدمہ ہی کی بدولت زمین ہاتھ سے جاتی رہی............اور آج میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا ہوں۔

پھر بھی کچھ نہیں ہوا پنڈت جی............کچھ بھی نہیں ہوا۔ پیر حاضر شاہ نے زیر لب مسکرا کر کہا............یہ تو دنیاوی جھمیلے ہیں............یونہی چلتے رہیں گے اور یوں ہی ختم ہو جائیں گے۔ میرے لئے یہ سنسار نرکھ بن چکا ہے اور میں............

www.ksars.org

نہیں............نہیں............پیر حاضر شاہ نے اس کی بات کاٹی............دنیا کو برا مت کہو............دنیا کو برا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا بنانے والے کو برا کہا۔

پیر حاضر شاہ کی بات سن کر پنڈت ہری رام نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا............لیکن اب میں کیا کروں؟

مرد ہو یار............پیر حاضر شاہ نے خوشدلی سے اس کے بازو پر ہاتھ مار کر کہا............بہادروں کی طرح حالات کا مقابلہ کرو۔ قسمت میں جو لکھا ہے وہ تو پورا کرنا ہی ہے............لیکن تم ہمت نہ ہارو۔

اپنی قسمت کا لکھا اور کیا کیا کروں گا............پنڈت ہری رام نے افسردگی سے کہا............اس قسمت کی بھینٹ شیو بھگوان کی شکتی تو کر چکا ہوں............اب اور کیا کچھ رہ گیا ہے میرے پاس؟

انسان بڑا ہی عظیم ہے پنڈت جی............پیر حاضر شاہ نے سمجھایا............اس کے پاس کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہوتا ہے............تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہو چکا ہے وہ مکافات عمل کا نتیجہ تھا۔ اور اب جو کچھ بھی ہونے والا ہے وہ بھی اس کے تحت ہو گا۔

اچھا............یہ تو بتائو............پنڈت ہری رام نے سوچ کر پوچھا............کہ میں اس مقدمہ سے بری ہو جائوں گا یا نہیں؟

ہونہہ............پیر حاضر شاہ نے گہری سانس لے کر کہا۔ اب کی ہے تم نے مطلب کی بات............خیر جمعہ کے دن آنا بتا دوں گا۔

جمعہ کے دن صبح............وہ کیوں؟............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

www.ksars.org

یہ بات بھی تمہیں جمعہ کے دن ہی بتائوں گا...........پیر حاضر شاہ نے حسب دستور مسکرا کر جواب دیا۔

پنڈت ہری رام چند لمحے ان کی طرف دیکھتا رہا جیسے ان کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

اچھا دوست۔ تو پھر جمعہ کی صبح آئوں گا۔

اس کے بعد...........اس نے پیر حاضر شاہ سے مصافحہ کیا...........اور جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔

☆×××××××××××☆

جمعہ کا دن بھی زیادہ دور نہیں تھا...........تین دن کے بعد جمعہ کا دن تھا اور ان تین دنوں میں پنڈت ہری رام یہی سوچتا رہا کہ پیر حاضر شاہ نے اسے جمعہ کے دن کیوں بلوایا؟

کیا...........وہ میری بات کا جواب اسی وقت نہیں دے سکتا تھا؟ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ روحانیت کے استاد اور وحدانیت کے پرستار اس شخص نے اسے جمعہ کے دن کیوں بلوایا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ ممکن ہے ان تین دنوں کے اندر وہ کسی منتر کا جاپ کر کے اس کے بارے میں معلوم کرے گا یا پھر اپنے کسی بیر (موکل) سے پوچھے گا۔

بہر حال...........جمعہ کے دن صبح ہوتے ہی پنڈت ہری رام ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اشراق کی نماز پڑھ کر مصلے ہی پر بیٹھے تھے...........پنڈت ہری رام پر نظر پڑتے ہی مسکرا کر بولے۔

آئو........... آئو...........مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

www.ksars.org

پنڈت ہری رام مصلے پر ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا............مجھے بھی آج کے دن کا بڑی ہی بے تابی کا انتظار تھا۔ ہونا بھی چاہیئے............پیر حاضر شاہ نے زیر لب مسکرا کر کہا۔ انسان اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کے نتائج جاننے کے لئے بے چین رہتا ہے۔

تو پھر بتایئے نا............میرے مقدمے کا فیصلہ کیا ہو گا؟............پنڈت ہری رام نے بے قراری سے پوچھا۔

تم اس الزام سے بری ہو جاؤ گے............پیر حاضر شاہ نے مختصر سا جواب دیا۔

اچھا............پنڈت ہری رام نے خوشی سے کہا۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا............یہ بات تو تم مجھے تین دن پہلے بھی بتا سکتے تھے۔

تین دن پہلے............پیر حاضر شاہ چونکے۔ پھر سنبھل کر بولے............پچھلے ہفتے تک تو اس ہی بات پر غور ہو تا رہا کہ تمہیں سزائے موت دی جائے یا عمر قید دی جائے۔

کیا مطلب............پنڈت ہری رام نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

تم سمجھو گے نہیں............

نہیں بتایئے............پنڈت ہری رام نے اصرار کیا............میں آپ کی بات سمجھنے کی کوشش کروں گا۔

لو............سنو............پیر حاضر شاہ نے فضا میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کائنات کو چلانے کے لئے اللہ وتبارک و تعالیٰ نے ایک نظام قائم کر رکھا ہے جسے نظام قدرت بھی کہا جاتا ہے۔

www.ksars.org

میں نے اس نظام کو چلانے والے کی نسبت سے تمہارے لئے دعا کی تھی اور یہ درخواست کی تھی کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔

تم نے یہ درخواست کیوں کی؟............پنڈت ہری رام نے اچانک پوچھا۔

تم ہمارے دوست جو ہو............پیر حاضر شاہ نے مسکرا کر کہا............اور دوست کی خامیوں کو دوست ہی در گزر کرتا ہے۔

پنڈت ہری رام ان کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر چند لمحہ میں گہری سانس لے کر بولا۔
میرے مذہب میں ہر عمل کا ایک دیوتا ہے............شیو بھگوان............گنیش دیوتا............ہنو مان جی............رام............سیتا............درگامائی............مدھومتی............لکشمی دیوی وغیرہ............

یہ تمام دیوتا اور دیویاں فطرت انسانی کے مطابق منفرد خوبیوں کی مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ان گنت دیوتا اور دیویاں ہیں۔ جن کی صفت کے مطابق پوجا کی جاتی ہے۔

لیکن تم نے جو بات بتائی ہے اس کے مطابق تو تمام اختیارات دھرماتما کو حاصل ہیں اور وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

تمہیں شاید یاد ہو گا............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا............کہ میں نے ماضی میں ایک بار اپنی مجلس میں موجود مرزا جی کے سوال پر بتایا تھا............کہ ہمارے نبی ﷺ کا جو درجہ ہے............اسے میری زبان بیان کرنے سے قاصر ہے اور جب کسی کا درجہ کمال عروج کی حدود سے بھی آگے نکل جاتا ہے تو ہر شئے کا وہ مختار کل ہوتا ہے۔ اب جہاں تک انہوں نے اس کے چہرہ پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا............تمہارے مذہب میں بے شمار دیوتائوں اور دیویوں کا تعلق ہے تو یہ صرف عقیدہ کی بات ہے............ویسے تمہارے دیوتا اور دیویاں بھی نظام تکوین کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔

www.ksars.org

تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟............پنڈت ہری رام نے پوچھا۔

لو............میں نے خود انہیں دربار کے ستونوں سے لگے کھڑا دیکھا ہے۔ پیر حاضر شاہ نے برجستہ جواب دیا۔

تم انہیں کیسے دیکھ سکتے ہو؟............پنڈت ہری رام نے اسی انداز سے پوچھا۔

جو احکامات ملتے ہیں وہ میں ہی تو پہنچاتا ہوں............پیر حاضر شاہ نے بتایا۔

اصل روح ہے............پیر حاضر شاہ نے زیر لب مسکرا کر کہا............یہ گوشت پوست کا جسم تو صرف دکھاوا ہے۔

تو کیا تم اپنی روح کو جسم سے جدا کر لیتے ہو............پنڈت ہری رام نے تعجب سے پوچھا۔

جسم مثالی روح ہی کی تو اصل ہے............پیر حاضر شاہ نے سمجھایا............گوشت اور ہڈیوں کے اس جسم کے اوپر اصلی جسم نورانی جسم ہوتا ہے۔ جو کہ گوشت کے مجسمہ کو متحرک رکھتا ہے............حقیقتاً وہی انسان ہوتا ہے جن لوگوں کو اپنے اس اصلی جسم یا روح پر دسترس حاصل ہو جاتی ہے............وہی اللہ سے قریب ہو جاتے ہیں۔

یہ تو تم نے عجیب سی بات بتائی ہے............پنڈت ہری رام نے سوچ میں گم کہا۔

جب ہی تو میں نے تم سے کہا............پیر حاضر شاہ نے جواب دیا............کہ اگر تم روحانی طاقت حاصل کرنا چاہتے ہو، اللہ کے برگزیدہ بندہ بننا چاہتے ہو تو توبہ استغفار کرو اور قرآن سے رہنمائی حاصل کرو۔

خیر............خیر............پنڈت ہری رام بیچ میں بولا۔

تم نے پھر شک وشبہ والی بات کی............پیر حاضر شاہ نے ٹوکا۔

www.ksars.org

اچھا اب میں چلتا ہوں...........پنڈت ہری رام نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

پیر حاضر شاہ نے بیٹھنے کا اصرار نہیں کیا...........اور وہ مصافحہ کر کے چل دیا۔

☆××××××××××☆

پنڈت ہری رام کے مقدمے کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں مل سکا۔ اور عدالت نے اسے شک کی بناء پر بری کر دیا۔ لیکن وہ اس طویل مقدمہ کے دوران اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا۔ اب نہ تو اس کے پاس زمین تھی اور نہ رہنے کے لئے مکان۔ سب کچھ مقدمہ کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ اب وہ ایک مفلس شخص تھا جسے ایک وقت کی روٹی بھی مشکل سے میسر ہوتی تھی۔ ان ناگفتہ حالات سے مجبور ہو کر اس نے ایک بار پھر پیر حاضر شاہ کے دروازہ پر دستک دی...........لیکن پیر حاضر شاہ...........اپنی جگہ موجود نہیں تھے...........وہ غائب تھے اور خستہ حال جھونپڑی خالی تھی۔ پنڈت ہری رام نے پڑوسیوں سے پوچھا...........تو پتہ چلا کہ اس جھونپڑی کا مکین دو تین ماہ سے کہیں چلا گیا ہے۔

اس خبر سے پنڈت ہری رام کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اب اس دنیا میں اس کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ کوئی مونس و غمخوار نہیں تھا...........اس نے بے کسی کی موت مرنے سے بہتر سمجھا کہ ایک مسجد کو اپنا مسکن بنا لیا جائے۔

اس کی اصل شخصیت سے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرہ میں رہنے لگا۔ مسجد کی صفائی کے ساتھ ساتھ وہ دکھانے کی خاطر نماز بھی پڑھنے لگا اور مصنوعی نماز کے ساتھ ہی ساتھ اسے نماز پڑھنے کی عادت بھی ہو گئی۔ محلے کے لوگ اسے کھانے پینے کی چیزیں دینے لگے اور اس طرح اسے زندہ رہنے کا موقع مل گیا۔ نماز پڑھتے پڑھتے پنڈت ہری رام کو ایسی عادت پڑ گئی کہ اگر کبھی جماعت میں شامل نہ ہو تا تو بے چین ہو جاتا۔ جن فرض رکعتوں میں امام صاحب آیات قرآنی کی قرأت کرتے تھے وقت کے ساتھ ساتھ اسے زبانی یاد ہو گئیں تھیں۔

www.ksars.org

نماز عشاء کے بعد............اس مسجد کے امام صاحب درس قرآن وحدیث بھی دیا کرتے تھے۔ اس حلقہ درس میں پنڈت ہری رام ضرور شامل ہوا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس پر قرآن کی افادیت واضح ہوتی چلی گئی............اور عشق حقیقی کی آگ سینہ میں بھڑکنے لگی۔

اب وہ اپنے حجرہ میں بھی رات گئے نماز پڑھتا رہتا تھا۔ نماز سے سکون اور لذت ملتی تھی............وہ گھنٹوں سجدہ میں پڑا اپنے رب سے دعا کرتا رہتا تھا۔ اب اس کی ایک ہی تمنا تھی، ایک خواہش تھی کہ مدینہ منورہ پہنچ کر گنبد خضریٰ کی زیارت کرے۔

☆×××××××××××☆

ایک رات............وہ اپنے حجرہ میں نماز پڑھنے کے بعد سجدہ میں پڑا دعا مانگ رہا تھا کہ رب العزت مجھے معاف کر دے۔ میرے گناہوں کا کوئی شمار نہیں لیکن تیری رحمت کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ میں بہت برا ہوں لیکن تیرے دوست پیر حاضر شاہ کا دوست ہوں۔ تیرا دوست پیر حاضر شاہ میرا محسن ہے۔ اے پروردگار اپنے دوست کے صدقہ میں میری خطائیں معاف کر دے اور مجھے روضہ اقدس کی زیارت کرا دے۔

میں اس قابل تو نہیں ہوں لیکن تو رب العالمین ہے اور تیرے محبوب رحمت العالمین ﷺ ہیں۔ میں جو کچھ بھی ہوں تیری تخلیق ہوں۔ میں گم کردہ تھا۔ اب تیرے حضور حاضر ہوں۔ اے احسن الخالقین میرے اوپر رحم فرما۔

اچانک ہی دروازہ پر دستک ہوئی۔ پنڈت ہری رام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور مصلے سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ پر ساوتری کھڑی ہے۔

تم............تم............اس کی زبان سے بمشکل تمام نکلا۔

www.ksars.org

اب تم صحیح جگہ پر آئے ہو............ساوتری نے اس کی حیرانگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اندر آتے ہوئے بولی۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس نے تمہیں سیدھی راہ دکھادی۔

وہ تو ٹھیک ہے............پنڈت ہری رام نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا لیکن اب میری صرف ایک ہی خواہش ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے اوتار کا درشن کرلوں۔

اس لئے تو مجھے بھیجا گیا ہے............ساوتری نے قدرے مسکرا کر جواب دیا۔

کیا مطلب............پنڈت ہری رام نے حیرانگی سے پوچھا۔

اب تمہارا دل کدورت سے پاک ہو گیا ہے............ساوتری نے جواب دیا۔ تمہارے سینہ میں محبوب خدا ﷺ کی تڑپ پیدا ہو چکی ہے............اور اب تمہاری خواہش کی تکمیل کا وقت قریب ہے۔

میں سمجھا نہیں............پنڈت ہری رام نے معصومیت سے پوچھا۔

تمہیں کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں............ساوتری نے سمجھایا............بس میرے ساتھ چلو۔

پنڈت ہری رام نے تعمیل حکم میں سر جھکا دیا۔ ساوتری اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے حجرہ سے باہر آ گئی۔ وہ دونوں کچھ دور تک ساتھ چلتے رہے۔

اس کے بعد............پنڈت ہری رام کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا۔ مسجد کے امام صاحب کا کہنا تھا کہ انہوں نے رات کو ''خادم مسجد'' کو حجرہ سے ایک عورت کے ساتھ نکلتے دیکھا تھا۔

چند دنوں تک اس کی گمشدگی کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔ کوئی اسے پہنچا ہوا بزرگ کہتا تھا اور کوئی ولی اللہ قرار دیتا تھا............پھر لوگ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب کچھ بھول گئے۔

www.ksars.org

اس کی دعائیں قبول ہو گئیں تھیں۔ اللہ تو ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔

www.ksars.org